

معانی رسول اللہ ﷺ

از
حضرت عمرو بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ تحسین
ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی

اردو ترجمہ
محمد سعید الرحمن علوی

ادبہ ثقافتی اسلام آباد

۲۔ کلبہ، راولپنڈی، لاہور

صَلَّیْ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
 مُعَازِی رَزَا

معانی رسول اللہ ﷺ

از
حضرت عمرو بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ تحقیق
ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی
اردو ترجمہ

محمد سعید الرحمن علوی

ادبہ شفافہ اسلامیکہ

۲۔ کتبہ روڈ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

بارِ اول : ۱۹۸۷ء

مطبع : انٹرنیشنل پبلیشرز
ملتان روڈ، لاہور

ناشر : ملک فیض بخش
معتد ادارہ ثقافت اسلامیہ
۲، کلب روڈ - لاہور

قیمت : ۶۰ روپے

تعارف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے واقعات و معمولات اور لمحاتِ ذی مرتبت کو سیرت و مغازی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سیرت کا تعلق آنحضرت کے عادات و اطوار، اخلاق و کردار اور آپ کی تریٹھ سالہ زندگی کے نوع بنوع گوشوں اور یو قلموں پہلوؤں پر پھیلے ہوئے لیل و نہار کے دلائل و براہین اور جاذبِ قلب و نظر شعبوں سے ہے۔ اس میں مکی زندگی بھی شامل ہے اور مدنی زندگی بھی۔!

مغازی کا اطلاق آپ کے غزوات اور تلک و تارِ جہاد پر ہوتا ہے، جس کا تعلق مدنی زندگی سے ہے۔ غزوات کا ذکر قرآن مجید کی بعض مدنی سورتوں میں اچھی خاصی تفصیل سے ہوا ہے اور کتبِ احادیث میں تو مستقل ابواب و عنوانات کے ساتھ نہایت شرح و بسط سے اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ آپ کی زندگی کے تمام کرشمہ ہائے دلنواز اور ادا ہائے نظر افروز کے مجموعے کا نام سیرت و مغازی ہے۔

سیرت و مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلات کو محفوظ کرنے اور ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ پہلی صدی ہجری یعنی عہدِ صحابہ ہی میں شروع ہو گیا تھا اور ان کے بعض شاگردوں (تابعین کرام) نے اسے سلکِ کتابت میں پرودیا تھا۔ اس ضمن میں جو اولین کتاب معروضی تصنیف میں آئی، وہ زیرِ مطالعہ کتاب۔ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو حضرت عروہ بن زبیر کی سعی مشکور کا

عظیم الشان نتیجہ ہے ۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عروہ ۲۲ ص کو پیدا اور ۹۳ ص کو فوت ہوئے ۔
ایک روایت کی رو سے ان کا سن ولادت ۱۹ ص اور سن وفات ۹۴ ص ہے ۔ پہلی روایت کے مطابق ان کی عمر ۷۵ برس اور دوسری کے مطابق ۷۵ برس بنتی ہے ۔ مولد و منشا مدینہ منورہ ہے ۔

عروہ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت زبیر تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور جن کے مرتبہ عالی کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا تھا :

ان لكل نبی حواریاً و ان حواری الزبیر یلہ

ہر نبی کا حواری تھا ، میرا حواری زبیر ہے ۔

حضرت زبیر اس کمیٹی کے رکن تھے جو حضرت عمر فاروق نے اپنی وفات کے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائی تھی ۔

حضرت عروہ کے نانا حضرت ابوبکر صدیق اور والدہ حضرت اسماء تھیں جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی بہن اور حضرت صدیق اکبر کی دختر نیک اختر تھیں ۔ حضرت اسماء " ذات النطاقین " کے پُر افتخار لقب سے ملقب تھیں ۔ اس لیے کہ آنحضرت اور اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق کی ہجرت کے موقع پر انھوں نے اپنے دوپٹے کو درمیان سے پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے تھے ۔ ایک ٹکڑے میں رسول اکرم اور اپنے والد کا کھانا باندھا اور دوسرا ان کے پانی کے مشکیزے پر لپیٹ دیا تھا ۔

حضرت عروہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر تھے جو عروہ سے عمر میں بیس برس بڑے تھے اور رسول اکرم کے صحابی تھے ۔ کئی سال مسند خلافت

پر جلوہ افروز رہے۔ مصر اور شام کے علاوہ باقی عالم اسلام پر ایک عرصے تک ان کا علم اقتدار لہراتا رہا۔ بالآخر ۳۷۷ھ میں بنو اُمیہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرما گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حضرت عروہ جلیل القدر تابعی تھے۔ انھوں نے مدینہ منورہ میں بہت سے حضرات سے حصول علم کیا۔ صحابہ میں سے ان کے والد حضرت زبیر، بھائی حضرت عبداللہ، حضرت علی، عبداللہ بن عباس، ایوب انصاری، عبداللہ بن عمر، سعید بن زید، زید بن ثابت، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید، حکیم بن حزام اور دیگر متعدد صحابہ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

عورتوں میں سے اپنی والدہ حضرت اسما، خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام حبیبہ، ام سلمہ اور ام ہانی کے علم و فضل سے فیض یاب ہوئے۔

تابعین میں سے نافع بن جبر، ایوب سلمہ بن عید الرحمن اور حمران مولیٰ عثمان سے استفادہ کیا۔

عروہ مدینہ منورہ کے ان سات شہرہ آفاق فقہاء میں سے تھے، مسائل دینی میں جن کا فتویٰ لوگوں کے لیے اطمینانِ قلب اور سکونِ خاطر کا باعث تھا اور فقہیات سے متعلق جن کی رائے کو حتمی اور فیصلہ کن قرار دیا جاتا تھا۔ ان سات بزرگانِ عالی قدر کو ”فقہائے سبعہ“ کہا جاتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ منورہ میں گورنری کے منصبِ علیا پر فائز تھے، انھوں نے وہاں کے دس فقہائے بلند مرتبت کی ایک فہرست مرتب کر رکھی تھی، جن کی طرف پیش آنے والی فقہی مسائل کے حل و کشود کے لیے وہ رجوع کرتے تھے۔ ان میں ایک حضرت عروہ بن زبیر تھے۔

عروہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ ”مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اپنے موضوع کی اولین کتاب ہے جو انھوں نے

تصنیف کی۔ ان کے علم و ادراک کا جائزہ لیتے اور مغازی سے متعلق ان کی اولیت کا ذکر کرتے ہوئے واقدی کے حوالے سے امام ابن کثیر رقم طراز ہیں:

كان فقيها عالما حافظا ثبتا حجة عالما بالسيرة ،
وهو اول من صنف المغازی ، وكان من فقهاء
المعدودين ولقد كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم يسئلونه ۱۴

(عروہ بن زبیر) فقیہ ، عالم ، حافظ حدیث ، ثقہ ، مستند اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کے عالم تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے
سیرت و مغازی سے متعلق کتاب لکھی۔ ان کا شمار چند سرکردہ فقہاء میں ہوتا تھا
اور صحابہ ان سے مسائل دینی پوچھتے تھے۔

امام ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان عالما بالسيرة ۱۵

وہ سیرت رسول اکرم کے عالم تھے۔

کبار صحابہ اپنی عظمت و شان کے باوجود قلم مسائل میں عروہ کے باب علم پر دستک
دیتے تھے۔ اس ضمن میں حافظ ابن حجر نے حمید بن عبد الرحمن بن عوف کا قول نقل
کیا ہے:

لقد رأيت الاكابر من اصحاب النبي صلى الله عليه و
سلم وانهم ليسئلونه ۱۶

کہ میں نے اکابر صحابہ کو عروہ سے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔

۱۴ البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۰۶

۱۵ تذکرہ الحفاظ جلد ۱ ص ۶۲

۱۶ تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۱۸۳

حضرت عروہ سے یہ کتاب (مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مشہور شاگرد ابوالاسود نے روایت کی، جن کا نام محمد تھا اور ان کا مختصر نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبد الرحمن بن نوفل بن اسود بن خویلد قرشی اسدی مدنی۔ ابوالاسود ان کی کنیت تھی اور یہ تابعین میں سے تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۰ھ کے بعد ہوا۔

زیر مطالعہ کتاب — مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — قلمی صورت میں محفوظ تھی۔ اسے ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی (استاذ حدیث نبوی جامعہ ریاض، سعودی عرب) نے نہایت محنت و جاہ فشانی سے مرتب کیا اور پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات کے موقع پر ۱۲۰۱ھ (۱۹۸۱ء) کو اسے ریاض سے شائع کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع کی یہ اولین کتاب ہے، عربی کی اس سلسلے کی باقی تمام متداول و مشہور کتابیں اس کے بعد کی ہیں اور ان سب کا اصل ماخذ و مصدر یہی کتاب ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بہت مختصر ہے، مگر اس کا اختصار متعدد تفصیلات کو اپنے دامن بیان اور دائرۂ بحث میں سمیٹے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۲ء کو اعظم گڑھ (لیو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد دیوبند، جامعہ ازہر قاہرہ، قطر اور کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم کی منزلیں طے کیں۔ ۱۳۹۳ھ سے ریاض یونیورسٹی میں استاذ الحدیث کے منصب عالی پر فائز ہیں۔ عربی اور انگریزی کی ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف، مرتب اور محشی ہیں۔ علمی قابلیت کی بنا پر انھیں فیصل ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ اس کتاب کی چند خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فاضل مرتب ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے اس پر ایک طویل مقدمہ تحریر کیا ہے جو اردو ترجمے کی مطبوعہ شکل میں اتنی صفحات پر محیط ہے۔ مقدمہ نہایت معلوماتی اور تحقیقی ہے۔

۲۔ جن صحابہ کرام نے جنگ بدر میں شرکت فرمائی، کتاب میں ان کے اسمائے گرامی کی پوری فہرست دی گئی ہے۔

۳۔ شہدائے جنگ احد کی مکمل فہرست درج کتاب ہے۔

۴۔ سیرت و مغازی کے جو جو واقعات کتب احادیث و سیر میں مذکور ہیں، فاضل مرتب نے متعلقہ مقامات پر حواشی میں ان کے حوالے دے دیے ہیں۔

۵۔ مستشرقین اور استشراق زدہ لوگ سیرت و مغازی کے جن جن مقالات کو ہدف اعتراض و تنقید ٹھہراتے ہیں، لائق مرتب نے نہایت عمدہ الفاظ میں ان کا جواب دیا ہے۔

۶۔ کتاب کے مختصر متن میں سیرت و مغازی سے متعلق تمام ضروری اور بنیادی واقعات مندرج ہیں۔ مغازی کے موضوع کی اس کتاب کا اردو ترجمہ پاکستان کے ممتاز عالم مولانا محمد سعید الرحمن علوی سے کرایا گیا ہے تاکہ اردو دان طبقہ اس کے مندرجات سے مستفید ہو سکے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ پہلی مرتبہ اسے اپنی قومی زبان میں شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ ترجمہ رواں دواں اور عام فہم ہے۔

یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ کتاب کے فاضل مرتب کے اشپی صفحات (۱۹ سے ۹۷ تک) میں پھیلے ہوئے مقدمے کے حواشی متعلقہ صفحے میں دیے گئے ہیں جن کے نمبر مسلسل چلتے ہیں۔ لیکن متن کتاب جس کا آغاز ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لیے تیار کرنا“ کے عنوان سے ہوتا ہے، اس کے حواشی جو حاشیہ ۱۵ (صفحہ ۲۶۹) سے شروع ہو کر حاشیہ ۳۵ (ص ۲۸۴) تک ہیں، آخر کتاب میں مسلسل نمبروں میں دیے گئے ہیں۔

محمد اسحاق بھٹی

۵۔ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

۲۔ اگست ۱۹۸۷ء

فہرست مضامین

- مقدمہ مرتب

- ۱ - عروہ بن زبیر اور ان کی کتاب مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲ - قرآن کریم اور نظریہ تاریخ میں اس کے اثرات
- ۳ - قرآن کریم کے تاریخی اسباق کا تنوع
- ۴ - حضرت معاویہ کا تاریخ کے سلسلے میں اہتمام
- ۵ - سیرت رسول کے سلسلے میں اہتمام
- ۶ - دور صحابہ
- ۷ - حضرت عبداللہ بن عباس کا سیرت نبوی کے سلسلے میں اہتمام
- ۸ - اور اس ضمن میں ان کی تحریری کاوشیں -
- ۹ - البراء بن عازب رضی اللہ عنہ
- ۱۰ - تابعین کا دور
- ۱۱ - حضرت ابان بن عثمان
- ۱۲ - عروہ بن زبیر اور سیرت مبارکہ کی تالیف میں ان کا قائدانہ کردار
- ۱۳ - حضرت عروہ کا خاندان
- ۱۴ - حضرت عروہ کے والد گرامی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
- ۱۵ - حضرت عروہ کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت
- ۱۶ - ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما
- ۱۷ - خاندان ، ولادت
- ۱۸ - حضرت عروہ کی بیویاں ، اولاد

- ۴۵ - ۱۷ - حضرت عروہ کا جود و کرم ، ذوقِ عبادت
- ۴۸ - ۱۸ - حضرت عروہ اور اس دور کے سیاسی امور
- ۵۰ - ۱۹ - حضرت عروہ کی وفات
- ۵۰ - ۲۰ - حضرت عروہ اور ان کی حیاتِ علمیہ
- ۵۱ - ۲۱ - حضرت عروہ کے مشائخ و اساتذہ
- ۵۲ - ۲۲ - حضرت عروہ کے تلامذہ
- ۵۳ - ۲۳ - حضرت عروہ کا ذوقِ کتابت
- ۵۳ - ۲۴ - حضرت عروہ کی کتابیں
- ۵۴ - ۲۵ - مختلف علوم و فنون میں عروہ کا مقام اور ان کی وسعتِ علمی
- ۵۶ - ۲۶ - حضرت عروہ کے اشعار اور اقوال
- ۵۷ - ۲۷ - فقہ اسلامی اور حضرت عروہ
- ۵۹ - ۲۸ - حضرت عروہ و مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۶۱ - ۲۹ - عروہ بن زبیر اور ان کی کتاب ”المغازی“
- ۶۲ - ۳۰ - حضرت عروہ کی کتاب المغازی اور اس کے راوی حضرات
- ۶۳ - ۳۱ - کتاب المغازی لعروہ بن زبیر روایت ابی الاسود
- ۶۴ - ۳۲ - ابوالاسود سے روایت کرنے والے حضرات
- ۶۴ - ۳۳ - ابوالاسود
- ۶۵ - ۳۴ - ابوالاسود - در حدیث دیگرال
- ۶۶ - ۳۵ - عبد اللہ بن لیسعہ بن عقبہ الحضرمی - ولادت ۹۶ھ - وفات ۱۷۷ھ
- ۶۷ - ۳۶ - ابن لیسعہ کے سلسلے میں ائمہ کی گفتگو
- ۶۸ - ۳۷ - ابوالاسود کی روایت سے مغازی عروہ کے استخراج کا طریق
- ۶۹ - ۳۸ - کتاب المغازی کے سلسلے میں بعض فتنی مباحث
- ۷۰ - ۳۹ - ابوالاسود کی روایت سے کتاب المغازی کا علمی مقام

- ۷۰۔ کتاب المغازی کے مباحث ۷۷
- ۷۱۔ الدوری کا مغازی عروہ پر تبصرہ ۸۰
- ۷۲۔ مغازی عروہ کا مغازی موسیٰ بن عقبہ میں اثر ۸۲
- ۷۳۔ شعب بنو ہاشم میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا دخول ۸۳
- ۷۴۔ اس معاہدے کا سلسلہ کس طرح ختم ہوا؟ ۸۵
- ۷۵۔ بعض متفقہ نکات - مابین عروہ عن ابی الاسود و موسیٰ بن عقبہ ۹۱
- ۷۶۔ سیرت نبوی سے متعلق بعض مستشرقین کی اٹھائی ہوئی بحثیں ۹۲

مغازی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

- ۷۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لیے تیار کرنا ۱۰۱
- ۷۸۔ وحی کی ابتدا ۱۰۲
- ۷۹۔ بعثت کی ابتدا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی صلاۃ ۱۰۵
- ۵۰۔ حضور کا اپنی قوم اور دوسرے قبائل کو اللہ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دینا ۱۰۶
- ۵۱۔ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ۱۰۷
- ۵۲۔ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت ۱۱۲
- ۵۳۔ بنو ہاشم اور بنو المطلب کی شعب بنو ہاشم میں اسارت ۱۱۴
- ۵۴۔ حضور کا اپنے آپ کو مختلف قبائل کے پاس پیش کرتا ۱۲۱
- ۵۵۔ حضور علیہ السلام کا سفر طائف ۱۲۲
- ۵۶۔ حدیث اسراء اور معراج کا ذکر ۱۲۳
- ۵۷۔ عقبہ اولیٰ و ثانیہ ۱۲۴
- ۵۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو ہجرت ۱۳۱
- ۵۹۔ غزوہ بدر ۱۳۳

- ۱۶۱ ۴۰۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی جو بدر میں شامل ہوئے
- ۱۶۹ ۶۱۔ وہ حضرات جو بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ لیکن آنحضرت نے
- ان کے لیے اجر کی خوش خبری دی اور انھیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا

- ۱۷۰ ۶۲۔ غزوہ ذات السویق
- ۱۷۲ ۶۳۔ غزوہ بنی النضیر
- ۱۷۴ ۶۴۔ غزوہ احد
- ۱۷۷ ۶۵۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی کمال درجہ استقامت
- ۱۷۸ ۶۶۔ آنحضرت کا ابی بن خلف کو قتل کرنا
- ۱۷۹ ۶۷۔ احد کے بعض شہداء کے اسمائے گرامی
- ۱۸۱ ۶۸۔ غزوہ حمرہ الاسد
- ۱۸۵ ۶۹۔ غزوہ بدر معونہ
- ۱۸۹ ۷۰۔ غزوہ بدر الآخرہ
- ۱۹۰ ۷۱۔ غزوہ الخندق یا الاحزاب
- ۱۹۵ ۷۲۔ غزوہ بنی قریظہ
- ۱۹۶ ۷۳۔ غزوہ المریسہ کے دوران پیش آنے والا واقعہ
- ۱۹۷ ۷۴۔ غزوہ الحدیبیہ
- ۲۰۰ ۷۵۔ غزوہ خیبر الاولیٰ
- ۲۰۳ ۷۶۔ غزوہ خیبر
- ۲۰۴ ۷۷۔ شہدائے خیبر
- ۲۰۵ ۷۸۔ عمرۃ القضاء
- ۲۰۸ ۷۹۔ غزوہ موتہ
- ۲۱۱ ۸۰۔ شہدائے موتہ
- ۲۱۱ ۸۱۔ غزوہ ذات السلاسل

- ۲۱۲ - ۸۲ - فتح مکہ
- ۲۱۸ - ۸۳ - حضرت معاذ بن جبل کو مکہ معظمہ میں معلم قرآن مقرر کرنا
- ۲۱۹ - ۸۴ - غزوہ حنین
- ۲۲۲ - ۸۵ - غزوہ طائف
- ۲۲۵ - ۸۶ - شہدائے حنین
- ۲۲۵ - ۸۷ - غزوہ تبوک
- ۲۲۸ - ۸۸ - ہجرت الوداع
- ۲۲۹ - ۸۹ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض و وفات
- ۲۳۳ - ۹۰ - وہ وثائق جو آنحضرت صلح کے سلسلے میں تحریر کیے گئے۔
اہل بخران کے لیے آپ کی تحریر
- ۲۳۴ - ۹۱ - اہل ثقیف کے لیے معاہدہ
- ۲۳۶ - ۹۲ - بنو ثقیف میں مسلمان ہو جانے والے حضرات کے
سلسلے میں رسول اکرم کی تحریر
- ۲۳۷ - ۹۳ - اہل بصر کے لیے تحریر
- ۲۳۸ - ۹۴ - اہل ایلمہ کے لیے تحریر - اہل خزاعہ کے لیے تحریر -
زید بن ذی یزن کے لیے تحریر
- ضمیمہ جات**
- ضمیمہ ۱
- ۲۴۱ - ۹۵ - خلیفہ عبدالملک بن مروان کے نام حضرت عروہ کا مکتوب،
جس کا تعلق بیعت عقبہ اور ہجرت آنحضرت سے ہے۔
- ۲۴۲ - ۹۶ - واقعہ بدر الکبریٰ
- ۲۴۴ - ۹۷ - فتح مکہ
- ۲۴۷ - ۹۸ - حنین اور ہوازن سے متعلق

۲۴۸

۹۹- غزوہ طائف

۲۴۹

ضمیمہ ۲

۱۰۰ شرکائے بدر میں سے بقیہ حضرات کے اسمائے گرامی

۲۵۰

(بہ لحاظ حروف تہجی)

۲۵۱

۱۰۱ کنیت سے مشہور حضرات

۲۵۲

۱۰۲ بدر کے خوش قسمت شہداء

۲۵۳

۱۰۳ حواشی

مقدمہ مرتب

عروہ بن زبیر اور ان کی کتاب
مغازی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الحمد لله، تحمده وتستعينه، وتستغفره، ونومنيه، و
 نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من
 يهده الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له، واشهد ان لا اله
 الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله،
 اختاره لوجيه، وانتخبه لرسالته وفضله على جميع خلقه، ورفع
 ذكره مع ذكره في الاولى، وجعله الشافع المشفع في الاخرى، افضل
 خلقه نفسا، وغيرهم نسبا ودار، فصلى الله على نبينا كلما ذكره
 الذاكرون، وغفل عن ذكره الغافلون، وصلى الله عليه في الاولين
 والاخرين افضل واكثر واذكى ما صلى على احد من خلقه، ون كانا واياكم
 بالصلاة عليه، افضل ما نرى احدى من امته بصلاته عليه والسلام
 عليه، ورحمة الله وبركاته

۱۔ یہ خطبہ ناصر السنہ حضرت الامام الشافعی قدس سرہ کی کتاب ”الرسالۃ“ کا
 افتتاحی خطبہ ہے جو ”مغازی رسول لعروۃ بن الزبیر“ کے فاضل مرتب
 نے شامل کتاب کیا ہے۔ ہم نے اسے جوں کاتوں نقل کر دیا تاکہ برکت و
 تیمن حاصل ہو سکے۔ — مترجم

قرآن کریم اور نظریہ تاریخ میں اس کے اثرات

اس میں شک نہیں کہ دورِ جاہلیت میں بعض قصائد مدون شدہ موجود تھے، اسی طرح بعض قبائل کے نسب نامے بھی علمی تاریخ میں ملتے ہیں اور بعض ایسے مجموعے بھی تھے جو حکم پر مشتمل تھے جیسے ”صحیفہ القمان“۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ طے ہے کہ عربی زبان کی ابتدائی اور کامل ترین کتاب قرآن کریم ہے۔ اس کتاب مقدس نے مختلف شعبہ ہائے علمی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ عرب دُنیا کی حیات اجتماعی میں ”قبیلہ“ کو بنیادی ہیئت حاصل تھی۔ نظام اجتماعی فی الحقیقت اسی پر قائم تھا اور اس کی بنیاد یہ تھی کہ ایک قبیلے کے افراد آپس میں بھائی ہیں اور خوئی طور پر مشترک! خوئی رشتہ ہی تمام قبیلے کے افراد کو جوڑنے کا باعث تھا۔ صلہ رحمی، عصبیت اور صحیح حکومت جس کی گویا اتباع لازم تھی، سب کا انحصار اسی پر تھا۔ اہل عرب قبائلی نظام اور حکومت سے ہی واقف تھے، ان کے نزدیک یہی حکومت تھی جس نے خاندانوں کو جوڑ رکھا تھا۔ ان کے نزدیک یہی اصل حکومت، یہی قانون اور یہی سب کچھ تھا۔ ایک عربی ابتدا میں اسی محدود ماحول میں رہ رہا تھا تا آن کہ اس کتاب کامل کی تعلیمات کے سبب اس کا حال یہ ہو گیا کہ اس کی نظریں وسعت پیدا ہو گئی اور گویا اسے آفاق عالم میں اپنی منزل نظر آنے لگی۔ ہجرت رسول صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف چودہ برس بعد ایک عربی تڑاد ”ربیع بن عامر“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایرانی سویرا رستم کے رو برو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ :

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی، ہم اس لیے گھر سے نکلے ہیں کہ لوگوں کو مخلوق کی عبادت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لے آئیں اور یہ سیدھا سادا مسئلہ جس کی سمجھ میں آجائے اس کی رکاوٹوں کو دور کریں۔ دُنیا کے تنگ ماحول سے نکال کر اسے اس کی وسعتوں میں لے آئیں اور مختلف طریقہ ہائے حیات کے ظلم سے اس کی نجات کا سامان کر کے اسے اسلام کے عدل و انصاف سے مستفید ہونے کا موقع فراہم

کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دین کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو اس کی دعوت دیں، پس جو شخص اس دعوت کو ہم سے قبول کر لے گا اس کے اس ذہنی انقلاب کو ہم تسلیم کر کے اس سے لوٹ جائیں گے اور اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے، اس کی زمین اسی کے سپرد کر دیں گے۔ وہ ہمارے بہت قریب ہوگا۔

یہ قرآن ہی ہے جس نے قبیلے کے تنگ ماحول میں بسنے والے انسان کو آفاقی نظر عنایت کی اور اس کی نظر ایک وسیع و عریض حکومت و دولت ملی کو دیکھنے لگی، اور مسلمان نے اس خواب کی عملی تعبیر بھی حاصل کر لی۔ یہ سب کچھ اس نے عسکری اور فوجی لحاظ سے نہیں بلکہ نظریاتی اور فکری طور پر اس نے انقلاب کے فلسفے سے دنیا کو روشناس کرایا۔ پس قرآن کریم نے انھیں بتلایا کہ اللہ رب العزت ایک ہے۔

لَوْ كَانَتْ فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۖ (الانبیاء: ۲۲)
اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور بھی معبود ہوتے تو یقیناً دونوں زمین و آسمان کبھی کے درہم برہم ہو چکے ہوتے۔

اُس نے بتلایا کہ انسانی برادری اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہے۔
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۖ (المؤمنون: ۱۲)
اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے یعنی منتخب مٹی سے بنایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا آلَ اللَّهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
(النساء: ۱۱)

اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان دار سے پیدا کیا۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

اور قرآن نے یہ بھی تعلیم دی کہ اپنی اصل کے اعتبار سے دین بھی ایک ہے ۔
 شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
 وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا
 فِيهِ ط (الشوری: ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین کا حکم اُس نے
 نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کے پاس بھی وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کا
 ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ تم سب اس
 دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا ۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
 إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ
 وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن مِّنْهُمْ جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ فَظَنُّوا
 لَهُ مُسْلِمُونَ ه (البقرہ: ۱۳۶)

تم کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور جو ہماری جانب نازل کیا
 گیا ہے اس پر اور اُس پر جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت
 اسحاق اور حضرت یعقوب اور اس کی اولاد کی جانب بھیجا گیا اور اس پر بھی جو
 حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور دوسرے پیغمبروں
 کو ان کے رب کی جانب سے عطا کیا گیا، ہم ایمان لاتے ہیں، ہم اس کے
 رسولوں میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے (یعنی سب کو رسول مانتے ہیں) اور ہم
 اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں ۔

پھر قرآن عزیز نے اس کی تعلیم دی کہ تمہاری دنیا وہ تنگ و محدود دنیا نہیں جو تمہاری
 نظر کے سامنے ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پوری زمین تمہاری ہے ۔ انسان کو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ
 والسلام سے پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ نظردی کہ جس سے وہ اس کے بعد کی حیات
 کو دیکھنے لگا ۔ یہ تمام سلسلہ ہائے حیات ایسے ہیں کہ ہر شے دوسری سے ملحق ہے اور وہ

اس طویل کی ایک کڑی ہے۔ اس طرح اسے ایک وسعت بخشی گئی۔
 پھر قرآن عزیز نے انسان کو فلسفہ شہریت کی تعلیم دی اور اس پر واضح کیا کہ اورج
 ثریا کا حصول کیوں کر ممکن ہے اور قعر مذلت میں انسان کس طرح گرتا ہے؟ ارشاد
 باری ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۖ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ
 أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ
 غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ (التین ۴-۶)

ہم نے انسان کو اچھے سے اچھے اسلوب پر بنایا ہے، پھر ہم اس کو پستی
 والوں کی حالت سے بھی زیادہ نیچا کر دیتے ہیں، لیکن ہاں جو لوگ ایمان لائے
 اور نیک اعمال کے پابند رہے تو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے
 والا نہیں۔ مزید ارشاد ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَوْمًا فَإِنْ هُمْ إِلَّا نَارٌ ۚ فَسَقُّوا فِيهَا
 فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۚ (بنی اسرائیل: ۱۶)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس بستی کے خوش
 عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں (یعنی ایمان اور اطاعت کا) پھر وہ بجائے حکم
 ماننے کے اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب اُس بستی پر عذاب کی بات
 ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر ہم اس بستی کو بالکل تباہ ویران کر دیتے ہیں۔
 حضرت حق جل و علی مجاہد کا مزید ارشاد ہے۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ ط كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُ مَا كَانُوا يَعْمُرُونَ ط
 مِمَّا عَمُرُوا ط (الروم: ۹)

کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں؟ چلیں پھریں تو دیکھیں کہ اُن
 لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ جو لوگ اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں، اُن کا

حال یہ تھا کہ وہ ان سے قوت میں بھی زیادہ تھے اور انھوں نے زمین کو ان سے زیادہ بویا جوتا بھی تھا، اور جس قدر ان لوگوں نے زمین کو آباد کر رکھا ہے انھوں نے ان سے کہیں زیادہ آباد کر رکھا تھا۔

پھر ان پر واضح کر دیا کہ یہ قانون اٹل اور غیر تبدیل ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (فاطر: ۲۳)

اور آپ ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور کو پھرتا ہوا نہ پائیں گے۔

اسی طرح قرآن کریم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ و قصص کا اچھا خاصا حصہ بیان کیا اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرت اور آپ کی جنگی مہمات کا ایک بڑا حصہ بیان فرمایا اور لوگوں پر واضح کیا کہ ان کے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ "اسوہ حسنہ" ہے، اور انھیں حکم دیا کہ وہ رسولِ محترم کا اتباع کریں اور ان کی فرماں برداری بجالائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عزیز کے اسی تاریخی کردار سے تاریخ کا باب فتح ہوا۔

ایسی تاریخ جو ماضی کے وقائع پر مشتمل ہے اور ساخنہ ہی رسولِ محترم کی سیرت پر دال، اور چوں کہ مسلمانوں پر اپنے جملہ حالات میں رسولِ اکرم کی اتباع لازم تھی، اسی لیے ان کے اندر ایک فوق بنیاد ہوا کہ وہ رسولِ محترم کی سیرت و کردار سے پوری طرح واقف ہوں تاکہ اتباعِ رسول کے فرض سے کما حقہ عہدہ برآ ہو سکیں۔

قرآن کریم نے حضرت انسان پر لازم قرار دیا کہ وہ انبیاء کی تاریخ کا سنجیدہ شغل اختیار کریں، تاکہ یہ بات ان کے سامنے رہے کہ انسانیت اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی ہے، انبیاء و رسل کی دعوت ایک ہے، اور ان کی شاہراہ حیات کی نوعیت یکساں ہے۔ نصیحت و موعظت اسی سے حاصل ہوگی اور بالخصوص رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا پڑھنا پڑھانا ان پر لازم قرار دیا، جس کے سبب فرضِ اطاعت سے سبکدوشی ممکن ہے۔ وہی سیرت جس کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے "اسوہ حسنہ" کا عنوان دیا۔ اس سبب سے مسلمان قوم اپنے رسول کی سنت و سیرت کو اسی ذوق سے سیکھتی ہے جس طرح قرآن کریم کو، اس تفصیل سے یہ بات بجائے خود واضح ہوتی ہے کہ تاریخ و سیرت کے اعتبار سے امت

مسلمہ کا اصل ماخذ و مرجع قرآن کریم ہے۔ وہ کتاب مقدس جس میں فرمایا گیا کہ:
 "وہ ایسی با وقعت کتاب ہے جس میں باطل کو مطلق رسائی نہیں، کوئی غلط بات نہ اُس کے آگے آسکتی ہے نہ پیچھے سے۔ (حم السجدہ: ۷۱-۷۲)
 اور وہ قرآن عزیز و عظیم کتاب جس کے متعلق رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جیسا کہ الحارث الاعور نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا۔
 فِيْهِ نَبَاُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ، وَفَصْلٌ مَا بَيْنَكُمْ وَغَيْرِ مَا هُوَ كَاثِرٌ بَعْدَكُمْ۔
 (سنن البدارمی ج: ۲، ص: ۲۳۵)

"اس قرآن عزیز میں، تم سے پہلے کے ادوار کی خبریں ہیں۔ تمہارے درمیان ہونے والے نزاعات کے فیصلوں کا سامان اور جو تم سے بعد ہونے والا ہے اس کی خبر۔"

المختصر! قرآن کریم قبائلی نظام کے بدلے عالمی تاریخ کی راہ دکھانے کے لیے ایک عظیم عطیہ ہے، اس کتاب مقدس نے انھیں فلسفہ تاریخ و شہریت سے آگاہ کیا اور انھیں اس بات کی دعوت دی کہ اہم سالیقہ کے حالات و کوائف، ان کی معاشرت اور ان کے تاریخی کردار پر غور کریں۔

قرآن کریم کے تاریخی اسباق کا تنوع

قرآن عزیز میں جو حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تاریخ سے متعلق ہے، اس میں مسلمانوں کے لیے عبرت و نصیحت کا سامان ہے اور یہ حصہ اس بات کی تائید و تقویت کا باعث ہے کہ انسانی برادری کی عزت و تہذیب کا عروج اسی فلسفے پر منحصر ہے جس کی قرآن نے پوری جامعیت کے ساتھ تعلیم دی اور یہ کہ سنت و طریق الہی غیر متبدل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات و سیرت سے جو حصہ متعلق ہے وہ اتباع اور اقتدا کی راہ دکھاتا ہے اور جو حصہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان وغیرہ سے متعلق ہے وہ درحقیقت اس ملت کی تاریخ ہے۔ یعنی تاریخ کا بنیادی مواد۔ انہی نشان ہائے راہ پر

رہو اور تاریخ قدم بقدم آگے بڑھا اور ایک فن کی شکل اختیار کر کے آج اس حال میں ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کا تاریخ کے سلسلے میں اہتمام

المسعودی، اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مغرب کی نماز کی اذان پر حضرت معاویہ باہر تشریف لے جاتے، نماز فرض ادا کرتے اور بعد میں چادر کھٹ نفل پڑھتے۔ پھر اپنے مکان میں تشریف لے جاتے، اس دوران بالعموم کوئی مل ملا نہ سکتا حتیٰ کہ اذان عشا ہو جاتی اور آپ تشریف لا کر نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد ذمہ داران حکومت اور وزرا وغیرہ بلائے جاتے، ان سے ضروری مشورے ہوتے۔ پھر ایک تہائی رات تک اہل عرب کی تاریخ و وقائع، اہل عجم کے حکمرانوں، ان کی سیاسی کارگزاری، رعایا کے ساتھ تعلقات، دوسرے حکمرانوں، ان کی جنگی مہموں، تدابیر، سیاسی کارکردگی اور اہم سالیقہ کے تاریخی وقائع پر گفتگو رہتی۔ پھر گھر تشریف لے جا کر ایک تہائی رات سوتے۔ پھر اٹھ کر اور معمولات عبادت سے فارغ ہو کر بیٹھ جاتے۔ اس وقت وہ تحریرات سامنے آتیں جن میں اہل اقتدار کی سیرت و کردار، ان کے اجتماعی حالات اور تدابیر مل کا تذکرہ ہوتا۔ وہ کاتب اور اہل کار جو انھیں مرتب کرتے وہی پیش کرتے۔ یہی لوگ ان تحریرات کے لیے ذمہ دار تھے۔ انھیں سنبھالنا، پڑھنا انہی کی ڈیوٹی تھی۔ رات کا باقی حصہ انھیں سننے میں بسر ہوتا۔ اس میں واقعات و اخبار، سیرت و کردار، آثار اور مختلف الانواع سیاسی فلسفے بھی شامل ہوتے۔

جو کچھ مسعودی نے کہا اگر یہ صحیح ہے (اور اس کی صحت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں) تو یہ محض عربی دنیا کی تاریخ کا قصہ نہ تھا بلکہ یہ ایک ایسے حکمران کی کاوش تھی جو موعظت کا طالب تھا، محض تکلفات کا شکار نہ تھا۔ اس کے پیش نظر یہ تھا کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے، غفلت سے وہ کوسوں دور تھا اور قائدہ اٹھانا مقصد تھا، وقت ضائع کرنا مقصود نہ تھا اس کاوش کے پیچھے وہی فلسفہ قرآنی تھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے "سیرت ابن اسحاق" کے

مقدمہ میں ایک مستشرق "وستنفلد" کی کتاب "مورخ العرب" سے کم و بیش ۲۷ فقرات کے نام نقل کیے ہیں جو ابن اسحق سے قبل اس فن میں اپنی بولائیاں دکھانے والے تھے اور پھر لکھا ہے کہ اب جو کچھ سامنے آچکا ہے اس کی روشنی میں اس سے زائد نام ممکن ہیں۔

پہلے وہ ۲۷ نام ملاحظہ فرمائیں:

- ۱۔ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۔ زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۔ مخزوم بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۔ دغفل بن منطلہ السدوسی
- ۵۔ عبید بن شریہ الجراہمی
- ۶۔ الحطیف بن زید بن جعونہ
- ۷۔ ابن الکواکبیشکری
- ۸۔ علاقر بن کریم الکلابی
- ۹۔ عروہ بن الزبیر
- ۱۰۔ عامر الشعبي
- ۱۱۔ قتادہ بن دعامہ السدوسی
- ۱۲۔ ابو مخنف لوط
- ۱۳۔ موسیٰ بن عقبہ
- ۱۴۔ شرقی بن قطامی
- ۱۵۔ عبد اللہ بن عباس بن ابی ریحہ الغنوی
- ۱۶۔ عوانہ بن الحکم
- ۱۷۔ عاصم بن عمر بن قتادہ
- ۱۸۔ شرجیل بن سعد
- ۱۹۔ سلیمان بن طرخان التیمی
- ۲۰۔ ولید بن کثیر المخزومی

ڈاکٹر حمید اللہ نے چھ ناموں کا اضافہ کیا۔

- ۱۔ ابان بن عثمان بن عفان
 - ۲۔ عاصم بن عمر بن قتادہ
 - ۳۔ شرجیل بن سعد
 - ۴۔ ابوالاسود دقین عروہ
 - ۵۔ سلیمان بن طرخان التیمی
 - ۶۔ ولید بن کثیر المخزومی
- جو نام مستشرق وستنفلد نے نقل کیے ہیں ان سب کے لیے تاریخ و سیرت میں تحریری

سرمائے کا ثبوت مشکل ہے۔ البتہ موضوع سے متعلق زبانی روایات (جیسا کہ رواج تھا) ضرور منقول ہیں جیسے عقیل بن ابی طالب، مخزوم بن نوفل اور ابو کلاب وقاص لسان الحمہ کا معاملہ ہے۔ ہاں یہ طے ہے کہ عمومی تاریخ کے بارے میں تدوین کا کام ہوا۔ جیسے حضرت عمر فاروق کا دیوان، جو انھوں نے قبائل کی بنیاد پر حکومتی ضرورتوں کے تحت مرتب کرایا۔ اسے الانساب میں تالیف کہا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی دغسل بن حنظلہ الشیبانی، عبید بن شریہ البحرہمی، عروہ بن الزبیر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع (م ۸۰) کی مؤلفات مسلمہ ہیں۔ آخر الذکنے حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی لڑائی کے سلسلے میں کتاب مرتب کی اور حضرت علی کے رفیق صحابہ کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں۔

پھر وہب بن منبہ (ولادت ۳۴۱ وفات ۱۱۴) نے کتاب التیجان و کتاب المبتدأ ۲ مرتب کیں جیسا کہ بردکمان نے لکھا ہے۔ قوادسزکین نے پہلی صدی ہجری کے بہت سے اصحاب تالیف مورخین کے نام لکھے ہیں، جیسے عبد اللہ بن سلام بن الحارث (۴۳ھ) اور کعب الاچبار۔ ان کی طرف درج ذیل کتب منسوب ہیں۔

۱۔ سیرت الاسکندر (اس میں بہت ہی غجائبات ہیں)

۲۔ وفات موسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام)

۳۔ السکک الناطم فی علم الاول والآخر

۴۔ حدیث ذی الکفل

۵۔ حدیث حمامۃ الذہب و حدیث افرا قیسون بنت الملک

ان میں سے بعض کتب کی کعب الاچبار کی طرف نسبت مشکوک ہے، لیکن پہلی صدی میں تاریخی سرمائے کی تالیف کا انکار ممکن نہیں۔ بہر حال عمومی سطح سے صرف نظر کر کے اب مختصراً سیرت رسول کے بارے میں گفتگو کی جاتی ہے۔

سیرت رسول کے سلسلے میں اہتمام

اس میں شک نہیں کہ بڑے لوگوں کے حالات کی ترتیب و تدوین کا اہتمام ہمیشہ رہا ہے۔

اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر اس دھرتی پر کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے اتنے گہرے اثرات مرتب کیے ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت ہے جس کے اتباع و متبعین نے اپنے آقا و قائد سے اس طرح محبت کی ہو جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے متبعین نے محبت کی۔ مثلاً حضرت خبیب کو دیکھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنہیں مکہ میں سولی پر لٹکایا گیا تو اس وقت انہوں نے کہا۔

اے اللہ، میں یہاں تو محض دشمنوں کے چہرے دیکھ رہا ہوں، کوئی ایسا رسول (نمائندہ) نظر نہیں آتا جو تیرے رسول کو میرا سلام پہنچائے۔ پس تو ہی ان تک میرا سلام پہنچا۔

انہوں نے کہا۔
 لقد جمع الاحزاب حولی والیوا
 وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
 الی اللہ اشکو غریبتی وکربتی
 وما امر صد الاحزاب لی عند مصرعی
 اور جب دشمنوں نے ہتھیار اٹھالیے اور انہیں سولی کے لیے پابند کر دیا تو کسی نے کہا کہ:
 تمہیں پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد ہوں؟
 انہوں نے جواب میں فرمایا:

واللہ العظیم، میں تو اتنا بھی پسند نہیں کرتا کہ اُن کے قدموں میں کانٹا چبھے
 اور اس کے بدلے مجھے رہائی حاصل ہو۔

اللہ اکبر۔ اے خبیب، اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوں اور تجھے ہر طرح کی خوشی و مسرت حاصل ہو۔

ابوسفیان بن حرب — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے، وہ بعد میں مسلمان ہوئے۔ انہوں نے دورِ عداوت میں یہ کہا:
 میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کسی سے اس طرح کی محبت کرے جیسے محمد عربی کے رفقاء ان سے محبت کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام انسانی کمالات، حضور اقدس میں جمع ہو گئے تھے۔ ان حالات میں طبع سلیم خود ہی تقاضا کرے گی کہ ایسی شخصیت کی سیرت و کردار کو اہتمام سے جمع کیا جائے۔ نہیں بلکہ اس کا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (الانفال: ۲۰)

اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

مزید ارشاد ہے :

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی تو بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی

مزید ارشاد ہے :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط

(آل عمران: ۳۱)

اے نبی، آپ لوگوں سے کہہ دیجیے، اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت

رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اس پر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا

اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ایک جگہ ارشاد ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ط (الاحزاب: ۲۱)

بلاشبہ مسلمانو، تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چال سیکھنی تھی

بالخصوص اُس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اور قیامت کے دن کا خوف رکھتا

ہے اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔

رسول محترم کی سیرت اور حامل رسالت کی سیرت دُنیا میں ہمیشہ باقی رہے، ایک مسلمہ

حقیقت ہے۔ اسی لیے قرآن عزیز نے رسول اکرم کی سیرت کے بہت سے حصے اپنے اوراق میں

مندرج کر دیے ہیں۔ اور سیرت کا اتباع کوئی اختیاری معاملہ نہیں بلکہ یہ تو ایمانیات سے

ہے، بلکہ یہی ایمان ہے۔ چونکہ حیات رسول ایک حسین نمونہ ہے اور اس کی اتباع مسلمانوں پر فرض ہے، اس لیے ہر علمی فرض سے بڑھ کر اس فرض کی محافظت کا مسلمانوں نے لحاظ و التزام کیا ہے۔

اس سلسلے میں پہلا قافلہ تو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تھا، جنہوں نے جو کچھ رسول رحمت سے سیکھا اور دیکھا اس کو اپنی زندگیوں پر پوری طرح جاری کیا۔ اکل و شرب، سونا جاگنا، چلنا، بیٹھنا ہر حال میں اس کا لحاظ کیا۔ ان حضرات نے اس کا ہی اہتمام نہیں کیا کہ اپنی ہمت و طاقت سے بڑھ کر حیات النبی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیں بلکہ انہوں نے حسن تربیت سے اپنی اولاد اور تلامذہ کو بھی اس رنگ میں رنگ دیا، اس طرح گویا سیرت رسول کو بشری قالب میں متحرک کر دیا۔

اس کے بعد سیرت کا معاملہ میدانِ عمل سے میدانِ علم میں آیا، اس طرح عہد صحابہ و تابعین میں سیرت کی ترتیب و تدوین کا اہتمام ہوا۔ مغازی کے سلسلے میں حلقوں کا اہتمام ہوا جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، واقدی کی روایت ہے۔ راوی عبداللہ بن عمر بن علی عن ایسہ ہیں جو کہتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسین سے سنا کہ ہم مغازی النبی کو اس طرح سیکھتے جس طرح قرآن کی سورت سیکھتے۔ اس طرح آثار کا ایک ذخیرہ سامنے آگیا جو ایک طرف تو انسانی قلوب میں محفوظ ہو گیا اور دوسری طرف اوراق و صفحات میں مندرج ہو گیا۔ صحابہ کی حیات مبارکہ کو جو دیکھے گا وہ یقین کرے گا کہ انہوں نے جو حیات النبوی سے پایا اس پر عمل بھی کیا۔ اس جگہ جو اہم معاملہ ہے وہ تاریخ کی تدوین کا اور اس بات کا ہے کہ سیرت نبویہ کی کتابت کی ابتدا کب ہوئی؟

دور صحابہ

یہ طے ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں احادیث نبویہ کا معتد بہ حصہ معرض کتاب میں آگیا تھا۔ دعوت و داعی کی حیثیت سے یہ ذخیرہ بہت وافی تھا تاہم اس میں حصہ سیرت ضمنی تھا۔ یہاں بعض جزئی حوادث و وقائع بھی لکھے گئے جن

کا تعلق سیرت نبویہ سے ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صحابہ میں سے بعض حضرات نے اس طرح کی جزئیات کو باقاعدہ لکھا۔ جو وفود حضور اقدس کی خدمت میں آئے ان تک کے کوائف ملتے ہیں۔ مثلاً ابی عمرو بن حریت العذری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آیا و اجداد کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں صفر ۹ھ میں وفد کی شکل میں حضور اقدس کے پاس حاضری کے کوائف تھے۔ اس وفد میں ۱۲ افراد تھے۔ من جملہ دوسرے حضرات کے حمزہ بن النعمان العذری بھی تھے۔ حبیب بن عمرو السلامی کہتے ہیں کہ سلمان کا وفد سات افراد پر مشتمل خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ حضور اقدس نے مسجد سے باہر ہم سے ملاقات فرمائی۔ اس موقع پر ایک جنازہ بھی آپ نے اس طرح پڑھایا۔۔۔۔۔ اور پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا علمی طور پر سیرت نبوی کا اہتمام زیادہ ہونے لگا۔ چند صحابہ (عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور برہہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی کاوشوں کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا سیرت نبوی کے سلسلے میں اہتمام

اور اس ضمن میں ان کی تحریری کاوشیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (م ۶۸) قرآن کریم کی آیت قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا (الشوری:) کی تفسیر کے ضمن میں الشیبی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب مبارک کے سلسلے میں لکھا، چنانچہ الشیبی کہتے ہیں کہ: ہمیں اکثر اس آیت کے سلسلے میں سابقہ پیش آتا تو میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا، اُنھوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام قریش میں اس طرح نسب رکھتے تھے کہ قریش کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی طور سے آپ سے تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قریش کے مختلف قبائل کو اس طرف توجہ دلائی کہ رسول اکرم سے قرابت کا حق ادا کرو اور اس سلسلے کے حقوق کی حفاظت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس ان ایام میں المغازی کی تدریس کے سلسلے میں تخصیص کے مقام کے حامل تھے۔ عیسیٰ اللہ بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عتبہ آپ کی مجلس تدریس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ آپ شام کا پورا وقت ہمارے سامنے مغازی بیان کرتے۔ اُنھوں نے اس سلسلے میں اتنا لکھا کہ وہ ایک اونٹ کا بوجھ بن سکتا تھا۔ یہ سرمایہ آپ کے خادم کریب کے پاس تھا جو اُنھوں نے مشہور صاحب مغازی موسیٰ بن عقبہ کے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ گو اس سلسلے میں حتمی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ ان کی اس سلسلے میں کوئی کتاب ہے تاہم ہمارا قلیبی میلان اس طرف ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما (وفات ۶۳ھ) آپ کے ایسے جلیل المرتبت صحابی ہیں جو عمر کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن عباس سے بڑے ہیں اور اسلام کے اعتبار سے قدیم! اُنھوں نے بہت سے غزوات اور دوسرے واقعات و حوادث کا سیرت کے متعلق تحریری سرمایہ فراہم کیا۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت و کتابت اور اُنھیں کتابی شکل دینے میں ان کی شہرت معلوم ہے اور ”صحیفہ صادقہ“ ان کی معروف جمع تدوین شدہ کتاب ہے۔

سربانی زبان کو یہ خوب جانتے تھے، اسے پڑھ سکتے، اس میں لکھ سکتے تھے۔ اُنھوں نے مختلف امور پر تحریرات لکھیں لیکن یہ بات کہ اُنھوں نے المغازی میں کچھ مہتمب کیا؟ ایک ایسا سوال ہے، جس کا جواب مطلوب ہے؟ اس کا جواب عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی مرویات کی تدریس میں ملتے ہے۔ کہ اُنھوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے ان کی کتابیں روایت کیں لیکن بعض محدثین نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صحیفے کے راوی و جادہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ کے بقول عمرو بن شعیب سے عن ابیہ اور ابن جریر نے جو روایت کی وہ تو سب صحیح ہے، اور جو کچھ عمرو بن ابیہ عن جدہ نے روایت کیا اس میں ضعف ہے۔ امام ترمذی نے ضعف کا سبب یہ بتایا کہ اُنھوں نے یہ روایات اپنے دادا سے نہیں سنیں۔ امام ذہبی نے یہی بات کہی کہ اس صحیفے کے راوی و جادہ ہیں، اس لیے اصحاب الصحیح نے اس سے اجتناب کیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو

بن العاص کی کتاب ان کی اولاد نے ان سے روایت کی اور مزید روایات بھی کیں، اس لیے محدثین میں سے بعض کے نزدیک یہ محل نظر قرار پائیں تاکہ معاملہ خلط ملط نہ ہو جائے۔

المختصر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده کے حوالے سے مغازی و سیرت کی روایات کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ اسی ”صحیفہ صادقہ“ کا حصہ ہو جسے اس جلیل القدر صحابی نے مرتب کیا۔ ان کی روایات حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی کتاب پر دلالت کرتی ہیں۔ مسند الامام احمد کی طرف مراجعت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہ سرمایہ ہے جس کا تعلق اس ”دستور مدینہ“ سے ہے جسے رسول محترم نے ”المہاجرین والانصار“ کے لیے لکھا جس کا ایک حصہ مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی معاملات سے تھا۔ کچھ چیزیں غزوہ بنی المصطلق کے متعلق ہیں، ایک حصہ اس قضیہ سے متعلق ہے جس کا تعلق خیبر سے ہے کہ یہودیوں نے ایک انصاری کو قتل کر دیا، اس میں ساتھ ہی دیت کے مسائل ہیں۔ ایک حصہ فتح مکہ، غزوہ ہوازن، غزوہ تبوک اور حجۃ الوداع سے متعلق ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ پورا سرمایہ نہیں تاہم یہ طے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے مغازی و سیرت رسول کے متعلق لکھا ضرور تھا۔

البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ۴۷ھ میں اس دُنیا سے رخصت ہوئے۔ اُنھوں نے مغازی رسول کے متعلق بہت کچھ املا کرایا۔ امام وکیع نے اپنے والد عبد اللہ بن حنشل سے نقل کیا کہ اُنھوں نے کانے کی چھال پر تحریر یہ سرمایہ حضرت البراء کے پاس دیکھا۔ اور صرف صحیح بخاری کی مراجعت سے یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ ابواسحق السبیعی (۲۹: ۱۲۷ھ) نے حضرت البراء بن عازب سے اس سلسلے میں بہت کچھ نقل کیا، السبیعی نے آپ سے جو نقل کیا اس کی تفصیل بحوالہ بخاری اس طرح ہے۔

ہجرت صحابہ الی المدینہ (رسول محترم کی ہجرت سے قبل) (بخاری حدیث ۳۹۲۴-۳۹۲۵)

فتح الباری ج ۷، ص ۲۵۹

ہجرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بخاری حدیث ۳۶۵۲، ۳۹۰۸، ۳۹۱۷، فتح الباری

ج: ۷، ص: ۸، ۲۲۵، ۲۵۵)

غزوہ بدر (بخاری حدیث $\frac{۳۹۵۵ - ۳۹۵۹}{۳۹۷۰}$ فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۹۰-۲۹۱-۲۹۷)

غزوہ احد (بخاری حدیث ۳۹۸۶ - ۳۰۲۹ - ۴۰۴۳ - ۴۰۶۷ فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۷۷)

(۳۲۹ - ۳۵۵، ۳۶۴ - ج: ۶، ص: ۱۶۲)

قتل ابی رافع الیہودی (بخاری حدیث ۴۵۳۸ - ۴۵۴۵ - ۳۵۴۲ - ۳۵۴۳ فتح الباری ج: ۷،

ص: ۲۲۵ - ۳۴۲ - ج: ۶، ص: ۱۵۵)

غزوہ خندق (بخاری حدیث ۲۸۳۷ - ۴۱۰۴ - ۴۱۰۶ - ۴۱۲۳ - ۴۲۲۷ - ۴۲۲۸ - ۴۲۳۲

فتح الباری ج: ۶، ص: ۱۶۷، ۱۷۰ - ج: ۷، ص: ۳۹۹، ۴۵۵)

صلح الحدیبیہ: بخاری حدیث ۴۱۵۱ - فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۷۱)

عمرۃ القضا (بخاری حدیث ۴۲۵۱ - فتح الباری ج: ۷، ص: ۴۹۹)

فتح مکہ (بخاری حدیث ۴۱۵۰ - فتح الباری ج: ۷، ص: ۴۹۱ - کتاب الاموال لابن عبید

(۱۵۸

غزوہ حنین (بخاری حدیث $\frac{۴۳۱۵}{۲۸۶۴} - \frac{۴۳۱۷}{۲۸۷۴}$ فتح الباری ج: ۸، ص: ۲۷۸-۲۷۹)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت البراء نے مغازی کے سلسلے میں بہت سی معلومات

فراہم کیں گو کہ یہ کہنا ممکن نہیں کہ آپ نے باقاعدہ کوئی کتاب مرتب کی تاہم اس سلسلے میں اہل

روایت سے اس کی ترمیم ضرور سامنے آتی ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہم حتمی طور پر اس کا دعویٰ

نہیں کرتے۔ کیوں کہ زبانی روایات کا اس دور میں بہت رواج تھا۔ اس میدان میں دوسرے

صحابہ کرام بھی ہیں جن میں حضرت مسور بن مخرمہ کا نام ہے کہ انھوں نے مغازی رسول کا سرمایہ

جمع فرمایا۔ لیکن یہ قطعی فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ اس سرمایہ مغازی رسول کو کتابی شکل میں مرتب

کیا گیا۔

تابعین کا دور

صحابہ کے بعد تابعین — وہ حضرات جنہوں نے پہلی صدی میں زندگی گزاری۔ کو جب دیکھیں تو مغازی کے سلسلے میں کتابوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے۔ اہم حضرات -

۱۔ غزوہ بن الزبیر (۲۲ - ۹۳ھ)

۲۔ عامر بن شرجیل الشیبی (۱۹ - ۳۰ھ)

۳۔ مقسم مولیٰ ابن عباس (۱ - ۱۱ھ)

۴۔ ابان بن عثمان (۲۰ تقریباً - ۱۰۰ھ)

حضرت ابان بن عثمان

ابن سعد کے بقول المغیرہ بن عبد الرحمن کے پاس "مغازی ابان بن عثمان" تحریری شکل میں موجود تھی۔ مغیرہ کے صاحب زادے یحییٰ کے بقول ان کے پاس ان کا تحریری سرمایہ حدیث کا نہ تھا البتہ مغازی النبی کا وہ ذخیرہ تھا جسے ان کے والد ابان بن عثمان سے حاصل کیا تھا۔ وہ اسے بہت پڑھتے اور ہمیں اس سے سکھاتے تھے۔ بہر طور ان کے مجموعہ مغازی کا کتب متداولہ میں ذکر نہیں، گویا ان کے تلامذہ نے اس کا اہتمام نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کی زندگی میں اس کی شہرت ہوئی۔

الزبیر بن بکار (۱۷۲ - ۲۵۶) کی روایت ہے کہ امیر سلیمان بن عبد الملک ولی عہدی کے دور میں (۸۲ھ) سفر حج کے لیے آئے۔ مدینہ منورہ حاضری دی۔ بہت سے لوگ ان سے ملے۔ یہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے منسوب مقامات پر گئے۔ وہاں دو گانہ ادا کیا۔ احد بھی جاتا ہوا۔ ان کے ساتھ ابان بن عثمان، عمرو بن عثمان، ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی احمد بھی تھے۔ یہ حضرات قبا، مسجد فضیخ، مشربہ ام ابراہیم وغیرہ گئے۔ سلیمان ان مقامات کی تفصیلات پوچھتا۔ پھر اس نے حضرت ابان سے ان کی تفصیلات قلم بند کرتے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس سب تحریر شدہ سرمایہ موجود ہے۔ میں نے ثقہ لوگوں

سے معلومات فراہم کی ہیں۔ الخ یہ خاصی طویل روایت ہے جس سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں کہ :

- ۱۔ ۷۲ھ سے قبل حضرت ابان نے سیرت النبی میں اپنی تالیف پوری کر لی تھی۔
- ۲۔ اس میں عقبہ اولیٰ، ثانیہ، غزوہ بدر اور دوسرے غزوات کا بطور خاص ذکر تھا۔
- ۳۔ وہ ایک بڑی ضخیم کتاب تھی جس کی نقل کے لیے سلیمان بن عید الملک نے دس رحیمڑوں کا اہتمام کیا۔

۴۔ ابان کی رائے میں حضرات انصار الخلیفہ الراشد، المظلوم الشہید عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت نہ کر سکے، اس کے باوجود ابانؒ نے پوری دیانت داری سے حضرات انصار کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا۔ سلیمان بن عید الملک سے ان کا نزاع بھی ہوا۔ اس لیے اُنھوں نے سلیمان سے کہا: "امیر! قصہ یہ ہے کہ خلیفہ مظلوم کے ساتھ جو ہوا، وہ اپنی جگہ لیکن انصاف کے تقاضے تو پورے کرنے ہی ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابان کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازے کہ اُنھوں نے انصاف کا دامن نہ چھوڑا۔ الشعبی کا جہاں تک تعلق ہے، ان کی کتاب کے اقتباس بہت ہیں اور مقسم مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی معلومات مختلف مصادر میں موجود ہیں۔ اکثر حصہ ضائع ہو گیا تاہم عبدالرزاق الصنعانی نے اپنی تصنیف میں طویل اقتباس نقل کیے ہیں۔ جنہیں ہم آئندہ پیش کریں گے۔

عروہ بن زبیر

اور سیرت مبارکہ کی تالیف میں اُن کا قاندانہ کردار

وہ مبارک ہستی جس کا علم مغازی اور اس کے لکھنے میں بڑا مقام ہے اور جس کے بنیادی قواعد کے وہ گویا مؤسس ہیں، ان کا نام عروہ بن الزبیرؒ ہے (ولادت ۲۲ھ وفات ۹۳ھ) انھیں ایک بلند مرتبت عالم ہوتے کا شرف حاصل ہے اور مدینہ منورہ زادہ اللہ تعالیٰ تہ فکے سات

معروف فقہاء میں سے آپ ایک ہیں۔ آنے والی سطور میں ان کی شخصیت اور خاندان کے متعلق کچھ تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

حضرت عروہ کا خاندان

حضرت عروہ کے خاندان کے بارے میں کتنا چاہیے کہ اسلام سے والستہ خاندانوں میں اس کی حیثیت عطر و روح کی ہے، معزز ترین خاندان جس کے شرف و مجد کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ آپ کے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہو گئے تو آپ نے اپنے خاندانی شرف و افتخار کا امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے سامنے ذکر کیا۔

حضرت عروہ، خلیفہ عبدالملک بن مروان کے سامنے اپنے بھائی کی باتیں کر رہے تھے، یہ ۵۷ھ کا ذکر ہے، آپ نے اس موقع پر ان کی کنیت ”ابوبکر“ کہہ کر ذکر کیا تو حجاج غضب ناک ہو گیا اور کہنے لگا: ”تیری ماں نہ رہے تو ایک منافق کا کنیت سے ذکر کرتا ہے اور وہ بھی امیر المومنین کے سامنے؟“

حضرت عروہ نے فرمایا: ”تم کیسا کہتے ہو؟ تمھاری ماں نہ رہے، تمھیں پتہ نہیں کہ میں جنت کی شہزادیوں کی اولاد ہوں۔ میری ماں اسماء بنت ابی بکر صدیق اکبر ہیں تو میری دادی صفیہ بنت عبدالطلب، (حضور اکرم کی پھوپھی محترما) ہیں، جب کہ میری خالہ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ طاہرہ ہیں، تو میری حقیقی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں (حضور اکرم کی پہلی عظیم المرتبت اہلیہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن۔ حضرت عروہ کے دادا ”العوام“ المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی تھے اور حضرت عروہ کے والد ”الزبیر“ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری۔

حضرت عروہ کے والد گرامی زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا شجرہ نسب یہ ہے: زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ آپ رسول محترم کے ”حواری“ اور آپ کی حقیقی پھوپھی جان حضرت صفیہ بنت عبدالطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں۔ ان دس خوش قسمت افراد میں سے ایک جنھیں اللہ تعالیٰ کے

رسول نے نام لے کر جنت کی بشارت دی اور ان چھ معتد حضرات میں سے ایک، جنہیں سیدنا عمر فاروق اعظم نے اپنے بعد مسئلہ خلافت حل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت عروہ کی روایت کے مطابق وہ ۸ برس کے تھے جب انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلام کی راہ میں انہیں بھی شدید اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کا چچا انہیں باندھ دیتا، دھوئی دیتا لیکن یہ کہتے "میں کفر کی طرف اب کبھی نہ لوٹوں گا"۔ انہیں حبشہ کی ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ البتہ وہاں انہوں نے قیام کم ہی کیا، اور ۸ برس کی عمر میں انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے، ہر غزوہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ شامل ہوئے۔ بدر کی جنگ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوشہ سوار تھے۔ میمتہ (شکر) کا دایاں حصہ آپ اور میسرہ (بایاں حصہ) پر حضرت مقداد بن الاسود۔ خندق والے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کرتے ہوئے دعا دی:

إِثْمَامُ! فَدَالِ ابْنِ وَامِي

تیر چلاؤ۔ میرے باپ اور ماں تم پر قربان۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ

ہر نبی کا حواری ہے، میرے حواری زیر ہیں۔

آپ ہی پہلے خوش قسمت مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار نیام سے باہر نکالی۔ اس سلسلے میں حضرت عروہ کی روایت ہے کہ آپ نے ۸ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، جب آپ ۱۲ برس کے تھے تو کسی بد بخت نے افواہ اڑائی کہ حضور اکرم اس وقت مکہ معظمہ کی بالائی چوٹی پر ہیں اور آپ کو پکڑ لیا گیا ہے۔ آپ تلوار لے کر آئے تو آپ کو کسی نے دیکھا جو پہچانتا تھا کہ کون ہے؟ یس اتنا کہ ایک نوجوان ہے جو تلوار لے کر آ رہا ہے، حتیٰ کہ آپ حضور اقدس کے پاس پہنچ گئے، آپ نے فرمایا۔

زیر تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا کہ مجھے یہ خبر ملی تھی کہ کسی بد نہاد نے آپ کو پکڑ لیا ہے۔

آپ نے پوچھا کہ پھر تم کیا کرتے ؟ عرض کیا اس کو ڈھیر کر دیتا جس نے آپ سے ایسی ناروا جبارت کی ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے اور آپ کی تلوار کے لیے دعا مانگی ۔ اس طرح گویا یہ پہلی تلوار ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں نبیام سے باہر آئی ۔

حضرت زبیر کے نکاح میں ۴۲ نوائیں تھیں ۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ، حضرت اسماءؓ ، جن کے دوپٹے کے ہجرت والی رات دو حصے کیے گئے ۔ ایک آپ نے سر پر لیا دوسرے سے نبی کریم اور اپنے والد گرامی کا زادراہ باندھا ۔ اسی وجہ سے آپ کو "ذات النطاقین" کہتے ہیں ۔

۲۔ حضرت عائکہ ۔ سعید بن زید کی بہن ۔

۳۔ ام خالد بنت خالد بن سعید ۔

۴۔ ام مصعب الکلبیہ ۔

آپ کی اولاد کی تفصیل یہ ہے ۔

عبداللہ ۔ عاصم ۔ عروہ ۔ المنذر ۔ ام الحسن ۔

ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ۔

مُصعب ۔ حمزہ ۔ رملہ ۔ خالد ۔ عمر ۔ عبیدہ ۔ جعفر ۔ خدیجہ ۔ عائشہ وغیرہ ۔

آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کم روایات کی ہیں ، آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا کہنا ہے کہ جس طرح "فلال فلان" حضرات کثرت سے روایات بیان کرتے ہیں اس طرح میں نے حضور اقدس سے روایات بیان کرتے ہوئے اپنے باپ کو نہیں سنا ۔ وہی فرماتے ہیں کہ میں کبھی آپ سے جدا نہیں ہوا ۔ البتہ یہ روایت میں نے سنی ، آپ فرماتے تھے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَ كَا مِنْ النَّارِ ۔

جس نے مجھ پر جھوٹ کہا (میری طرف جھوٹ کی نسبت کی) وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے ۔

"مسند یحییٰ بن مخلد" میں آپ کی ۳۸ روایات ہیں جن میں سے بخاری مسلم میں ۲ روایتیں ہیں

اور صرف بخاری میں سات، ابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد سے صرف تین حضرات کا ذکر کیا ہے جن سے علم مروی و منقول ہے۔ انھوں نے اپنے رسالے میں ایک عنوان قائم کیا۔

تسمیۃ من روی عنہ من اولاد العترة

اور پھر صفحہ عنوان میں حضرت الزبیر بن العوام کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ تین نام لکھے ہیں۔

۱، عبد اللہ بن الزبیر بن العوام

۲، عروہ بن الزبیر بن العوام

۳، مصعب بن الزبیر بن العوام

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومتی وظیفہ قبول نہیں کیا، اور آپ کے پوتے ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر شہید کر دیے گئے تو ہمارے دادا نے رجسٹر سے اپنا نام کٹوا دیا۔ ”جنگ جمل“ کے دوران حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کے مقابلے سے اس وقت واپس ہو گئے جب انھوں نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول یاد دلایا۔

”کہ تو مجھ سے لڑے گا اور میرے ساتھ انصاف نہ کرے گا“

آپ پلٹے تو بد بخت ”ابن جرموز“ نے آپ کو قتل کر دیا۔ یہ رجب ۳۶ھ کا قصہ ہے۔

”ابن جرموز“ جب حضرت زبیر کا سر لے کر حضرت علی کے پاس آیا تو آپ نے اس بد بخت سے کہا ”اے دہقان! اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“ کیوں کہ میں نے رسول اکرم سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ ان قاتل الزبیر فی الناد۔ زبیر کا قاتل جہنم میں جلے گا۔ آپ ان دس خوش نصیب افراد میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے جنت کی خوش خبری دی۔

امام شعبی فرماتے ہیں۔ ”میں نے پانچ سویا اس سے بھی زیادہ صحابہ کو پایا، ہر ایک یہی کہتا تھا کہ علی، عثمان، طلحہ اور زبیر جنتی ہیں۔ امام ذہبی اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک تو وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ پھر بدری تھے۔ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ ان ”سابقون الاولون“ میں سے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔ اور یہ بھی سبب ہے کہ یہ چاروں قتل کیے گئے، انھیں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ اس لیے ہم ان کو محبوب

رکتے ہیں اور جن سیاہ بختوں نے انھیں شہید کیا ان سے بغض رکھتے ہیں۔

حضرت عروہ کی والدہ محترمہ

حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ کی بہن ہیں۔ مہاجر عورتوں میں سے سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہ حضرت عائشہ سے لگ بھگ دس برس بڑی تھیں۔ ان کا تعارف ”ذات النطاقین“ سے ہوتا ہے جس کا سبب وہ خود یہ بیان کرتی ہیں کہ: جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپ کے لیے زادِ راہ کا اہتمام کیا۔ کوئی ایسی چیز اس وقت نہ تھی جس سے کھانے کی اشیا باندھی جاتیں۔ سوائے میرے دوپٹے کے، میں نے اپنے والدِ نرگوار سے عرض کیا تو فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دو اور اسی سے باندھ دو۔ اسی وجہ سے میرا یہ نام پڑ گیا اور معروف ہو گیا یعنی ”ذات النطاقین“۔

حضور اکرم اور حضرت ابوبکر کے سفر ہجرت کے بعد ابو جہل لعین آپ کے گھر آیا اور آپ سے آپ کے والدِ گرامی کا پوچھا تو آپ نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ یہاں سے جا چلے اب معلوم نہیں کہاں ہیں؟ اس بد بخت نے اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے کان سے بالی کر گئی، آپ بہت بہادر خاتون تھیں۔ اپنے خاوند حضرت الزبیر کے ساتھ جنگ یرموک میں شامل تھیں اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو صبر و حوصلہ دلاتیں، جب انھیں حجاج نے گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت اسماء مسجد کے صحن میں تھیں جب حضرت عبداللہ کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ آپ بیٹے کی طرف گئیں تو بیٹے نے عرض کیا اماں! ان جسموں کی کوئی حقیقت نہیں۔ روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، آپ صبر و تقویٰ سے کام لیں۔ آپ نے دلیرانہ جواب دیا، مجھے کوئی پریشانی نہیں، آخر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام جیسے جلیل المرتبت نبی کا سر بھی تہنی اسرائیل کے ایک سرکش کے حکم سے کاٹ دیا۔

گیا تھا۔ ۳۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مہاجر خواتین میں سب سے آخر میں آپ اس دُنیا سے رخصت ہوئیں۔ امام الذہبی کے بقول ان کی روایات ۵۸ ہیں۔ جن میں سے ۱۳ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں۔ جب کہ انفرادی طور پر بخاری میں ۵ اور مسلم میں ۲۷ ہیں۔

عروہ بن الزبیر

خاندان

آپ نجیب الطرفین تھے، عرب کے قبائل اور خاندانوں میں سے اس خاندان کے فرد جو سب سے معزز و مکرم ہے۔ اور جیسا کہ پہلے گزرا، انھوں نے خود فرمایا کہ میں جنت کی شہزادیوں کی اولاد ہوں اور یہ بات آپ نے امیر المومنین خلیفہ عبد الملک بن مروان کے سامنے کہی۔

ولادت

مورخین نے آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ مصعب کہتے ہیں کہ خلافت عثمانی کے چھ برس گزر گئے تھے جب آپ کی ولادت ہوئی۔ ایک رائے ۲۶ھ کی ہے۔ ایک ۲۳ھ کی اور بعض کے نزدیک ۲۲ھ ہے۔ تیسرے اور چوتھے قول میں تو زیادہ فرق نہیں کہ عرب میں بالعموم سال کا ذکر ہوتا تھا، مہینوں کی طرف توجہ نہ جاتی تھی۔

آپ نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ۲۴ھ میں حج کیا۔ (جب کہ آپ بچے تھے اور ماں کی گود میں تھے)۔ جمل کی لڑائی میں چھوٹے ہونے کے سبب شریک جنگ نہ ہوئے۔ ان مختلف نصوص کی روشنی میں ۲۶ھ کی روایات زیادہ قرین قیاس ہے آپ کے والد حضرت الزبیر اسی سفر حج میں یہ رجز پڑھتے تھے جب کہ عروہ ان کی پیٹھ پر سوار تھے۔

ابیض من آل ابی عتیق مبادک من ولد الصدیق

الذہ کما الذہ لدیقی

آل ابی عتیق کا گورا چٹا جوان، حضرت صدیق اکبر کی اولاد میں سے صاحب یرکت

میرے لعابِ دہن کی طرح خوش ذائقہ ۔

حضرت عروہ کا سفر بصرہ

آپ کے صاحب زادے حضرت ہشام کہتے ہیں کہ آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس اُس وقت آئے جب وہ خلافت مرتضوی میں وہاں کے گورنر تھے حضرت عروہ ایک شعر پڑھ رہے تھے ، جس کا مفہوم یہ تھا کہ :

”میں خونی رشتوں کے اعتبار سے اپنے آپ کو بہت قریب محسوس کرتا ہوں اور قرب کے لیے اگر ان کا بھی اعتبار نہیں تو پھر کسی چیز کا نہیں ۔“

حضرت عبداللہ نے حضرت عروہ سے کہا یہ شعر کس نے کہا ہے ؟ انھوں نے جواباً کہا ، ابو احمد بن حنبل نے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا ، تمہیں معلوم ہے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا کہا تھا ؟ انھوں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ آپ نے اس قول کی تصدیق کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ بات بالکل سچ ہے ۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہ بصرہ تشریف آوری کا مقصد ؟ انھوں نے کہا کہ حالات بڑی سنگینی کا شکار ہیں ، عبداللہ نے تقسیم میراث سے انکار کر دیا ہے اور کہہ رہے کہ سات برس تک تقسیم نہ ہوگی حتیٰ کہ والد کا قرضہ ختم ہو جائے ۔ میری اس درخواست کو سُن کر انھوں نے مجھے اجازت دے دی اور میرا حصہ مرحمت کر دیا ۔

حضرت عروہ کی بیویاں

بقول ابن سعد آپ نے چار شادیاں کیں ۔ ان خواتین کے نام یہ ہیں ۔

۱۔ فاختہ بنت الاسود بن ابی البختری ۔

۲۔ ام یحییٰ بنت المحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ۔

۳۔ اسماء بنت سلمہ بن عمر بن ابی سلمہ ۔

۴۔ سودہ بنت عبداللہ بن عمر بن الخطاب ۔

دو آپ کی باندیاں تھیں جن سے آپ کی اولاد ہوئی اس لیے وہ ”ام ولد“ قرار پائیں یعنی

آزاد ہو گئیں ۔

۱۔ واصلہ ۔ مصعب اور ام یحییٰ اسی کے بطن سے تھے ۔

۲۔ ایک دوسری باندی تھیں جن سے ہشام اور صفیہ پیدا ہوئے ۔

آپ نے مصر کا سفر اختیار کیا تو وہاں سات برس رہے اور وہاں ”بنو وعلہ“ کی ایک خاتون سے شادی کی ۔

اولاد

اولاد میں بچے یہ ہیں ۔

محمد ۔ یحییٰ ۔ عثمان ۔ ابوبکر ۔ ان چاروں کی والدہ ام یحییٰ ہیں ۔

عمر ۔ عبداللہ ۔ الاسود ۔ ان کی والدہ فاختہ ہیں ۔

مصعب ۔ ان کی والدہ واصلہ (ام ولد) ہیں

عبید اللہ ۔ ان کی والدہ اسماء ہیں ۔

ہشام ۔

صاحب زادیاں

ام کلثوم ۔ عائشہ ۔ ام عمر

خدیجہ ۔ عائشہ ۔ ان کی والدہ ام یحییٰ ہیں ۔

اسماء ۔ ان کی والدہ سودہ ہیں ۔

ابن قتیبہ نے حضرت عروہ کے بعض صاحب زادگان کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ تو لوگوں میں سب سے بڑھ کر خطیب تھے اور بلاغت کے بادشاہ ۔ محمد ، ایسے خوبصورت نوجوان تھے کہ مردوں میں ان کی مثال نہ تھی ۔ عثمان ایسے خطیب تھے جو حد درجہ ذہین تھے اور ان کی نظیر بھی مدینہ منورہ میں تھی ۔ اسی طرح ہشام فقیہ اور محدث بڑے درجے کے تھے لیکن ان کے ہم پلہ بھی مدینہ میں تھے ۷ اور یحییٰ علم الانساب اور تاریخ میں یگانہ روزگار تھے ۔

عروہ — خدو خال

وہ اپنے جسم و لباس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے، روزانہ غسل ان کی عادت تھی، صاف ستھرا لباس بھی روزانہ پہنتے۔ عیسیٰ بن حفص کی روایت ہے کہ میں نے انھیں موٹے ریشم کے جیبہ میں ملبوس دیکھا، وہ زرد رنگ کی چادر اوڑھتے۔ محمد بن ہلال کہتے ہیں کہ عروہ بن الزبیر اپنی مونچھیں بڑی خوبصورتی سے تراشتے اور ایسا خضاب استعمال فرماتے جو سیاہی مائل ہوتا۔

حضرت عروہ کا جو دو کرم

جب کھجور یک جاتی تو وہ باغ میں ڈیرا ڈال لیتے، لوگوں کے لیے اذن عام ہوتا، وہ آتے، کھاتے اور لے بھی جاتے۔ ارد گرد کے دیہاتی بھی حاضر ہوتے، وہ بھی کھاتے اور اپنے ہمراہ بھی لے جاتے۔ جب آپ اپنے باغ میں جاتے تو اس آیت کا برابر ورد کرتے رہتے۔
 وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

(الکہف: ۳۹)

اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں (تو) کیوں نہ کہا تو نے جو چاہے اللہ (وہی) ہوتا ہے۔

اور باغ سے واپس آنے تک برابر اس کا ورد کرتے رہتے۔ انھوں نے ایک کنواں کھدوایا اور اسے اپنے نام سے موسوم کر دیا۔ مدینے بھر میں اس کا پانی سب سے زیادہ میٹھا تھا۔

حضرت عروہ کا ذوق عبادت

آپ کی عادت تھی کہ نماز بہت طویل پڑھتے۔ حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ گزرے دور کے لوگ نمازیں طویل ادا کرتے تھے۔ حضرت عروہ نے ”عقیق وادی“ میں ایک مکان بنایا تھا، ایک صاحب آپ کے پاس آئے۔ اس میں کچھ ملاحیت تھی، جو نہی نماز ظہر کا وقت آیا اُس نے حضرت عروہ سے کہا کہ میں آپ کے مکان کے اوپر جا کر اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اجازت دے دی تو وہ اوپر چلا گیا اور جب آپ نے ظہر کی نماز ادا کی تو وہ نیچے آگیا اور حضرت عروہ سے کہنے لگا کہ چھت کے اوپر جانے سے میرا بظاہر کوئی مقصد نہ تھا اور نہ ہی ایسی کوئی بات تھی، میں نے آپ کی نماز کی طوالت کا سننا تھا

اسے دیکھنا مقصود تھا۔ ابن شاذب کہتے ہیں کہ حضرت عروہ دن میں ۱۲ حصہ قرآن دیکھ کر پڑھتے اور رات میں اسی کو نماز میں دوبارہ پڑھتے۔ آپ نے اس معمول کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ہاں اس رات ترک ہوا جس رات تکلیف اور بیماری کے سبب آپ کا پاؤں کاٹا گیا۔ آپ کے بیٹے ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ روزہ رکھتے سوائے ان ایام کے جن میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ ان کا انتقال بھی حالت صوم میں ہوا، اور وہ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرنے والے تھے۔ ہشام کی ہی روایت ہے کہ آپ جب کھانا کھاتے یا کوئی مشروب پیتے حتیٰ کہ دوا استعمال کرتے تو یہ دُعا ضرور پڑھتے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا وَاطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَنَعَّمَنَا، اللَّهُ أَكْبَرُ
 اللَّهُمَّ بِذِعْمِكَ يَكُلُ شَرٌّ قَاصِبُحْنًا وَأَمْسَيْنَا بِكُلِّ خَيْرٍ نَسْأَلُكَ تَمَامَهَا وَ
 نَشْكُرُهَا لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ إِلَهَ الصَّالِحِينَ وَرَبِّ الْعَالَمِينَ
 ہر قسم کی تعریف و ثنا کی مستحق اُس رب العزت کی ذات ہے جس نے ہمیں
 ہدایت سے سرفراز فرمایا، ہمیں کھلایا، پلایا اور اپنی نعمتوں سے بہرہ ور کیا۔
 اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔ اسے پروردگار عالم، تیری نعمتوں کے سہارے
 ہر شر سے (بچ کر) ہماری صبح و شام ہوتی اور ہر خیر سے ہم سرفراز ہوتے ہیں۔
 تجھ سے تیرے انعامات کے اکمال کا سوال ہے اور اس بات کی فریاد کہ ہم
 ان نعمتوں پر شکر کریں۔ خیر تو بس تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے سوا کوئی
 معبود نہیں۔ اسے صالح اور نیکو کار لوگوں کے معبود اور ساری کائنات کے
 مربی۔

حضرت عروہ کی شانِ عقبت اور مصائب و آلام پر صبر

حضرت عروہ کے پاؤں میں تکلیف ہو گئی اور پھوٹا نکل آیا۔ آپ اس وقت
 امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کے پاس شام میں تھے۔ ولید نے مشورہ دیا کہ اس پاؤں کو
 کٹوا دیں۔ آپ نے انکار کیا۔ تکلیف بڑھ کر پنڈلی تک پہنچ گئی تو ولید نے پھر کاٹنے کی رائے
 دی اور کہا کہ ایسا نہ کیا تو سارا جسم متاثر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو مان لیا تو جراح کو بلایا

گیا تاکہ وہ اس پاؤں کو کاٹ دے۔ سرجن نے کہا کہ ہم آپ کو ذرا سی شراب پلائیں گے تاکہ آپریشن کی تکلیف محسوس نہ ہو۔ آپ نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں حرام چیز استعمال کر کے عافیت و سکون نہیں چاہتا۔ بہر حال ایک آدمی نے آپریشن کے وقت آپ کو تھامے رکھا اور آپریشن ایسے حال میں ہوا کہ آپ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے اور اللہ رب العزت کی بڑائی بیان کرتے رہے۔ پھر گرم زیتون لوہے کی کٹھالی میں ڈال کر اس سے خون بند کیا گیا۔ اس مرحلے پر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو اپنے چہرے سے آپ پستہ پونچھنے لگے۔ جب کٹا ہوا پاؤں مجالین کے ہاتھ میں دیکھا تو اسے اپنے ہاتھ میں لے کر بلند آواز سے کہا۔ گویا رب العزت کے حضور فریاد کر رہے ہیں کہ ”اُس ذات پاک کی قسم جس نے تیرے سہارے مجھے چلنے کی توفیق دی، وہ خوب جانتا ہے کہ میں تیرے سہارے چل کر کبھی حرام کی طرف نہیں گیا، معن بن اوس کے اشعار بھی اُس وقت آپ نے پڑھے جس میں اُس نے فریاد کے سے انداز میں کہا تھا کہ:

تیری عمر کی قسم، میرا ہاتھ کسی شک والی چیز کی طرف نہیں بڑھا، اور نہ ہی میرا پاؤں کسی فحش و غلط کام کی طرف اٹھا۔ اسی طرح میرے کان اور میری آنکھیں کبھی غلط کاری کا مرکب نہیں ہوئیں۔ نہ میری رائے غلط رُخ پر پڑی اور نہ عقل نے نافرمانی کا رخ کیا۔ وہ گیا ان مصائب کا معاملہ تو میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے پہلے بھی راہِ حق کے ستاروں کو اس قسم کے حالات سے پالا پڑا ہے۔

اس سفر میں آپ کے صاحب زادے محمد آپ کے ہمراہ تھے جو بہت ہی خوب صورت اور جوان رعنا تھے، وہ اصطبل میں گئے تو ایک چوہا پاٹے کی ٹکر سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ اس جان کاہِ صدمے پر حضرت عروہ نے فرمایا۔

لَقَدْ بُقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا اَلْصَّيَا ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ اَخَذْتَ لَقَدْ اَعْطَيْتَ ،
وَ اِنْ كُنْتَ اَيْتَلَيْتَ لَقَدْ عَافَيْتَ ۔

ہم نے اس سفر میں بہت تکلیف پائی، اے اللہ تو نے اسے لے لیا تو دیا بھی تو نے ہی تمنا، تو نے مجھے بتلائے مصیبت کیا تو عافیت بھی تیری ہی طرف سے ہے۔

حضرت عروہ اور اس دور کے سیاسی امور

یہ اتفاق ہے اور بڑا عجیب کہ حضرت عروہ اپنی زندگی کے اوائل میں اپنے دور کے مشکل اور پیچیدہ سیاسی مسائل سے الگ تھلگ رہے۔ جمل کی لڑائی کے وقت تو وہ چھوٹے تھے اس لیے قتال اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے بلکہ ان کے والد حضرت زبیر اور خالہ حضرت عائشہ کے لشکر کی روانگی بھی زیادہ ان کے علم میں نہ تھی۔ اور جب ان کے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے اپنے لیے خلافت کا دعویٰ کیا اور ایک وقت میں حجاز، عراق، یمن اور مصر میں ایک طرح کی کامیابی بھی حاصل کر لی تو اس وقت حضرت عروہ مصر میں مقیم تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب ان کے بھائی عبداللہ بن الزبیر نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے الگ ہونے کا اعلان کیا تھا۔

جب برادر بزرگ کی یزید سے لڑائی ہوئی تو حضرت عروہ بھائی کی صف میں تھے۔ مکہ مکرمہ کے محاصرے کے وقت بھائی کے ساتھ تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ کے قتل و شہادت اور قضیہ کے منٹ جانے کے بعد اپنا اثاثہ لے کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر اسے بھی الوداع کہہ دیا اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس چلے گئے۔ جن دنوں حضرت معاویہ کی حکومت تھی اور عبدالملک مدینہ میں تھے تو اس دور میں ان کے آپس میں گہرے مراسم تھے۔

آپ ایک بے نظیر اونٹنی پر سوار ہو کر شام تشریف لے گئے اور اس سے پہلے کہ حجاج کے نمائندے ان کے برادر بزرگ حضرت عبداللہ کے قتل کی نوید لے کر خلیفہ کے پاس پہنچیں، یہ پہنچ گئے۔ دروازے پر آکر اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ سلام کیا تو خلیفہ نے نہ صرف جواب دیا بلکہ خوش آمدید کہا، معاف کیا اور اپنے ساتھ بلند مقام پر بٹھایا۔ حضرت عروہ نے ایک شعر کے ذریعے خلیفہ سے اپنے قرب و تعلق کا ذکر کیا۔

نمٹ باہامام الیلک قریبۃ ولا قرب للامراہام مالہ تقرب

پھر گفتگو شروع کی حتیٰ کہ حضرت عبداللہ کا ذکر آیا اور ان کی کنیت ”ابوبکر“ کہہ کر ان کا ذکر آیا۔ خلیفہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ قتل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ یہ سن کر خلیفہ سجدہ ریز ہو گیا۔

حضرت عروہ نے کہا کہ حجاج بن یوسف نے انھیں پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی ماں کو دکھانے کی غرض سے ان کا جسم لٹکا دیا۔ خلیفہ نے یہ سن کر حجاج کو لکھا اور سولی پر لٹکانے کے سلسلے میں جو خبر اسے پہنچی تھی اس کو ایک طرح کی زیادتی سے تعبیر کیا۔ اُدھر حضرت عروہ کے دمشق میں موجود ہونے کے زمانے میں ہی حجاج کا پیغام آیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ عروہ نکل گئے اور مال سب لے گئے۔ چنانچہ خلیفہ نے ان سے اس سلسلے میں بات کی۔ حضرت عروہ نے کہا کہ جس شخص سے اس کی تلوار چھین لی جائے اور وہ عزت سے مارا جائے اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ جب خلیفہ نے یہ صورت حال دیکھی اور یہ بات سنی تو اس نے حجاج کو لکھا کہ ان سے اعراض برتا جائے۔

دمشق سے واپسی کے بعد بھی حضرت عروہ کے خلیفہ عبدالملک سے بہت اچھے تعلقات قائم رہے، حتیٰ کہ عبدالملک، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کے سلسلے میں ان کو لکھتا، سوال کرتا اور جواب کی درخواست کرتا تاکہ یہ چیزیں محفوظ ہو جائیں۔ الطبری میں اس سلسلے کی خط و کتابت کے طویل اقتباس موجود ہیں۔ خلیفہ عبدالملک کے بعد جب ولید خلیفہ ہوئے تو حضرت عروہ نے ایک بار پھر دمشق کا سفر کیا۔ یہ ۸۶ھ کی بات ہے۔ اس سفر میں ان کے صاحب زادے محمد ساتھ تھے۔ اس سفر میں ان کے پاؤں کے آپریشن اور بیٹے کی موت کے واقعات پیش آئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت عروہ کی عوام سے لا تعلقی

حضرت عروہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی آخری زندگی کے متعلق تو یہ ثابت ہے کہ انھوں نے عوام سے لا تعلقی سی اختیار کر لی تھی۔ عبداللہ بن حسن کی روایت ہے کہ حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (زین العابدین) اور حضرت عروہ ہر رات کو عشا کی نماز کے بعد مسجد نبوی کے آخری حصے میں بیٹھ جاتے، میں بھی ہمراہ ہوتا۔ وہ بنو اُمیہ کے دور کے حالات پر گفتگو کرتے، ان کے ساتھ اپنے تعلقات بھی زیر بحث لاتے اور یہ بھی واضح تھا کہ وہ ان حالات کی تبدیلی پر قادر نہ تھے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی عقوبت و سزا

کا بھی تذکرہ ہوتا۔ حضرت عروہ، حضرت علی سے کہتے کہ اے علی جو شخص اہل جور سے الگ تھلگ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے کہ ان کا سخت رویہ لوگوں کے اعمال کے سبب سے ہوتا ہے۔ اور وہ ان سے میل بھر کے فاصلے پر ہو پھر انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی اُمید رکھنی چاہیے۔ اس وجہ سے حضرت عروہ شہر کی آبادی سے نکل کر عقیق میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ عبد اللہ بن حسن کے بقول وہ بھی وہاں سے نکل گئے اور ”سویقہ“ میں جا کر مقیم ہو گئے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عروہ نے ”عقیق“ میں مکان تعمیر کر لیا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ مسجد نبوی سے دور ہو گئے؟ حضرت عروہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ مساجد میں تو حقلت عام ہو گئی ہے، بازاروں میں لغو گفتگو کا چلن ہے۔ ان کی گلیوں میں فحش و نافرمانی کا دھندا ہے تو میں نے ان سے الگ تھلگ ہونے میں عافیت سمجھی۔ ان کی موت مدینہ منورہ سے باہر ہی ہوئی۔ انھوں نے اپنی عمر علم کی نشر و اشاعت میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ انھیں مغفرت سے لوازے اور جنت کی وسعتوں میں جگہ عطا فرمائے۔

حضرت عروہ کی وفات

علماء نے حضرت عروہ کی تاریخ وفات کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ ان کی وفات ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں ہوئی۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت عروہ بن الزبیر کی وفات ”تاجیۃ الضرع“ میں ہوئی اور وہیں جمعہ کے دن انھیں دفن کیا گیا۔ یہ ۹۴ھ کا قصہ ہے۔

حضرت عروہ اور ان کی حیات علمیہ

حضرت عروہ کا یہ حال تھا گویا وہ علم کا برتنا ہوا یا دل ہیں۔ ابو نعیم نے حضرت عروہ کی آرزو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”حجر“ میں مصعب بن الزبیر، عروہ بن الزبیر، عبد اللہ بن الزبیر اور عبد اللہ بن عمر جمع تھے، پوچھا گیا کہ ہر ایک کی خواہش کیا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن الزبیر نے تو خلافت کی تمنا ظاہر کی۔ حضرت عروہ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ لوگ مجھ سے علم حاصل کریں۔ حضرت مصعب نے کہا کہ میں عراقی خاتون سے شادی کا متمنی ہوں نیز یہ کہ عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت الحسین دونوں میرے نکاح میں جمع ہو جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر

نے کہا، میری خواہش یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔

ابو نعیم کے بقول، ہر ایک کو اس کی مراد مل گئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حضرت عبداللہ بن عمر کے لیے مغفرت کا بھی یقین ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے قربت قریبہ کے سبب ان کے حصول علم کے ذرائع بھی بہت تھے اور وہ دوسروں کے مقابلے میں لکھنے کے بھی زیادہ عادی تھے۔ حضرت عروہ نے ایک بار اپنے صاحب زادے ہشام سے کہا، تمہیں کیا ہو گیا کہ تم لوگ تعلیم حاصل نہیں کرتے؟ آج تم قوم میں سے چھوٹے ہو، کیا عجب حصول علم کے سبب کل تم قوم کے بڑے ہو جاؤ۔ اور کسی خاندانی بڑے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بڑا ہو اور جاہل ہو۔ میں نے حضرت عائشہ کی موت سے قبل چار مرتبہ تو انہیں حج میں دیکھا اور ان کی رفاقت کی۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر وہ آج اس دُنیا سے رخصت ہوتیں تو مجھے کوئی ندامت نہ ہوتی کیوں کہ ان کے پاس احادیث کے موجود ذخیرے کو میں ان سے محفوظ کر لیتا۔ میرا یہ حال تھا کہ کسی صحابی سے مجھے کوئی حدیث ملتی تو میں اس کے دروازے پر حاضری دیتا، ڈیرہ جما کر بیٹھ جاتا اور اس سے سوال کر کے اپنا علم بڑھاتا۔

حضرت عروہ کے مشائخ و اساتذہ

انھوں نے اپنے والد حضرت زبیر، اپنے بھائی حضرت عبداللہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر، اپنی خالہ حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوالیوب انصاری، حضرت ابو حمید الساعدی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عمرو بن العاص، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت المسور بن مخرمہ، حضرت عمر بن ابی سلمہ، حضرت عبداللہ بن زمرہ، حضرت حکیم بن حزام، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ، حضرت زید بن الصلت، حضرت ام ہانی، حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہن کے سوا اور بہت سے حضرات سے کسب فیض کیا۔ ان کی خالہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان کی تعلیم و تربیت اور ان کی عادات و اعمال کی اصلاح میں بڑا ہاتھ ہے۔ حضرت قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت

عروہ ہم سے علم میں اس لیے پڑھ گئے کہ عزیز داری کے سبب حضرت عائشہ کے یہاں ان کا آنا ہوتا عام تھا۔ اور حضرت عائشہ وہ خاتون تھیں جو لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ ان سے علمی سوالات کرتے۔ حضرت عروہ اس چہرہ صافی سے سیراب ہوئے حتیٰ کہ ان کی سیرابی مثالی ہو گئی۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ کی وفات سے تین سال قبل تک میں سیراب ان سے استفادہ کرتا رہا یعنی ان کے پاس جو علم کے خزانے تھے میں ان کی موت سے تین سال قبل تک انھیں حاصل کرتا رہا۔

حضرت عروہ کے تلامذہ

ان سے ان کے صاحب زادگان یحییٰ، عثمان، ہشام، محمد، عید اللہ نے استفادہ کیا اس طرح ان کے پوتے عمر بن عید اللہ بن عروہ نے استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ الزہری، صفوان بن سلیم، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، علی بن زید بن جعدان، سلیمان بن لیسار، ابوالاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل ان کے اہم ترین شاگرد ہیں۔ پھر ان کے خادم، جمیب، زمیل نے کسب فیض کیا جب کہ ابو بردہ بن ابی موسیٰ، عید اللہ بن عید اللہ بن عقیقہ، تمیم بن سلمہ السلی، سعد بن ایراہیم بن عبد الرحمن بن عوف، سعید بن خالد بن عمرو، صالح بن کیسان، عید اللہ بن ابی یکریم بن محمد بن عمرو بن حزم، ابو الزناد، ابن ابی ملیکہ، عید اللہ بن تیار بن بکر بن المسلمی، عید اللہ الہی، عراق بن مالک، عطیہ بن ابی رباح، عمر بن عبد العزیز، عمرو بن دینار، محمد بن ایراہیم التیمی، محمد بن المنکدر، یحییٰ بن ابی کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ اور بہت سے دوسرے خوش بخت حضرات کو ان سے استفادے کی توفیق میسر ہوئی۔

کتنی ہے خلق خدا تجھے غائبانہ کیا؟

حضرت عمر بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے پڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اور جس چیز کے جاننے کا مجھے خیال آتا اس کو وہ اس طرح جانتے کہ مجھے اپنی جہالت کا احساس ہوتا۔ ابن شہاب الزہری کہتے ہیں کہ میں نے تین حضرات سے علم حاصل کیا۔ ۱۔ سعید بن المسیب سے جو سب سے زیادہ فقیہ تھے۔

۲۔ عروہ بن الزبیر سے ، وہ ایسا سمندر تھے جس کی گہرائی کا علم نہ تھا ۔
(تیسرے بزرگ کا تہن میں ذکر نہیں)

الزبیر بن بکاک کے بقول حضرت عروہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے جن سے رائے لی جاتی۔ ابن سعد کے بقول وہ نہایت درجہ پختہ علم کے مالک تھے ، بکثرت احادیث ان سے مروی ہیں ، فقیرمہ تو ایسے کہ بہت اونچے اور ہر اعتبار سے مامون ، کہ ان پر کسی کو اعتراض نہیں اور پختہ بات کرنے والے ۔ العجلی کہتے ہیں ، آپ مدنی تھے ، ثقہ تھے ، ایسے پرہیزگار انسان کہ فتنوں میں سے کسی چیز سے سروکار نہ تھا ۔ ابن حبان فرماتے ہیں ، مدینہ کے بایسوں میں سے فاضل ترین اور عقل کے منبع حضرت عروہ تھے ۔

حضرت عروہ کا ذوق کتابت

حضرت عروہ کے ذوق علمی پر نظر کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت جلد ہی احادیث و روایات کی کتابت شروع کر دی تھی اور حضرت ام المؤمنین سیدتنا عائشہ کی روایات ان کی حیات مبارکہ میں لکھ لی تھیں ۔ خود ان کی روایت ہے جسے ان کے صاحب زادے حضرت ہشام نے نقل کیا کہ مجھ سے حضرت ام المؤمنین نے فرمایا کہ ”اے بیٹے ، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھ سے جو احادیث سنتے ہو لکھ لیتے ہو ۔ پھر دوسرے انداز کے الفاظ سے بھی لکھ لیتے ہو ، میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے ایک چیز سنتا ہوں پھر کسی دوسرے سے اسی کو اور انداز سے سنتا ہوں ۔ اس لیے دونوں ہی لکھ لیتا ہوں“ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ”کیا معافی میں اختلاف ہوتا ہے ؟“ میں نے عرض کیا بالکل نہیں تو فرمایا کہ پھر کوئی حرج والی بات نہیں ۔“

حضرت عروہ کی کتابیں

یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ انھوں نے خاصی مقدار میں کتابیں جمع کر لی تھیں پھر ساری ہی یا بعض جلدیں ، اور اس کا سبب بعض متفرق عوامل تھے لیکن بعد میں اس پر انھیں افسوس بھی تھا ۔ ہشام کی روایت کے مطابق ”میرے والد نے ”یوم الحرحہ“ میں اپنی وہ کتابیں جلدیں جو فقہ سے متعلق تھیں ۔ بعد میں وہ کہتے کہ وہ کتابیں میرے پاس

موجود ہوتیں تو اس کی اہل و عیال اور مال و متاع سے بڑھ کر خوشی ہوتی۔“

حضرت عروہ کی تدریس

وہ ابواب فقہی کا لحاظ کر کے درس دیتے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے اور میرے بھائیوں کو طلب کرتے اور فرماتے کہ لوگوں کی موجودگی میں تم ہجوم نہ کیا کرو، میں جب تنہا ہوں تو مجھ سے سوال کیا کرو۔ اور ہمارے والد ہم سے روایات بیان کرتے۔ وہ طلاق و خلع سے بات شروع کرتے اور حج و قربانی تک بات لے جاتے۔ اسی طرح مسائل سمجھاتے (گویا ابتدا معاشرتی مسائل سے فرماتے پھر رفتہ رفتہ سارے مسائل پر گفتگو کرتے) ان کے ایک شاگرد امام زہری فرماتے ہیں کہ عروہ کی تدریس کے وقت لوگ ان کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ صرف تدریس و املا پر قناعت نہ کرتے بلکہ طلباء کے ساتھ مذاکرہ بھی کرتے۔ ہشام کے بقول ہمارے والد اسی طرح ہمارے ساتھ روایات پر بات چیت کرتے جس طرح ہم کتاب کو گویا دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عروہ کا املا کرانا

آخری ایام میں اپنی معروف عادت کے خلاف اپنے شاگردوں کو املا کرتے اور خود بھی لوگوں کے لیے لکھتے اور پھر ان سے اس پر بات چیت بھی کرتے۔

کتابت کے بعد معارضہ

حضرت عروہ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ کسی چیز کو خالی لکھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے بعد اس پر نظر ثانی بھی ضروری ہے، اس لیے وہ اپنے شاگردوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے کہ جب تم لکھ لو تو پھر معارضہ کر لیا کرو تاکہ گڑبڑ نہ رہے ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد فرماتے کہ تم نے لکھ لیا؟ میں عرض کرتا، جی ہاں! اس پر فرماتے معارضہ بھی کر لیا؟ میں عرض کرتا کہ نہیں تو فرماتے تم نے پھر لکھا ہی نہیں۔

مختلف علوم و فنون میں عروہ کا مقام اور ان کی وسعت علمی

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معارف کا سلسلہ وسیع تر ہے اور انھوں نے ہر قسم کے علم و فن سے وافر مقدار میں حصہ پایا تھا اور ہمارے لیے یہ درست ہو گا کہ ہم ان کے متعلق

یہ کہیں کہ وہ گویا امام العصر تھے اور ایسے فرد بن کا دائرہ علمی بے حد وسیع تھا۔ یہ کہنا تو ممکن نہیں کہ حضرت عروہ دنیا و مافیہا کے حالات سے واقف و آگاہ تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ علم کے متعلق وہ بہت ہی باخبر اور بڑے وسیع تجربے کے مالک تھے، وہ دین اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے سلسلے میں بڑے مخلصانہ جذبات کے حامل تھے۔ اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے امیر تھے (خلیفہ عبدالملک وغیرہ کے دور میں) تو ان کے دس مشیروں میں سے ایک یہ تھے، لیکن یہ کام وہ بڑے محنتی طریق سے پورے خلوص سے سرانجام دیتے، اور جب تمام معاملات سے ہٹ کر محض علمی سلسلے میں گفتگو کی جائے تو ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ہم ان کے معارف علمیہ کو چار حصوں میں تقسیم کر سکیں۔

۱۔ شعر و شاعری کی معرفت اور ان کی روایت

۲۔ فقہ اسلامی میں ان کا علمی مقام

۳۔ سنت کی نشر و اشاعت میں ان کی خدمات

۴۔ علم مغازی اور تاریخ کے قواعد کے مرتب کرنے میں ان کا قائدانہ رول۔

اس موقع پر اول الذکر تین کے سلسلے میں تو ہم مختصراً گفتگو کریں گے۔ البتہ چوتھے نمبر کے سلسلے میں ذرا تفصیل سے بات ہوگی۔

حضرت عروہ اور شعر و شاعری

ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حضرت عروہ کی طرح شعر کی روایت کرے، یعنی مختلف معاملات میں ان سے استشہاد کرے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے بتلایا کہ یہ فیضان ہے خالہ جان محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ وہ جو بات کرتیں اس پر شعر سے دلیل ضرور لائیں۔ اس معاملے میں حضرت عروہ کا بھی یہی حال تھا کہ ہم نے انھیں دیکھا کہ وہ یکثرت شعر سے مثال لاتے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس جانا ہوا تو انھوں نے قربت قریبہ اور صلہ رجمی کے سلسلے میں ایک شعر ہی پڑھا جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ اور جب وہ شام کی طرف جانے لگے تو طلحہ بن عید اللہ بن عبد اللہ

بن ابی بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ مال سپرد کیا، جو مصعب بن الزبیر کا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ اس کو اپنے پاس بطور امانت رکھ لیں اور طلحہ نے اس کو دفن کر دیا، جب حضرت عروہ نے واپس مانگا تو انھوں نے وہ بنیاد ڈھا کر رقم نکال کر ان کے سپرد کر دی۔ اس پر حضرت عروہ نے مثال دیتے ہوئے کہا۔

فما استخبات فی رجل خبیثاً مکمل الدین او حسب عتیق
ذووالاحساب اکرم ما ثرات واصبر عند نائیة الحقوق
اور جب ان کا پاؤں کاٹا گیا تو اس وقت جو انھوں نے کہا اس کا ذکر پہلے گزر چکا اور مثال کے طور پر یہی کافی ہے۔

حضرت عروہ کے اشعار اور ان کے اقوال

مورخین اور اصحاب تراجم (مذکرہ نگار) نے بعض ایسے اشعار نقل کیے ہیں جو انھوں نے مختلف مقامات پر مختلف اسباب کے تحت کہے۔ ”عقیق“ میں اپنے تو تعمیر شدہ مکان کی تکمیل سے فارغ ہونے پر کہا۔

بنیناۃ فاحسنا بناۃ بحمد اللہ فی خیر العقیق
تراہم ینظرون الیہ شورا یلوح لہم علی وضح الطریق
فساء الکاشحین وکان غیظا لاعدائی و سر بہ صدیق
یرواہ کل مختلف و سار ومعتمد الی البیت العقیق

اور جب حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ انھوں سے معذور ہو گئے تو انھوں نے کہا:

ان تمس عینای فی صدا صا ہما ذنب الزمان وامرکان قد قدرا
فما بذ اللک من عامر اعلیٰ احد اذا اتقی اللہ واستوصی بما امر
فکدم من بصیر یرواہ الناس ذابصر خاف عن الدین اعمیٰ فیہ قد نیر
وقد اعرتہما حتی دنا اجلی واستبدل العیشی بعد الصفوة الکدرا
وانکر الناس دینا ہم و دینہم فکما انکروا من منکر ظہرا
لم یبق لی الاخوان اعر فہم الا قلیلا وقد ابقی لی القذرا

من لا یکفر عن المولی عفا دیہ ولا یعین علی المعروف ان حضی
اور حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کو اس حال میں دیکھو کہ وہ سُہن
عمل کی سعادت سے بہرہ ور ہے تو سمجھ لو کہ اس شخص کی اس نیکی کا سبب اس کی بہنیں ہیں
جو اس کا سبب و ذریعہ ہیں اور بد عملی کا شکار شخص کو دیکھو تو بھی یہی خیال کرو اکیوں کہ ایک
بہن وہ سرمایہ ہے جو بھائی کے لیے نیکی اور برائی دونوں کا باعث بن سکتی ہے ۔

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص دنیوی زیب و زینت اور اس
کے خوش کن پہلو کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کے پاس آئے اور انھیں نماز کی تلقین
کرے اور خود بھی اس کا اہتمام کرے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلاۃ
والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

” اور ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کا جو
سامان برتنے کو دے رکھا ہے تاکہ ہم اس سے ان کو آزمائیں ، آپ اس
ساز و سامان کی جانب آرزو بھری نگاہ نہ کیجیے ۔ (طہ : ۱۳۱)

انہی کا قول ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عام سی بات جو میں کہتا اور اختیار
کرتا ہوں وہ بڑی عزت کا باعث بن جاتی ہے ۔ ان کے صاحب زادے کہتے ہیں کہ میرے
والد نے فرمایا کہ مجھے شرف و کمال سے اسی طرح پیارا اور عشق ہے جس طرح حسن و جمال سے ،
اللہ تعالیٰ نے فلاں قبیلے کی خواتین کو اس طرح طویل القامت اور گورا چٹا بنایا لیکن میں نے
ان کے بدلے فلاں قبیلے کی سیاہ فام اور قصیر القامت کو ان کے شرف و کمال اور اخلاق
کے سبب قبول کیا ۔

فقہ اسلامی اور حضرت عروہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ منورہ کے گورنر بن کر آئے تو انھوں نے مدینہ
کے فقیہہ علمائے دس حضرات کو اپنا مشیر بنایا اور ابتدائی میٹنگ میں ان سے کہا
کہ میں نے آپ کو ایسے کام کے لیے دعوت دی ہے جس پر آپ کو اجر ملے گا اور آپ
اس معاملے میں گویا حق کے رفیق و مددگار ہوں گے ۔ میرا یہ قطعاً ارادہ اور خواہش نہیں کہ

میں آپ حضرات کی اجتماعی رائے کے خلاف کوئی فیصلہ کروں یا آپ میں سے مجلس مشاورت میں سے موجود حضرات کی رائے کے برعکس کروں ۔
یہ دس فقہاء جنھیں مشیر بنایا گیا ، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

- ۱۔ عروہ بن الزبیر
- ۲۔ المقاسم محمد بن ابی بکر
- ۳۔ ابو بکر بن سلیمان
- ۴۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر
- ۵۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقیبہ بن مسعود ۔
- ۶۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر
- ۷۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام
- ۸۔ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ ۔
- ۹۔ سلیمان بن یسار
- ۱۰۔ خارجہ بن زید بن ثابت

ان دس بزرگ حضرات کے تذکرے کے ضمن میں حضرت عروہ کا ذکر کیا گیا ۔ پھر ایک دوسری مجلس کا ”فقہائے سیم“ کے نام سے ذکر کیا گیا ؛ جن میں سے چھ حضرات کے نام پر توافق ہے ، ساتویں رکن کے سلسلے میں اختلاف ہے ۔ بہر حال یہاں مقصود حضرت عروہ کی شخصیت کا تذکرہ ہے اور یہ طے ہے کہ وہ بہر حال فقہائے سبعہ میں سے تھے ۔
حضرت علی بن المدینی نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہر شخص جو فتویٰ دیتا ، اس کی بنیاد تین حضرات تھے ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ پھر انھوں نے ۱۲ تابعی حضرات کا ذکر کیا ہے جو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کی فقہ و اقوال کے مطابق فتویٰ دیتے تھے ، ان میں حضرت عروہ بھی شامل ہیں ۔

سنت کی اشاعت اور حضرت عروہ

حضرت عروہ کے شاگرد امام الزہری فرماتے ہیں کہ عروہ ایک ایسا سمندر ہیں جس کی اقصاء کا پتہ نہیں، اور علم کی مختلف راہوں کی حقیقت جس طرح ان پر منکشف ہوئی اس طرح کا معاملہ کسی دوسرے کا نہیں۔ قبصر میں ذویب کہتے ہیں کہ حضرت عروہ ہم پر اس وجہ سے غالب آگئے کہ قربت قریبہ کے سبب ان کا حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عام آنا جانا تھا۔ حضرت عائشہ سے ان کی رشتہ داری نے حصول و جمع علم اور کتابتِ علم کی وہ آسائیاں پیدا کر دیں جو دوسروں کو میسر نہ تھیں۔ حضرت عائشہ کے علم و فضل کا جہاں تک معاملہ ہے، اس پر کسی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلے میں مختصر ترین اور مفید ترین بات وہ ہے جو حضرت ام المومنین کے متعلق امام ذہبی نے فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں اور خاص طور پر خواتین میں ان سے زیادہ کسی صاحبِ علم کا مجھے علم نہیں، یہی خاتون حضرت عروہ کے لیے ایک عظیم مصدرِ علمی تھیں اور ان کے مربیوں میں سے ایک۔

حضرت عروہ سر اپا خیر تھے، جو دو عطا ان کی عادت تھی، ان سے استفادے کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، لوگ ان کے پاس سماعتِ حدیث کے لیے جمع ہوتے۔ آپ انھیں درس و تدریس کی ترغیب دیتے۔ انھیں علوم اُلاکراتے، اُلاکے بعد چھان پھٹک اور معارفہ کی عادت نے ان لوگوں کو بڑے بڑے محدثین کے مقام پر لا کھڑا کر دیا۔ اس کی ایک عظیم مثال امام زہری ہیں جو ان کے تلامذہ میں سے ایک تھے۔ امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تہذیب الکمال“ میں پچاس سے زائد ان کے عظیم المرتبت شاگردوں کا ذکر کیا ہے جن میں عمر بن عبد العزیز، موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن دینار، ابوالزناد، ہشام بن عروہ، محمد بن المنکدر، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہ جیسے جلیل المرتبت اربابِ علم و فضل شامل ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت عروہ و مغازی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قواعد کی ترتیب و تدوین میں ایک خاص کردار ادا کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ مغازی رسول کے سلسلے میں خلفاء و امراء

اسلام کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے، وہ لوگ اس سلسلے میں اُن سے سوال کرتے، لکھتے اور یہ زبانی اور لکھ کر انہیں جواب دیتے اور ایسا اوقات ان کے سوالات کو اپنی تالیف ”مغازی رسول“ کا حصہ بنا دیتے۔ حضرت عروہ نے تاریخ اسلام کے سلسلے میں بعض خلفائے راشدین کے ادوار کے سلسلے میں بھی گفتگو کی ہے بلکہ لکھا ہے۔ لیکن فی الوقت اس سلسلے میں ہمارے لیے گفتگو مشکل ہے کیوں کہ وہ چیزیں ہمارے پاس محفوظ نہیں^{۳۵} البتہ مغازی رسول کے سلسلے میں کسی قدر تفصیل سے ہم گفتگو کریں گے۔ حضرت عروہ کی ذات اور ان کی روایات سیرت کے سلسلے میں بحث و مباحثہ کرنے والے حضرات کے لیے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، ان میں خاندان بنو امیہ کے خلفاء، امرا اور طالبانِ علوم بھی شامل ہیں۔

حضرت عروہ اور عبد الملک بن مروان کی خط و کتابت

سب سے پہلے تو خلیفہ عبد الملک بن مروان رحمہما اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے جو حضرت عروہ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کے سلسلے میں استفسار کرتے نظر آتے ہیں اور امام طبری نے اس خط و کتابت کی تفصیلات بہت حد تک فراہم کر دی ہیں^{۳۶}۔

ابن ابی ہیندرہ اور ولید کے ساتھ خط و کتابت:

امام زہری کی روایت ہے کہ میں استاد محترم کے پاس گیا تو وہ ابن ابی ہیندرہ کو خط لکھ رہے تھے جو خلیفہ ولید بن عبد الملک کے خواص اور ذمہ دار لوگوں میں سے تھے۔ انھوں نے آپ سے سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱ کے متعلق سوال کیا تھا، جس کا ترجمہ ہے:

”اے ایمان والو! جب آئیں تمہارے پاس مسلمان عورتیں وطن چھوڑ کر تو

انہیں جانچ لو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر جان لو

^{۳۵} اس سلسلے میں ”مجمع الزوائد“ جلد ۶ میں مختلف مقامات پر بعض روایات موجود

ہیں لیکن بوجہ ان سے ہم نے تعرض نہیں کیا۔

^{۳۶} دیکھیں تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۸۱-۳۲۹ - ج ۲، ص ۳۶۶ - ج ۲، ص ۲۱۱-۲۲۲

ج ۳، ص ۵۴-۵۵ - ج ۳، ص ۷۰ - ج ۳، ص ۸۲-۸۳ - ج ۴، ص ۲۱۲

کہ وہ ایمان پس ہیں تو ان کو مست پھیر و کافروں کی طرف، نہ یہ عورتیں حلال ان کافروں کے لیے اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کے لیے اور ان کافروں کو ادا کر دو جو ان کا خرچ ہوا، اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے جب ان کو دو ان کے مہر، اور نہ رکھو اپنے قبضے میں ناموس کافر عورتوں کے اور تم مانگ لو جو خرچ کیا تم نے، اور وہ کافر مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، تم میں فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت عمر بن شہبہؓ نے ”کتاب مکہ“ میں حضرت عروہ کی اس خط و کتابت کو نقل کیا ہے جو ولید بن عبد الملک کے ساتھ ہوئی۔ حافظ ابن حجر اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عروہ نے لکھا۔

اما بعد، آپ نے مجھے لکھا اور مجھ سے واقعہ فتح مکہ کے متعلق سوال کیا ہے۔ آپ نے اس کو اس غزوہ کے وقت کے متعلق لکھا کہ حضور اقدس نصف ماہ وہاں مقیم رہے، اس کے بعد ہوازن و ثقیف کی سرکوبی کے لیے حنین تشریف لائے۔ ہوازن و ثقیف، آپ سے لڑائی کی تیاری میں مشغول تھے، انھیں ان کے رئیس عوف بن مالک نے جمع کیا تھا۔
(فتح الباری ج ۸، ص ۲۵۱)

اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۸، ص ۲۵۱ میں اس خط کا ذکر کیا ہے جو ولید کے نام ہے جس میں حضرت ام المؤمنین سیدتنا و محدتنا خدیجہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ کی وفات کے سلسلے میں ہے۔ یہ تفصیلات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ آپ نے مغازیؓ ہجرت رسول کے سلسلے میں ان خلفاء و امراء کو ان کے سوالات کے جواب میں متعدد خطوط ارسال فرمائے۔

عروہ بن الزبیر اور ان کی کتاب ”المغازی“

یہ بات تو طے ہے کہ ان کے پاس بہت کتابیں تھیں جو انھوں نے ”حروہ کے دن“ جہلا دیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا انھوں نے مغازی رسول کے سلسلے میں کوئی چیز لکھی تھی؟

جواب

واقدی (م ۲۰۷) کہتے ہیں کہ عروہ فقیہ عالم، حافظ (المحدث) مضبوط، ٹھوس اور عظیم انسان تھے، سیرت کے عالم تھے، اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ”المغازی پر کتاب تصنیف کی۔ ابن ندیم نے الفہرست میں ابوحسان الحسن بن عثمان الزیادی (م ۲۴۳ھ) کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عروہ کی کئی کتابیں تھیں، جن میں سے ایک ”کتاب مغازی عروہ بن الزبیر“ ہے، اور یہ کہ ابوحسان ان کی کتاب کے راویوں میں سے ایک امام ذہبی ”سیر اعلام النبلا“ میں ابوالاسود کے تذکرے میں کہتے ہیں کہ ابوالاسود مصر آئے اور وہاں ”کتاب المغازی لعروہ بن الزبیر“ کو بیان کیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے حضرت عروہ سے اس قصے کو روایت کیا۔ پس حضور اور مروان کا ذکر نہیں کیا لیکن انہوں نے اس کتاب کو ارسال ضرور کیا۔ ابن عائد نے اپنی طویل کتاب المغازی میں اس کو نقل کیا اور حاکم نے اکیلے میں ابوالاسود کی روایت سے اسی طرح نقل و ذکر کیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ حضرت عروہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سیرت میں کتاب تالیف کی۔ حاجی خلیفہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بات کی گئی ہے کہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سیرت میں کتاب تالیف کی۔ امام سخاوی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ گویا دوسری صدی سے لے کر اب تک مؤلف حضرات یہی کہتے رہے ہیں کہ حضرت عروہ نے مغازی کے سلسلے میں کچھ لکھا تھا بلکہ مغازی میں باقاعدہ کتاب تالیف کی تھی۔ مارسدن جونز (مشرق) کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ عروہ نے خاص سیرت النبی میں کوئی کتاب لکھی ہو لیکن ابن اسحاق اور واقدی سے یہ بات کثرت کے ساتھ منقول ہے اور یہ اس پر فی الواقع دلالت کرتی ہے کہ عروہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سیرت کو مدون کیا اور اسی شکل میں جو بعد میں معروف ہوئی۔ مارسدن جونز نے بھی جو لکھا اس کی بنیاد ہمارا خیال یہی ہے کہ ان سب باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے کتاب لکھی۔

حضرت عروہ کی کتاب مغازی اور اس کے راوی حضرات

وہ معلومات جو سیرت اور مغازی سے متعلق ہیں، انہیں حضرت عروہ سے ان کے چند تلامذہ نے روایت کیا۔

۱۔ ان میں سے ایک امام زہری ہیں۔ ان کی روایات کے اقتباس مسند احمد، بخاری، الطبری، المعجم الکبیر للطبرانی وغیرہ میں ہیں۔

۲۔ ہشام بن عروہ کی روایات کے اقتباس مسند احمد اور تاریخ الطبری وغیرہ میں ہیں۔

۳۔ یحییٰ بن عروہ، ان کی روایات کے اقتباس تاریخ طبری وغیرہ میں ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ان کے نسخے مختلف ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ مولف برابر تہذیب و تنقیح میں لگے رہتے اور کمی بیشی کا عمل جاری رہتا، اور چونکہ ان حضرات کے نسخے مختلف شکل میں موجود نہیں بلکہ ان کے اقتباسات ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں، اس لیے ان سے متعلق کسی قسم کی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔

۴۔ ابوالاسود (یتیم عروہ)

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت عروہ کی کتاب المغازی کے اس نسخے کے استخراج کی توفیق دی جو ابوالاسود کے حوالے سے منقول و مروی ہے، اس سے متعلق ذرا تفصیل سے ہم بات کریں گے۔ ابوالاسود کی روایت سے اقتباسات مسند احمد، انساب الاشراف للبلاذری، المعجم الکبیر للطبرانی اور دوسری کتب مثلاً دلائل النبوة لابن نعیم، دلائل النبوة للبیہقی اور السنن الکبریٰ للبیہقی میں موجود ہیں۔

کتاب المغازی لعروہ بن الزبیر بروایت ابی الاسود

حضرت عروہ سے ان کے بہت سے تلامذہ نے مغازی سے متعلق روایات نقل کی ہیں لیکن ہمارے پاس ایسی واضح دلیلیں موجود نہیں کہ ہم بتلا سکیں کہ یہ روایات حضرت عروہ سے زبانی نقل ہوئیں یا تحریراً؟ البتہ ابوالاسود کی روایات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ امام ذہبی نے تصریح کی ہے کہ ابوالاسود نے ان سے مصر میں حضرت عروہ کی کتاب المغازی کو باقاعدہ بیان کیا۔ حافظ ابن حجر نے البتہ اسلوب کے حوالے سے اختلاف نقل کیا ہے۔ کہیں انھوں نے کہا ”ابوالاسود فی مغازیہ عن عروہ“ اور کہیں صرف ”مغازی عروہ بن الزبیر“ کہا ہے۔ اس طرح یہ سوال سامنے آجاتا ہے کہ یہ کتاب المغازی ابوالاسود کی محنت شاقہ ہے یا حضرت عروہ کی؟ ہم نے جو نصوص جمع کیے وہ تمام کی تمام ابوالاسود کے طریق سے ہیں جو انھوں نے

حضرت عروہ سے روایت کیں، اس طرح یہ کتاب ابوالاسود کی تالیف بالکل نہیں بلکہ ابوالاسود محض راوی ہیں۔ میں نے اس پر بحث کی ہے کہ قدام کے نزدیک کتاب کی نسبت مؤلف کی طرف بھی ہوتی ہے اور یہ کہ قدام نے کبھی اس طرح کے انداز کو متہم نہیں گردانا، اس لیے وہ کبھی محض راوی کی طرف ہی کتاب منسوب کر دیتے ہیں۔

ابوالاسود سے روایت کرنے والے حضرات

یہ کتاب اسی طرح مشہور ہے کہ ”کتاب عروہ عن طریق ابی الاسود“ اور ابوالاسود سے بہت سے محدثین نے اسے نقل کیا، جن میں

- ۱۔ مصعب بن ثابت ہیں — ان سے مروی روایات دلائل النبوة لابن نعیم اور واقعی میں ہیں۔
- ۲۔ الیث بن سعد — ان کی روایات السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہیں۔
- ۳۔ ابن لہیعہ — واقعہ یہ ہے کہ پوری کتاب انہی کی روایت پر مبنی ہے۔

ابن لہیعہ سے روایت کرنے والے حضرات

ان سے روایت کرنے والے محدثین بھی بہت ہیں مثلاً

- ۱۔ ابن وہب (الدرر لاین عبدالبر)
- ۲۔ عبداللہ بن صالح (المستدرک لحاکم)
- ۳۔ عثمان بن صالح (کتاب الاموال لابی عبید)
- ۴۔ عمرو بن خالد — ان کے طریق و روایت سے الطبرانی، البیہقی اور ابونعیم نے نقل کی۔
- ۵۔ حسان بن عبداللہ۔

ابویعقوب الفسوی نے آخر الذکر تین حضرات سے آگے روایت کی ہے۔ کتاب المغازی کے راویوں کے حالات زندگی کے سلسلے میں ابوالاسود اور ابن لہیعہ پر بات ہوگی۔

ابوالاسود

محمد بن عبدالرحمن بن نوفل بن الاسود بن نوفل بن خویلد القرشی الاسدی المدنی، معروف بہ الامام ابوالاسود یتیم عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کے جد امجد نوفل ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے ہیں۔ انھیں حبشہ کی ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے والد

عبدالرحمن نے ان کے بچپن کے سبب حضرت عروہ بن الزبیر کو ان کا ولی اور سرپرست مقرر کیا۔ اسی وجہ سے ”یتیم عروہ“ ان کا عرف ہو گیا۔ انھوں نے درج ذیل حضرات سے روایت کی ہے۔

بکیر بن عبداللہ الاشج، حبیب مولیٰ عروہ بن الزبیر، سلیمان بن یسار، عامر بن عبداللہ بن الزبیر، عبداللہ بن کیسان، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج، عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر، عبید بن ام کلاب، عروہ بن الزبیر، عکرمہ مولیٰ عبداللہ بن عباس، علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، عمر بن عبدالعزیز، القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، محمد بن عبدالرحمن بن لیث، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر، النعمان بن ابی عیاش الزرقی، یحییٰ بن النضر الانصاری اور دوسرے حضرات۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ان سے درج ذیل حضرات سے روایت کی۔

اسامہ بن زید المیشی، انس بن عیاض المیشی، حیوۃ بن شریح، سعید بن ابی ایوب، شعبہ بن الحجاج، عبداللہ بن لہیعہ، عبدالرحمن بن شریح، عبداللہ بن ابی جعفر، عمرو بن الحرث، اللیث بن سعد، مالک بن انس، محمد بن اسحاق بن یسار، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (یہ ان کے اقران میں سے بھی ہیں) مصعب بن ثابت، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن ایوب المصری، یزید بن عبداللہ بن قسیط (یہ ان کی وفات سے قبل ہی انتقال کر گئے) اور دوسری ایک جماعت۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ابوالاسود مصر تشریف لے گئے اور وہاں حضرت عروہ کی ”کتاب المفازی“ کو (شاگردوں کے سامنے) بیان کیا۔ ابن لہیعہ کا بیان ہے کہ ابوالاسود ہمارے پاس تشریف لائے (ابن بکیر کے بقول غالباً انھوں نے ۱۳۴ھ کے لگ بھگ کہا تھا) یعنی مصر پہنچے۔

ابوالاسود — در حدیث دیگر اہل

ابو حاتم انھیں ثقہ کہتے ہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ابوالاسود ایسے آدمی تھے کہ کبھی تو ان پر عزت غالب ہوتی اور کبھی وہ شمشیر بکف میدان بہاد میں ہوتے اور یہ کہ حج بہت کرتے۔ امام نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے، ابن حبان نے ثقات میں انھیں شمار کیا ہے۔ امام الذہبی بھی ثقات میں شمار کر کے کہتے ہیں کہ وہ صفار تابعین (چھوٹی عمر میں صحابہ کی زیارت کرنے والوں) میں سے تھے۔ واقدی کے بقول بنو امیہ کی سلطنت کے آخر میں ان کا انتقال ہوا اور الذہبی کے بقول ۱۳۰ھ کے چند سال بعد انتقال کیا۔

عبداللہ بن لبعیر بن عقبہ الحضرمی

ولادت ۹۶ھ — وفات ۱۷۲ھ

ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ مصر کے باشندے اور بڑے فقیہ اور مصر کے قاضی تھے۔

ان کے اساتذہ کی فہرست

احمد بن حازم المعازی، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروة، بکر بن سوادہ، بکر بن عمرو المعافری، بکر بن عبد اللہ الاشج، جعفر بن ربیع، الحرث بن یزید الحضرمی، جہان بن واسع الانصاری، الحجاج بن شداد الصنعانی، الحسن بن ثوبان، حفص بن ہاشم، خالد بن ابی عمران، خالد بن یزید الحضرمی، سالم بن ابی النصر، سلم بن عبد اللہ، سلیمان بن زیاد، شریح بن شریک المعافری، صالح بن ابی عریب، الضحاک، عامر بن یحییٰ المعافری، عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم، عبد الرحمن بن زیاد بن النعمان الافریقی، عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج، عبد اللہ بن ابی جعفر، عطاب بن دینار، عطاب بن ابی رباح، عقیل بن خالد، عمرو بن دینار، عمرو بن شعیب، محمد بن عبد اللہ بن مالک الدار، ابوالاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل، یزید بن ابی حبیب اور بہت سے حضرات — رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ان سے روایت کرنے والے حضرات

ان کے پوتے احمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن لبعیر، اسحاق بن میسرہ بن الطیار، اسد بن موسیٰ، سعید بن ابی مریم، سفیان الثوری، شعبہ بن الحجاج، عبد اللہ بن المبارک، عبد اللہ بن وہب، عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی، الاوزاعی، عثمان بن الحكم الجذامی، عثمان بن صالح السمی، عمرو بن الحارث المعمری، عمرو بن خالد الحرانی، قتیبہ بن سعید، لبعیر بن عیسیٰ بن لبعیر، اللیث بن سعد، ابوالاسود النخعی، عبد الجبار، یحییٰ بن عبد اللہ بن بکر — اور بہت سے دوسرے حضرات — رحمہم اللہ تعالیٰ۔

روح بن ضحاح کہتے ہیں کہ ابن لبعیر کی ۷۲ اور اللیث بن سعد کی ۱۲ تابعین سے

ملاقات ثابت ہے۔

ابن لیبعہ کے سلسلے میں ائمہ کی گفتگو

امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن لیبعہ کی حدیث جحد نہیں، میں (ان سے) بہت سنی چیزیں لکھتا ہوں لیکن وہ جو معتبر ہوں، اور وہ اس طرح کہ دوسری روایات ان کی تائید و تقویت کے لیے موجود ہوں۔ انہی کا فرمان ہے کہ مصر میں ابن لیبعہ جیسا کثرت روایت اور ضبط و اتقان میں کون ہے؟ امام ثوری کہتے ہیں کہ ابن لیبعہ کے نزدیک جو احوال ہیں وہ ہمارے نزدیک فروع ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ محدثین نے ان کی کتابوں، ان کی توثیق اور ضعف میں اختلاف کیا ہے۔ سیحی بن عبد اللہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے ۷۰ اصرار میں ابن لیبعہ کی کتابیں جلا دیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی کتب کے جلائے جانے سے پہلے جن حضرات نے ان سے سماع کیا ان کا سماع صحیح ہے اور ابن ابی مریم کہتے ہیں کہ کتابوں کے جلائے جانے سے قبل اور بعد۔ میں بہر حال ان کا اقرار نہیں کرتا (اور نہیں مانتا) احمد بن صالح سے جب رائے لی گئی کہ ان کی کتب کے جلائے جانے سے قبل جس نے ان سے روایات سنی ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے (کتب کے جلائے جانے کے قصے سے) کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اصل یہ ہے کہ ابن لیبعہ بہت صحیح الکتاب تھے۔ انھوں نے اپنی کتابیں نکالیں اور لوگوں کو نقل کرائیں، حتیٰ کہ لوگوں نے نقل کر لیں، جس نے ٹھیک طریق سے ضبط کیا اس کی روایت خوب ہے۔ اطلاق کرنے والوں میں ایسے بھی تھے جو خوب ضبط سے کام لیتے، ایسے بھی تھے جو لکھتے لیکن اہتمام سے نہیں، نہ ہی پھر تصحیح کرتے اور ایسے بھی تھے جو محض آبیٹھتے تھے۔ وہ صرف دیکھتے چلے آتے اور ان کے ساتھ بھی اگر بعض لوگ سن لیتے۔ اس کے بعد ابن لیبعہ نے کبھی کتاب نہیں نکالی، نہ کسی نے ان کی کتاب دیکھی۔ جو لوگ سماع کے لیے آئے تھے وہ جب گئے تو انھوں نے ان سے نسخے تیار کیے جنھوں نے موقع پر لکھا تھا اور پھر اگر ان کے سامنے اسے پڑھا۔ جس نے تو صحیح نسخے سے نقل کی، اس کی حدیث دروایت صحیح ہے، اور جو ایسے نہ تھے ان کے نسخوں میں بہت گڑبڑ رہ گئی۔ امام ابو زرہ سے پوچھا گیا کہ احتراق کتب سے پہلے سماع کرنے والوں کے متعلق آپ کیا رائے ہے تو فرمایا، ابتدا، انتہا برا ہے۔ ہاں ابن المبارک اور اور ابن وہب ان کے اصولوں کی پیروی کر کے ان سے لکھتے تھے۔ انہی حضرات، ابن المبارک اور

ابن وہب کے پاس ان کی روایات تحریری شکل میں موجود تھیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابیہ سے حدیث لکھی ضرور ہے، لیکن ابن وہب برابر لکھتے رہے حتیٰ کہ ابن ابیہ کا انتقال ہو گیا۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہم ابن ابیہ کی روایات نہیں لکھتے تھے یعنی براہ راست بلکہ ان کے بھتیجے اور ابن وہب سے نقل کرتے تھے۔

اسی طرح ان کے متعدد شاگردوں کے پاس تحریری سرمایہ تھا جن کے نام مذکور نہیں۔
ابن ابیہ کے کاتب ابوالاسود النضر بن عبد الجبار المرادی کے پاس تحریری ذخیرہ تھا۔
الاعور کے پاس تھا جن سے عامر نے مستعار لیا تھا۔
عبد الرحمن بن مہدی کے لیے خود ابن ابیہ نے لکھ کر نسخہ ارسال کیا۔
قتیبہ بن سعید، ابیہ بن عیسیٰ، عثمان بن صالح،
اور یحییٰ بن بکیر کے پاس تحریری ذخیرے تھے۔

ابوالاسود کی روایت سے معازی عروہ کے استخراج کا طریق

میں نے مختلف مصادر سے ”ابن ابیہ عن ابی الاسود عن عروہ“ کی روایات جمع کی ہیں اور ابتدا میں اس کی کوشش کی کہ محض اسی سند سے روایات جمع کروں، اور یہ بات کئی ممکن ہے کہ اس کتاب کا ستر فی صد مواد تنہا انہی اسناد سے جمع ہوا ہے۔ پھر غزوات کے معاملے میں میں نے ایسی روایات دیکھیں جو حضرت عروہ کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ نے بھی ذکر کی ہیں۔ ان دو روایات کے بعد جو روایات آئیں ان کو ان کی روشنی میں جمع و مرتب کیا یا صرف موسیٰ بن عقبہ کی روایت ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ ابوالاسود نے بھی اس انداز سے ذکر کیا ہے۔ یہ وہاں ہوا جہاں کوئی روایت کسی قصے کے سلسلے میں حضرت عروہ کی روایت کی مانند ہے۔ ایسی حالت میں موسیٰ بن عقبہ کی روایات سے مدد لی گئی اور ساتھ اشارہ بھی کر دیا، مقصد یہ تھا کہ مصادر و معلومات نقل ہو جائیں۔ روایات لیسٹ یا مصعب بن ابی الاسود کو بہت کم نقل کیا گیا ہے، ان ساری چیزوں کے باوجود یہ بات نمایاں ہے کہ اصل روایات ابوالاسود کی ہیں جو حضرت عروہ سے منقول ہیں۔ بہت کم مقامات ایسے ہیں کہ میں نے بین القوسین () کسی دوسری کتاب سے یا روایت سے کوئی جملہ یا فقرہ بڑھا دیا ہے۔ اس کا مقصد ربط کا اہتمام

یا نقص کا ازالہ ہے۔ بین القوسین جتنے عنوانات ہیں وہ سب البتہ میرے ہیں، اصل کتاب میں نہیں ہیں یہ گئیں تعلیقات تو محض بقدر ضرورت اس پر اکتفا کیا گیا ہے اور حواشی میں بعض مراجع اور مصادر کا ذکر کیا گیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہیں اور مراجع کے ذکر میں، میں نے ان مؤلفین کو مقدم رکھا جنہیں اس فن میں زیادہ درک و مہارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الواقدی مقدم ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اموز، ورنہ حقیقت میں بخاری، بخاری ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

کتاب المغازی کے سلسلے میں بعض فنی مباحث

اسلوب :

عبدالعزیز الدوری کہتے ہیں کہ عروہ کا اسلوب بالکل واضح ہے، اس میں زندگی کی حرارت اور سلاست ہے، مبالغہ تام کو نہیں لیکن اس کے باوجود وہ مؤثر ہے۔ وہ ایک واقعہ کو ایک زندہ تاریخی حقیقت کے طور پر بیان کرتے ہیں اور مسلسل گفتگو کرتے چلے جاتے ہیں۔

آیات قرآنی کا استعمال :

حضرت عروہ آیات قرآنی سے استشہاد بھی کرتے ہیں، مثلاً دیکھیں غزوہ بدر۔

اشعار کا استعمال :

وہ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھار بعض اشعار بھی نقل کرتے ہیں جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ موتہ، غزوة القضا، فتح مکہ، ورقہ بن نفیل کا مرثیہ زید بن عمرو بن نفیل کے موقع پر انھوں نے اشعار کا استعمال کیا۔

النساب کا اہتمام :

حضرت عروہ نے سیرت کے سلسلے میں النساب کا خاص اہتمام کیا ہے۔ جہاں کہیں ایسے نام آئے جو کئی افراد کے ہیں چاہے وہ غزوات سے متعلق ہیں یا شہداء اسے، تو انھوں نے محض نام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تفصیل سے نسب کا ذکر کیا مثلاً وہ کہتے ہیں کہ "ان حضرات کے نام جو عقبہ کی بیعت میں شریک تھے"۔ اب وہ محض "الانصاری" پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر شخص کے صفتی قبیلے اور شاخ کا بھی ذکر کرتے ہیں جیسے "اوس بن ثابت بن المنذر الانصاری" ثم من بنی عمرو بن مالک بن النجار۔ گویا یہ انصار کے اس صفتی قبیلے اور شاخ کے فرد ہیں۔ ویسے

حقیقت یہ ہے کہ اس کا اہتمام حضرت عروہ نے نہیں کیا کہ یہ محض ان کی خصوصیت ہو بلکہ اس کی ابتدا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی، انھوں نے جب دیوان کی ترتیب کا اہتمام کیا تو انھوں نے اس میں قبائل اور ان کی صنعتی شاخوں کا خاص لحاظ کیا جس کی تفصیلات متعلقہ کتب میں موجود ہے جو سیرت سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض تو ہیں ہی انساب پر۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات ایک فرد نہیں بلکہ ان گنت اہل علم و صدق نے بیان کی، یہ حضرات مکہ اور مدینہ زاد صما اللہ تعالیٰ شرفا سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان میں سے بعض کا واقعات بیان کرنے کا انداز بعض دوسرے حضرات سے کہیں بڑھ کر تھا اور سب حضرات کی گفتگو بنیادی طور پر اسی نکتے کے محور پر گھومتی تھی۔ البتہ تفصیلات کی کمی بیشی اپنی جگہ ہے۔ لکھا ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیوان کی تدوین کا اہتمام کیا تو ہدایت فرمائی کہ بنو ہاشم سے ابتدا کی جائے۔ ہاشمی اور مطلبی حضرات کو جو دو عطایں سب سے مقدم رکھا اور جو معمر ہاشمی تھے انھیں مطلبی حضرات پر اہمیت دی، اور جو مطلبی ایسے تھے کہ وہ معمر ہوں انھیں ہاشمی حضرات پر ترجیح دی۔“ اسی اصول کے پیش نظر دیوان مرتب ہوا اور ان کو ایک قبیلے کے افراد کے طور پر جو دو بخشش سے نوازا۔ عبد شمس اور نوفل کا معاملہ نسب کے اعتبار سے ایسا تھا کہ اس میں برابری تھی اور خارجی دلائل ترجیح کے لیے نہ تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ”عبد شمس“ پدری اور مادری دونوں طرف سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھائی بند ہیں، جب کہ نوفل کا یہ معاملہ نہیں، اس لیے عبد شمس کو مقدم رکھا گیا۔ پھر آپ نے بنو نوفل کو بلا کر انھیں ان کے بعد رکھا۔ اسی طرح عبد العزیٰ اور عبد الدار کا معاملہ بظاہر یکساں تھا بنو اسد بن عبد العزیٰ کے معاملے میں آپ نے کہا کہ وہ حضور اقدس کے سسرالی عزیز ہیں اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو اخلاقی برتری کے حامل ہیں۔ بعض کے بقول ان میں وہ لوگ تھے جنھوں نے معاہدہ حلف الفضول میں ایک کردار ادا کیا تھا اور حضور اقدس بھی اس میں شریک تھے اور اس کے مداح۔ ان اسباب کے تحت آپ نے انھیں بنو عبد الدار پر ترجیح دی اور بنو عبد الدار کو ان کے بعد مقام بخشا اور ”زہرہ“ قبیلے کے افراد کو بنو عبد الدار کے بعد رکھا گیا۔ قبیلہ تیم اور مخزوم کا معاملہ برابر تھا تو بنو تیم کو بلند اخلاقی کا مالک ہونے،

حلف الفضول میں شریک ہونے اور حضور اقدس سے سسرالی عزیزداری کے سبب مخزومیوں پر ترجیح دی۔ پھر مخزومیوں کا نمیر آیا۔ اس کے بعد بنو سہم، بنو جحج اور بنو عدی بن کعب کا معاملہ یکسانیت کا تھا تو فرمایا کہ بنو عدی سے ابتدا کرو۔ اور فرمایا کہ مجھے اپنی ذات کے معاملے میں اپنے مقام کا اقرار ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے ہمارا اور بنو سہم کا معاملہ یکساں ہے البتہ بنو جحج اور بنو سہم کے معاملے پر غور کر لو۔ بہر حال بنو جحج کو مقدم رکھا گیا پھر بنو سہم کو۔ اور عدی اور سہم کا دیوان ملا جلا تھا۔ اس معاملے سے فارغ ہو کر آپ نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا، ”ہر قسم کی تعریف و ثنا کی مستحق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے میرے حصے کو اپنے رسول کے حصے سے ملا دیا۔ پھر بنو عامر بن لوی کو بلایا۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن الجراح الفہری نے جب دیکھا کہ کون کون ان سے مقدم ہے تو کہا کہ کیا آپ نے سبھی کو ہم سے مقدم کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس طرح میں نے صیر سے کام لیا ہے، ایسے ابو عبیدہ تم بھی صیر سے کام لو یا اپنی قوم سے یا تہ چیت کرو (جو بنیادی طور پر سب قریشی ہیں) جو آپ کو اپنے اوپر ترجیح دے گا میں منع نہ کروں گا، جہاں تک میرا اور بنو عدی کا تعلق ہے تو ہم آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ آگے چل کر حضرت معاویہؓ نے بنو الحارث بن فہر کو مقدم کر دیا۔ انھیں بنو عبد مناف اور اسد بن عبد العزیٰ سے ملا دیا اور بنو سہم اور عدی کا معاملہ مہدی عباسی کے دور میں مختلف ہو گیا اور وہ الگ الگ ہو گئے، اس پر مہدی کے حکم سے بنو عدی کو بنو سہم پر ترجیح دے دی گئی اور تلافی مانا نہ کر دی گئی۔ (یہ تفصیلات السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ میں ہیں) یہ تفصیلی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انساب کی کتابت اور دیوان کی ترتیب کے سلسلے میں اس کی اہمیت کا سلسلہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے ہوا اور اس پر حضرات صحابہ کرام نے اتفاق فرمایا۔ اس لیے یہ حضرت عروہ کی جدت نہیں بلکہ یہ پہلے سے جاری ایک مفید عمل ہے اور ظاہر ہے کہ کتاب المغازی اس کے بعد آئی ہے۔ اس میں حضرت عروہ نے سابقہ روایت کے مطابق اس کا اہتمام کیا کہ جو نام جنگوں کے شرکا، بیعت عقبہ اور دوسرے اہم امور میں مشترک تھے، ان کی تمیز کی غرض سے انھوں

نے تفصیلی طور پر نسب کا حوالہ دے دیا۔

اسناد کے استعمال میں حضرت عروہ کی قلت پسندی :

ایک عجیب بات یہ ہے کہ مغازی عروہ کے سلسلے میں ابوالاسود کی روایات۔ غالباً ساری کی ساری۔ اسناد سے خالی ہیں۔ الزہری نے جو روایات کی ہیں، ان میں انھوں نے اسناد کا ذکر کیا ہے حالانکہ وہ ولادت و وفات کے اعتبار سے مقدم ہیں۔ جو روایات کتب احادیث میں خود حضرت عروہ سے منقول ہیں ان میں اسناد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا سبب کیا ہوا؟ کیا اسناد کا اسلوب حضرت عروہ سے متاخر ہے یا ان کے دور میں ان کا استعمال کم ہوتا تھا؟ اس پر میں نے دوسری جگہ تفصیل سے بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسناد کی تفصیل کا معاملہ کتب سیرت کے خاص اسلوب سے متعلق ہے، سیرت رسول کے جو واقعات مسائل دینیہ اور فقیہیات سے متعلق ہیں ان میں تو اسناد کا پوری طرح اہتمام ہے، دوسرے واقعات دونوں طرح منقول ہیں۔

حضرت عروہ کی سیرت کے سلسلے میں اسناد کا جمع کرنا :

یہ تو ظاہر ہے کہ سیرت کی روایات کی جمع و کتابت اور ان کی اسناد کو انھوں نے ذکر کیا اس کے بعد متن کا ذکر کیا تاکہ اس سے واقعات کی صحیح صحیح صورت سامنے آسکے گو کہ یہ چیز ابوالاسود کے یہاں موجود نہیں اور زہری کے یہاں ہے جو زمانہ اور علم کے اعتبار سے ابوالاسود سے بہر حال مقدم ہیں۔ اس کی مثال دیکھیں۔ زہری عن عروہ عن مروان و المسور بن مخرمہ۔ آخر کے دونوں حضرات، تفصیلات میں کم و بیش ہیں۔

دوسری مثال۔۔۔۔۔ معمر قال الزہری، اخبرنی (مجھے خبر دی) عروہ بن الزبیر عن المسور بن مخرمہ و مروان بن الحکم، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی روایت کی پوری پوری تصدیق کرتا ہے، اسی سبب سے ابن اسحاق اور الزہری اس معاملے میں بازی لے گئے ہیں۔

ابوالاسود کی روایت سے کتاب المغازی کا علمی مقام :

اصطلاحات حدیث کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں تو تمام روایات مرسل نظر آتی ہیں اور مرسل حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”دلائل النبوة“

میں اس پر بات چیت کی ہے اور بتلایا ہے کہ حدیث ضعیف یہ کس طرح ہے اور کتاب مغازی میں ان سے استفادہ کب ممکن ہے ؟ ان کا کتا ہے اخبار مرویہ تین قسم پر ہیں ۔
 پہلی قسم وہ ہے جس کی صحت پر محدثین متفق ہیں ۔
 دوسری قسم وہ ہے جن کے ضعف مخرج پر اہل علم کا اتفاق ہے ۔
 اس کی پھر دو قسمیں ہیں :

ایسے راوی کی روایت جو احادیث وضع کرنے اور ان میں جھوٹ بولنے میں معروف اور مشہور ہیں ، اس قسم کو امور دین کی کسی شکل میں استعمال نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ اس کی باقاعدہ تصریح کر دی جائے ، اور بطور وضاحت اس کا ذکر ہو ۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ”جو شخص مجھ سے کوئی روایت بیان کرتا ہے اور جھوٹ سے واقف ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے“

دوسری قسم ان راویوں کی روایات کی ہے جو احادیث گھڑنے کے ساتھ متعم نہیں ، ہاں ان کا حافظہ درست نہیں اور وہ غلطیاں بہت کرتے ہیں یا ایسے مجہول ہیں کہ ان کی عدالت ثابت نہیں اور ان کی خبر کی قبولیت کی شرائط بھی ثابت نہیں جو قبولیت کا باعث بن سکیں یہ قسم احکام میں مستعمل نہیں جیسا کہ اس طرح کے افراد کی شہادت عدالت کے یہاں مقبول نہیں ۔ البتہ دعوت ، ترغیب ، ترہیب ، تفسیر ، مغازی کے وہ حصے جو احکام سے متعلق نہیں ، ان میں یہ روایات مستعمل ہیں ۔

عبدالرحمن بن ہدی کہتے ہیں کہ جب ہم ثواب ، عقاب اور فضائل اعمال کے سلسلے میں روایات کرتے ہیں تو اسناد کے سلسلے میں ہم تساہل سے کام لیتے ہیں اور افراد کے معاملے میں بھی تسامح سے کام لیتے ہیں اور جب حلال و حرام سے متعلق روایات ہوں یا احکام سے متعلق ، تو ہم اسناد میں تشدد سے کام لیتے ہیں اور افراد کا بھی خوب جائزہ لیتے ہیں ۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ ایسے افراد جو ثقہ نہیں ان کی تفسیری روایات میں تساہل سے کام لے لو ۔ جیسے لیث بن ابی سلیم ، جوہر بن سعید ، الفخاک ، محمد بن السائب الکلبی ، یہ وہ لوگ ہیں کہ احادیث کے سلسلے میں ان کی تعریف ممکن نہیں ، لیکن تفسیری روایات ان سے

لکھی جاتی رہی ہیں۔ امام بیہقی کہتے ہیں، ایسے لوگوں سے اخذ تفسیر میں اس لیے حرج نہیں کہ جو یہ تفسیر بیان کریں گے لغت عرب اس کی شہادت کے لیے موجود ہوگی اور ان کا کام محض جمع و ترتیب ہوگا۔ العباس بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا۔ وہ ابو النضر ہاشم بن القاسم کے دروازے پر تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اے ابو عبد اللہ، موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن اسحاق کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو فرمایا کہ موسیٰ بن عبیدہ میں اور تو کوئی بات نہیں البتہ انھوں نے عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سند سے بہت سی منکر روایات بیان کی ہیں۔ گویا وہ ناپست دیدہ ہیں۔ رہ گئے محمد بن اسحاق تو وہ ایسے شخص ہیں جنہوں نے مغازی وغیرہ پر لکھا ہے۔ البتہ حلال و حرام سے متعلق جیب کوئی چیز تیرے پاس آئے تو پھر ہم ایسی قوم کا اعتبار کرتے ہیں۔ اس موقع پر ابو الفضل یعنی العباس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چار چار انگلیاں بند کر لیں اور انگوٹھا بند نہیں کیا۔ اس سے محاورہ مقصد خوب چھان پھٹک ہے۔

تیسری قسم ان احادیث کی ہے جن کے ثبوت کے سلسلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات انھیں ضعیف کہتے ہیں۔ اس کا سبب بعض راویوں کی کھلی جرح ہوتی ہے جب کہ بعض دوسرے ان پر اس طرح جرح نہیں کرتے۔ یا راویوں کے حالات سے بعض لوگ واقف ہوں بعض نہیں، یا جس سبب سے بعض نے جرح کی۔ اسی سبب سے دوسرے جرح نہ کریں یا ایسا ہو کہ ایک ہی سند میں بعض کے نزدیک انقطاع ہے بعض کے نزدیک نہیں، یا بعض نے ایک متن میں کچھ الفاظ ذکر کیے بعض نے نہیں۔ یا ایک شخص نے ایک سند کو دوسری میں گڈنڈ کر دیا۔

یہ جتنے اسباب گنوائے گئے، ان کے پیش نظر اہل علم پر لازم ہے کہ وہ اختلافات کو خوب دیکھ لیں اور جائزہ لے لیں، اور قبول و رد کے سلسلے میں خوب معرفت حاصل کر کے کسی بات کو اختیار کریں اور صحیح ترین بات کو لے لیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات توفیق الہی کے بغیر ممکن نہیں۔

مرسل روایات کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہر ایسی حدیث جس کو کسی تابعی یا

جمع تابعی نے براہ راست رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو اور دبیانی لڑی کا ذکر نہ کیا ہو وہ دو قسم پر ہے۔ پہلی قسم ان روایات کی ہے جنہیں ہم احکام تک میں تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس کی شکل یہ ہے کہ کیا تابعین میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔ ان کے ذکر و تذکرہ کے ساتھ ان کی ثقاہت و عدل سامنے آجائے یا اس کی تائید و تاکید کے لیے دوسری روایت مرسل ہی موجود ہو یا صحابہ علیہم الرضوان میں سے کسی کا قول موجود ہو یا اہل علم میں سے کچھ حضرات نے اس کی تائید کی ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جو احکام میں قابل قبول نہیں البتہ دعوات، فضائل اعمال، مغازی اور ایسی چیزوں میں قابل قبول ہیں۔ یہ وہ روایات ہیں جو متاخرین تابعین سے منقول ہوں۔ ہر ایک انہیں پہچان نہ سکے اور اہل علم کے یہاں اپنے مخارج و مصادر کے اعتبار سے یہ ضعیف گردانی جاتی ہوں۔ ایسی ماسیل احکام کے علاوہ دوسری جگہ قبول کر لی جاتی ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ احادیث ضعیفہ اور مرسلہ سے دعوت، ترغیب، ترہیب تفسیر اور مغازی میں استفادہ ممکن ہے بشرطیکہ کہ کوئی حکم ساتھ متعلق نہ ہو۔

البتہ یہاں ایک دوسری شکل درپیش آئے گی اور وہ یہ کہ یہ کتاب ابن لمیعہ کے حوالے سے منقول ہے اور ابن لمیعہ سوء حفظہ کے ساتھ معروف ہیں۔ اس لیے یہاں تو ضعف ہی ہوگا ہاں اگر ان سے روایت کرنے والے عبد اللہ بن المبارک یا عبد اللہ بن وہب جیسے حضرات ہوں تو الگ بات ہے، اور یہ کتاب نہ تو ابن وہب سے مروی ہے نہ ابن مبارک سے بلکہ عمرو بن خالد وغیرہ سے مروی ہے۔ اس لیے یہاں روایت بھی ضعیف اور قصہ بھی ضعیف الّا یہ کہ دوسری سند سے اس کے ساتھ موجود ہو جو اس جیسی یا اس سے بڑھ کر ہو پھر بات بنے گی۔ اسی لیے ہم البیہقی کو دیکھتے ہیں کہ وہ جگہ جگہ یہ کہتے ہیں۔

اس روایت میں ابن لمیعہ ہے جس کی حدیث حسن ہے اور خود اس میں ضعف ہے یا اس روایت میں ابن لمیعہ ہے خود اس میں ضعف ہے لیکن اس کی حدیث حسن ہے یا اس روایت میں ابن لمیعہ ہے وہ حسن الحدیث ہے گو کہ اس میں ضعف بھی ہے مثلاً

شہدائے بدر کے ناموں کے ضمن میں ہے۔

یہ وہ نام ہیں جنہیں عروہ بن الزبیر نے بیان کیا۔ اب میں انہیں ذکر کرتا ہوں

اس کی سند میں ابن لمیعہ ہیں وہ ضعیف تو ہیں لیکن ان کی حدیث حسن ہے کیوں کہ اس کے ساتھ اور شواہد ہیں۔ ایک شاہد یہ کہ اکثر نام وہی ہیں جنہیں نہ ہری نے بھی ذکر کیا۔ الخ

مزید فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ حضرت عروہ کی اسناد میں ابن لمیعہ ہیں۔ ان کی احادیث حسن ہوں گی جب کہ دوسری سند اس کی تائید کے لیے موجود ہو اور واقعہ یہی ہے کہ امام نہری کی روایات تائید کے لیے موجود ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ الیہشی کا کلام یہاں محل نظر ہے۔ محدثین نے احادیث مرسلہ کی تقویت کی شرائط میں لکھا ہے کہ دوسرے راوی کا شیخ اور پہلے راوی کا شیخ (استاذ) الگ الگ ہونے لازم ہیں جب کہ یہاں ایک ہی شیخ ہیں یعنی ”عروہ“ اس لیے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے وہی حال رہے گا اور یہی کہا جائے گا کہ مرسل روایات مکرر آئی ہیں، لیکن اسی شیخ کے حوالے سے، اس طرح ابن لمیعہ کی روایات کا وہی حال رہے گا۔ باوجودیکہ نہری سے بھی وہ منقول ہیں کہ اوپر کا شیخ مشترک ہے۔ اس کے باوجود المغازی اور السیر میں انہیں قبول کیا جائے گا اور کیا جاتا رہا ہے جب کہ کوئی حکم ساتھ متعلق نہ ہو۔ اور جب حکم کی بات ہوگی وہ ثابت ہو یا منقہ یا عقائد کا معاملہ ہو تو پھر صحیح حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا۔ اس باب میں ہم ابن کثیر کو دیکھتے ہیں جو عثمان الجزری عن مقسم عن ابن عباس کی روایت کو حسن کے طور پر پیش کرتے ہیں، جب کہ اس کا حال تار عنکبوت کا ہے۔ عثمان الجزری وہ ہے جس کے متعلق ابن عدی نے کہل ہے کہ:

”یہ وہ شخص ہے جو اکثر غلطیاں کرتا اور ایک قوم نے اس کو صدق پر مچولی کیا ہے، لیکن اس کی اغلاط کثیرہ کے سبب اسے ضعیف قرار دیا، اور اس ضعف کے باوصف اس کی احادیث کو لکھا۔ لکھنے والے جانتے ہیں کہ یحیی القطان اور ابن المبارک جیسے محدثین اور علمائے رجال نے اس کو ترک کر دیا ہے اور الجوز جانی نے اس کو جھوٹا بتلایا ہے۔“

یہ تفصیل اس پر دلالت کرتی ہے کہ محدثین سارے یا بعض مغازی میں تو روایات قبول کر لیتے ہیں لیکن ایسوں کی روایات احکام اور حلال و حرام میں قبول نہیں کرتے۔

کتاب المغازی کے مباحث

حضرت عروہ نے جن مباحث کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تعلق غزوات الہی سے ہے، بعض سرایا و جمع سریہ، ایسی جنگی مہم جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو امیر بنا کر بھیجا ہے اور حضور اقدس کی حیات مبارکہ کے بعض دوسرے پہلوؤں سے اگر ان روایات میں نقص ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عروہ کی ”کتاب المغازی“ مستقلاً دنیا میں ناپید ہو گئی اور وہ اکثر کتابیں ضائع ہو گئیں جنہوں نے اہتمام کے ساتھ اس کے اقتباسات نقل کیے تھے جیسے تاریخ الفسوی (جلد اول) دلائل النبوة لابن نعیم الاصبہانی، مغازی ابن عائد۔

(دوسری روایت سے) حتیٰ کہ دلائل النبوة للبیہقی کے مخطوطے سے کما حقہ میں استفادہ نہیں کر سکا کہ اس کا غالب حصہ ایسا ہوجھا ہے کہ اس سے استفادہ ممکن نہیں۔ بہت سی معلومات اس طرح حوادث کی نذر ہو گئیں۔ مثلاً مؤلف علام رحمہ اللہ تعالیٰ استقبال وحی کے سلسلے میں حضور اقدس کو طیار کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وقائع کو ذکر کیا۔

یدع الوحی اور حضرت خدیجہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا ورضوانہ کا موقف، حضرت خدیجہ کی جناب ورقہ بن نوفل سے ملاقات۔ امر صلاۃ کی ابتدا، حضور اقدس کو حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے وضو اور صلاۃ کی کس طرح تعلیم دی۔ پھر آپ نے ان کی حضرت خدیجہ کو کس طرح تعلیم دی، پھر آپ نے اپنی قوم اور دوسرے حضرات کو اسلام کی کس طرح دعوت دی، اس دعوت کا اہل مکہ پر کیا اثر ہوا، پھر قریش نے آپ کی طائف سے واپسی پر کیا رویہ اختیار کیا اور دعوت کے راستے میں حضور اقدس کو اہل مکہ کے ہاتھوں کن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑا (حالانکہ ظاہر ہے کہ اس ضمن میں بہت سے اہم واقعات اور بھی ہیں لیکن مرور ایام سے علمی جواہر پارے ضائع ہو گئے اس لیے محض اسی پر اکتفا کیا گیا) پھر حضرت عروہ نے حبشہ کی پہلی ہجرت کا ذکر کیا اور مہاجرین کے نام بھی گنوائے، دعوت رسول کے سلسلے میں آپ کے تصلب و پختگی پر قریش کے موقف کا ذکر کیا۔ پھر یہ بتلایا کہ بعض مہاجرین اس لیے واپس آ گئے کہ مکہ میں اشاعت اسلام کا معاملہ ان کی معلومات کے مطابق پھیل گیا اور اہل مکہ مسلمان ہو گئے۔ جب

کہ اصل بات "تلك الغر ائبق العلی" والی تھی (جس کا ذکر کتاب میں آئے گا) پھر مسلمان ہجرت کر کے بار در گرجہ گئے اور کفار نے ان کی واپسی کی غرض سے النجاشی کے پاس وفد بھیجا۔ وفد کی اور حضرت جعفر کی نجاشی سے بات چیت ہوئی، جو بہت مطول اور مفصل بحث ہے۔ پھر شعب بنی ہاشم میں بنو ہاشم اور بنو المطلب کی امیری کا ذکر ہے۔ پھر اس دستاویز کے ضائع ہونے کا بیان ہے۔ پھر اس کی بحث ہے کہ حضور اقدس دوسرے قبائل کے پاس تشریف لے گئے۔ اس ضمن میں تفصیل سے طائف جانے کا تذکرہ ہے اور اس کا ذکر کہ آپ نے ثقیف کے سادات سے کیا بات کی؛ انھوں نے اپنی جہالت کے سبب آپ کو کس طرح اذیت پہنچائی۔ اس ضمن میں "عداس" نامی نصرانی غلام کے قبول اسلام کا قصہ ہے۔ پھر حدیث اسرار و معراج کا محض اشارہ ذکر ہے۔ بعد میں ممکن ہے مفصل روایات ہم پالیں۔ پھر الانصاء سے آپ کی ملاقات اور انھیں دعوت اسلام کا تذکرہ ہے اور اس بات کا کہ انھوں نے آپ سے ایسے داعی مانگے جو دعوت اسلام کا مدینہ میں کام کریں اور یہ کہ آپ نے مصعب بن عمیر کو اس مقصد کے لیے بھیجا، پھر مدینے میں اسلام کی دعوت پھیلنے کا ذکر ہے۔ بعد ازاں عقبہ اخیرہ کی بیعت مفصل مذکور ہے۔ بیعت کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی ہیں، اصحاب رسول کی ہجرت مدینہ کا تذکرہ ہے۔ پھر خود آپ کا سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت فرماتے کا قصہ نقل ہے اور بعض ان تدابیر کا ذکر ہے جو آپ نے سفر ہجرت کو چھپانے کی غرض سے کیں۔ بعد ازاں غزوہ بدر کے مبادی کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی عاتکہ کے خواب اور اس کے پھیل جانے اور ابو جہل کے موقف کی تفصیل ہے۔ اس کے بعد غزوہ بدر کی تفصیلات ہیں اور ان مہاجرین و انصار کا ذکر کیا ہے جنھوں نے اس مبارک جنگ میں شرکت کی۔ حضرت غزوہ نے تنہا ناموں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قبائل اور ان کی ضمنی شاخوں کا ذکر کیا ہے۔ پوری کتاب میں ان کا یہی طریق ہے، اسی لیے یہ کتاب بعد میں مرتب ہونے والی کتاب سیرت کا مرجع قرار پائی۔ بدر کے ضمن میں عدم شرکت کے باوصف جن حضرات کو غنیمت میں حصہ ملا، ان کا ذکر ہے بعد میں غزوہ السویق، کعب اشرف یہودی کے قتل، غزوہ بنی النضیر اور غزوہ احد کا تاریخ نسبت مفصل ذکر ہے۔

پھر شہدائے احد، غزوہ صحرا^۱، الاسد، بعث الرجب (تفصیل سے) غزوہ بیر معونہ، اس کے شہدا اور غزوہ بدر (ثانی) کا ذکر ہے۔ پھر غزوہ خندق کا ذکر ہے اور اس بات کا کہ یہود نے عرب کے قبائل از قسم قریش، غطفان، خزاعہ اور بنو مرقہ کو کس طرح اکٹھا کیا اور رسول محترم پر چڑھائی کی تدابیر کیں۔ بعد ازاں غزوہ بنو قریظہ کا ذکر ہے، کس طرح یہود نے پہلے حضور اقدس کے حکم پر اتفاق کیا، پھر سعد بن معاذ کو حکم مانا اور انھوں نے کتنا سنگین و شدید فیصلہ کیا (جوان کی شرارتوں کے عین مطابق تھا) پھر غزوہ بنی المصطلق کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ”حدیبیہ“ میں روکے جانے کا تذکرہ ہے، جب کہ آپ مسلمانوں کی ایک تعداد کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور قریش نے آپ کو روکا، پھر کن کن مراحل سے گزر کر آپ نے ایک معاہدہ پر اتفاق ہوا۔ پھر غزوہ خیبر، سریہ بشر بن رازم الیہودی، ہرقل کی ایوسفیان سے گفتگو، خیبر کے ضمن میں نہر آلود بکری کا قصہ، شہدائے خیبر کے اسما اور الاسود الراعی کا قصہ اور پھر عمرہ القضاء کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کے بعد غزوہ موتہ کا ذکر ہے اور ان مصائب و آلام کا جن سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا اور جو مسلمان اس میں شہید ہوئے۔

ساتھ ہی غزوہ ذات السلاسل اور پھر فتح مکہ کا تفصیل سے ذکر ہے اور اس کا کہ قریش نے کس طرح معاہدے کو توڑا اور اس کا نتیجہ فتح مکہ کی شکل میں سامنے آیا۔ اس ضمن میں بعض ان باتوں کا ذکر ہے جو حضرت خالد بن الولید اور اہل مکہ کے درمیان پیش آئیں اور ساتھ ہی حنین کی جنگ مذکور ہے۔ اس سلسلے میں ثقیف و ہوازن کی جیتھا بندی اور رسول اکرم پر چڑھائی اور پھر شکست مذکور ہے۔ بعد ازاں حنین سے بھاگ کر طائف میں پناہ لینے والوں سے جنگ کا تذکرہ ہے اور اس بات کا کہ انھوں نے کس طرح رسول اکرم سے دشمنی کی اور تقسیم غنائم کے سلسلے میں جعرانہ میں کیا بات چیت ہوئی؟ حتیٰ کہ غزوہ العسرة (تبوک) کا ذکر ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض دستاویزات اور آپ کے مرض و فوات کی بعض تفصیلات بھی ہیں فراہم ہوتی ہیں۔ اس سرسری گفتگو سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اہم ترین جنگوں میں سے کسی چیز کو انھوں نے نہیں چھوڑا۔

الدوری کا معازی عروہ پر تبصرہ

اس تفصیل سے جو اوپر گزری، الدوری کی وہ رائے غلط ثابت ہو گئی جو انھوں نے حضرت عروہ کے متعلق کہی ہے کہ ان کی روایات ابتدائی انداز کے خطوط ہیں جو تفصیلات سے قطعاً مختلف ہیں۔ اسی ضمن میں ان کی بعض روایات کا یہ حال ہے کہ وہ محض اشارات پر اکتفا کرتے ہیں، جب کہ بعض دوسری روایات مستقل انداز کی ہیں جیسے بدر، حدیبیہ اور فتح مکہ کی روایات، "اعدائے معاملے میں تو انھوں نے کوئی خاص بات ذکر ہی نہیں کی اور موتہ کے علاوہ کہیں تاریخ کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن جب ابوالاسود کی حضرت عروہ سے روایات پر غور کیا جائے تو ایک بحث کرنے والا اس حتمی نتیجے پر پہنچے گا کہ "الدوری کا مقالہ" ان کی قلت معرفت کا غماز ہے، عروہ کی کتب و روایات کو انھوں نے گویا دیکھا ہی نہیں یا محض سرسری طور پر دیکھا ہے۔ دوسرے حوالے سے ان کے ملاحظہ کا انحصار شرجیل بن سعد (متوفی ۱۲۳ھ) ہے۔ الدوری کہتے ہیں کہ عروہ کے معاصر شرجیل بن سعد ہیں۔ وہ ان کے برعکس اجتماعی حالات میں زیادہ وضاحت و تفصیل سے کام لیتے ہیں مثلاً انھوں نے بدر کے شریک صحابہ کے اسما کو تفصیل سے لکھا۔ اس لیے الدوری کہتے ہیں کہ عروہ کی روایات کی اہمیت اپنے وقت میں تو ممکن نہیں تھی، بعد میں ہم دیکھتے ہیں کہ عروہ بن الزبیر نے بیعت عقبہ، ہاجرین حبشہ، غزوہ بدر جیسے اہم واقعات کے مشترک صحابہ کے نام پر محض اکتفا کیا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت عروہ جناب شرجیل کی وفات سے تیس سال قبل انتقال کر گئے۔ یہ مدت بجائے خود اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس میں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اجتماعی حالات پر گہرے غور و فکر کا وسیع موقع میسر آجاتا ہے اور نظر ثانی کے متعدد عوامل سامنے آتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سارا کلام اس تجاہل پر مبنی ہے جو بشری تقاضوں اور عام مسلمانوں کے تقدیری حالات کے سبب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے عظیم المرتبت صحابہ کرام کے سلسلے میں ہے جب کہ ان کا حق یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ہدایت و صلاح اور ہر سعادت سے ہم محروم ہوتے۔ کسی مسلمان کے لیے ان کے حالات پر کیا بحث ہو سکے گی جب کہ ان کے سامنے قرآن عزیز

موجود ہے وہ تصریح کرتا ہے کہ :-
 لَا يَسْتَوِي مِثْلُكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ طُولَيْكَ أَكْثَرُ دَرَجَةً
 مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتْلُوا طُولَ كُلٍّ وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى طُولَ وَاللَّهُ بِمَا
 تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (الحديد - ۱۰)

برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی - اُن
 لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن سے جو کہ خرچ کریں اُس کے بعد اور لڑائی کریں - اور
 سب سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے خوبی کا - اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو کچھ
 تم کرتے ہو -

سچی بات یہی ہے - عقل، منطق، عادت بشری سب اس پر گواہ ہیں اور سب
 سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جو علیم و خیر ہے - اس لیے یہ لازم ہے کہ ہر صاحب حق کو
 اس کا حق دیا جائے - پس جو لوگ ایسے ہیں کہ انھیں اذیت دی گئی اور انھوں نے ہجرت کی اور
 جہاد کیا، اُن کو اُن کے برابر رکھنا ممکن نہیں، جنھوں نے رسول محترم سے لڑائی کی اور آخر میں کہیں
 جا کر مسلمان ہوئے - اور جو لوگ رسول محترم کی زندگی میں مسلمان ہوئے اور آپ کی صحبت کے
 شرف سے مشرف ہوئے وہ بعد میں آنے والوں سے یقیناً بڑے درجے کے مالک ہیں -

اس لیے شرجیل بن سعد نے ان حضرات کا ذکر کیا جنھوں نے اعمال جلیلہ میں شرکت کی
 اور بڑے بڑے حوادث سے گزرے - ان کا معاملہ بعد والوں کا سا نہیں بلکہ ایسے حضرات
 فی الحقیقت اس عمارت کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں، تاہم اس حقیقت سے کیسے
 انکار کیا جائے کہ حضرت عروہ کے ذریعے ان کا ذکر پہلے معروف ہو چکا تھا - اسی طرح الدوری
 کا یہ کہنا کہ حضرت عروہ نے موتہ کے سوا کسی غزوہ کی تاریخ کا ذکر نہیں کیا، یہ بھی درست
 نہیں کیوں کہ انھوں نے متعدد غزوات کی تاریخوں کا ذکر کیا ہے جیسے ہجرت رسول صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم، غزوہ بدر، غزوہ خیبر، الاولی، غزوہ القضا، غزوہ موتہ وغیرہ کی تاریخوں کا براہِ
 ذکر ہے - اس لیے سیرت نبوی کی ترتیب و کتابت اور اس کے قواعد کی تدوین کے سلسلے
 میں ایک بحث کرنے والے کے لیے وہی مقدم ہیں اور انھوں نے جس منہج و طریق کی طرح

ڈالی، اس پر بعد والوں نے تفصیلی عمارت اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور ہمارے مسلمانوں کی طرف سے انھیں بہترین اجر دے۔

مغازی عروہ کا مغازی موسیٰ بن عقبہ میں اثر

حضرت عروہ کے بعد جو آیا وہ آپ کی نہ صرف اس کتاب سے بلکہ دوسری کتابوں سے بھی متاثر ہوا۔ ان میں سے ایک ابن شہاب الزہری اور موسیٰ بن عقبہ کے نام بڑے اہم ہیں اور ان دونوں کو اس میدان میں بڑی شہرت حاصل ہے۔ ہمارے لیے جو چیز بڑی اہم ہے وہ ہے مغازی موسیٰ بن عقبہ کا مغازی عروہ پر روایت ابی الاسود سے مناسبت۔ بحث کرنے والے حضرات اور محدثین نے مغازی موسیٰ بن عقبہ کی بڑی تعریف کی ہے، اور ان کے اقتباسات بڑی کتب میں موجود ہیں جسے الدرر لایں عبد البر، عیون الاثر لایں سید الناس، البدایہ والنہایہ لایں کثیر، مجمع الزوائد (احادیث کا انسائیکلو پیڈیا) للہیثمی۔

جب ہم نے ان کتابوں میں سے بہت سے طویل اقتباسات کی طرف رجوع کیا تو ان کے وہ اسناد نظر آئیں جو الزہری کے یہاں ہیں۔ مستشرق شتاخت کا دعویٰ ہے کہ مغازی موسیٰ بن عقبہ کی معلومات کا انحصار الزہری کے علاوہ دوسرے مصادر پر ہے لیکن ہم نے چھان پھٹک کی تو یہ بات سامنے آئی کہ موسیٰ بن عقبہ کا اعتماد الزہری پر ہے، انھوں نے ان پر بالکل اعتماد کیا اور یہ درحقیقت عروہ پر اعتماد ہے کہ الزہری کا مصدر و منبع وہی ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کا نصوص کا جب ہم مغازی عروہ پر روایت ابی الاسود سے مقارنہ کرتے ہیں تو عجیب اتفاقات نظر آتے ہیں اور یہ اتفاقات فقرہ دو فقرے، صفحہ دو صفحے کے نہیں بلکہ دسیوں صفحات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح اماکن کے ضمن میں ان دو کاحیرت انگیز اتفاق ہے جب کہ دوسرے حضرات اختلاف کرتے ہیں۔ ہم ابتدا میں نصوص کی مقارنہ کا ذکر کریں گے، پھر بعض ان نقاط کا ذکر ہوگا جو بعض مواضع میں نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے نقاط جہاں دوسرے حضرات مکتہ نظر خلاف ہے۔ اور بالخصوص اصحاب سیرت کے اختلافات والے مقامات کا ذکر کیا ہے۔

شعب بنو ہاشم میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا دخول

اس سلسلے میں حضرت عروہ کہتے ہیں کہ شہ

۱۔ ہم سے سلیمان بن احمد نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عمرو بن خالد الحرانی

نے بیان کیا اور انھوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا۔

۲۔ ہم سے ابن لہیعہ نے بیان کیا انھوں نے ابوالاسود سے، انھوں نے عروہ بن الزبیر سے

کہ جب عمرو بن العاص واپس آئے۔

۳۔ جبشہ سے نجاشی کے پاس سے۔ یعنی مکہ واپسی ہوئی۔ تو ان کے رفیق سفر کو تو

اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور مقصد پورا نہ ہوا تو مشرکوں نے اور سختی کر دی۔

۴۔ یعنی مسلمانوں پر، اور اس قدر سختی جو ان سے ممکن تھی یہاں تک کہ مسلمان شدید قسم

کے حالات سے دوچار ہو گئے۔ ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور قریشی مشرکوں نے

اس بات کا قصد و ارادہ کیا۔۔۔۔۔

۵۔ انھوں نے مشرک تہذیب کی اور اس کا سوچا کہ علیہ رسول رحمت کو قتل کر دیا جائے،

اس کیفیت کو ابوطالب نے دیکھا تو اس نے۔۔۔۔۔

شہ فاضل مؤلف نے مختلف واقعات اور نکات میں حضرت عروہ پر روایت ابی الاسود

کی روایات کو نمبرات کی شکل میں متن متن میں اور موسیٰ بن عقبہ کی روایات کو اسی طرح نمبرات

کی شکل میں حواشی میں درج کیا ہے۔ جس سے ان کا مقصد اس عجیب و غریب مقارنت اور

مماثلت کو دکھانا ہے جو ان دونوں حضرات کی روایات کے درمیان ہے، جس کا انھوں

نے اس سے قبل دعویٰ کیا ہے۔

اہل علم اس کو غور سے دیکھیں گے تو کہیں کہیں ایک آدھ لفظ آگے پیچھے ہو گا ورنہ ایک ایک

سطر میں یکسانیت ہے۔

من شاع فلیبر اجمع

علوی

۶۔ بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ سب شعب (گھاٹی) میں رسول محترم کے ساتھ جمع ہو جائیں اور جو کفار و مشرکین قریش کا ارادہ ہے اس کو مل کر روکیں اور ناکام بنائیں۔

۷۔ ان میں بنو ہاشم کے کافر، مسلمان سب تھے اور یہ قدم قومی حمیت کے تحت اٹھایا گیا تھا جب قریش نے محسوس کیا کہ سارا قبیلہ۔۔۔۔۔

۸۔ اس طرح اکٹھا ہو گیا اور انھوں نے رسول کے ہم سے بچاؤ اور تحفظ کا اس طرح اہتمام کر لیا ہے اور اس میں اس قبیلے کے مسلمان اور کافر سب اکٹھے ہو گئے ہیں، تو اس لیے مشرکین قریش آپس میں اکٹھے ہو گئے۔

۹۔ اور انھوں نے طے کر لیا کہ ان کے ساتھ مجالست، مخالفت نہ کریں گے۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں گے، ان کے گھروں میں نہ جائیں گے، جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔۔۔۔۔

۱۰۔ قتل کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں، اور انھوں نے اپنے اس فیصلے و تدبیر کو ایک دستاویز میں لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط اور مہر میں ثبت کر دیں اور یہ بھی لکھ دیا کہ بنو ہاشم سے صلح کی پیش کش قبول نہ ہوگی۔

۱۱۔ نہ ہی ان کے معاملے میں کسی قسم کی رافت و رحمت اور بھائی چارے کا لحاظ کیا جائے گا تا وقتیکہ رسول اللہ کو قتل کے لیے سپرد نہ کر دیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر بنو ہاشم۔۔۔۔۔

۱۲۔ تین سال تک اس گھاٹی میں پڑے رہے۔ مصائب و آلام اس دور میں بہت بڑھ گئے، ان پر منڈی بازار کے راستے بند تھے۔

۱۳۔ مکہ کے قرب و جوار سے کوئی کھانے پینے کی چیز ان کے لیے نہ تھی نہ بیع و تجارت، مقصد قریشیوں کا یہ تھا کہ یہ بھوک سے ہلاک ہو جائیں، اس ساری کارروائی کا مقصد۔۔۔۔۔

۱۴۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون بہانا اور آپ کو قتل کرنا تھا۔

۱۵۔ رات کو جب بنو ہاشم اپنے اپنے بستروں پر لیٹ جاتے تو ابو طالب حضور اکرم کو اپنے بستر پر آنے کا کہتے اور خود آپ کے بستر پر چلے جاتے۔ مقصد یہ تھا کہ یہاں کوئی شخص۔۔۔۔۔

۱۶۔ آپ کے خلاف کوئی تدبیر اور مکر کرے تو آپ اس سے محفوظ رہیں، جب لوگ سو جاتے تو ابوطالب خود یا اس کا کوئی بیٹا، یا بھائی یا چچا زاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیستر پر آجاتا اور۔۔۔۔۔

۱۷۔ رسول اکرم اس کے لیستر پر (گویا باری باری) اور آپ اس طرح رات کو سوتے اور استراحت فرماتے۔

اس معاہدے کا سلسلہ کس طرح ختم ہوا؟

۱۸۔ تین سال ختم ہونے کو آئے تو بنو عبدمناف، بنو قصی اور بعض دوسرے قبائل کے کچھ افراد نے مل کر طے کیا اور۔۔۔۔۔

۱۹۔ قطع رحمی کی اس کیفیت پر غور کیا اور ایک رات مل کر اس معاہدے کو ختم کرنے کی تدبیر سوچی۔

۲۰۔ اور (دوسرے اگر نہ بھی مائیں تو بھی) اس سے اپنی برأت کا فیصلہ کیا، ادھر اللہ تعالیٰ نے اس دستاویز پر ایسا کیڑا مسلط کر دیا جس نے اسے چاٹ لیا۔

۲۱۔ جو کچھ اس میں لکھا تھا اس کا یہی حشر ہوا، یہ دستاویز کعبۃ اللہ کی چھت پر لٹکی ہوئی تھی، کافروں نے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد و پیمان کیا تھا۔

۲۲۔ لیکن کیڑے نے قطع رحمی کے معاہدے سے متعلق کسی لفظ کو نہ چھوڑا اور چاٹ لیا البتہ ان کے شرک و ظلم اور زیادتی سے متعلق جو کچھ تھا وہ باقی رہ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کارروائی سے مطلع کر دیا جس کا شکار وہ تحریر ہو چکی تھی۔

۲۳۔ ابوطالب نے اس پر کہا کہ اس طرح نہیں (جانا) کہیں وہ لوگ مجھے جھٹلائیں، لہذا وہ بنو عبدالمطلب کے بعض رؤسا سمیت گئے۔

۲۴۔ مسجد الحرام پہنچے، یہ قریش سے ذرا محتاط ہو کر آئے تھے، اس لیے قریش نے دیکھا تو انہوں نے پسند نہ کیا اور محسوس کیا کہ یہ لوگ۔۔۔۔۔

۲۵۔ مصائب کی شدت سے پریشان ہو کر نکل آئے ہیں اور رسول اللہ کو (ہمارے) سپرد

کرتے آئے ہیں۔ ابوطالب نے ان سے بات چیت کی اور کہا کہ کچھ نئے امور تمہارے درمیان ظاہر ہو چکے ہیں۔

۲۶۔ پھر انہوں نے اس صورت حال سے اُنھیں آگاہ کیا اور کہا کہ اپنی اس تحریر کو دیکھو جس میں تمہارے دستخط ہیں، اب ممکن ہے ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کی شکل نکل آئے۔

۲۷۔ اُنھوں نے یہ بات چیت ان سے کی اور قریش کے دستاویز دیکھنے سے قبل ہی کہہ دی۔ اس پر وہ لوگ تیزی سے اس دستاویز کے پاس آئے، وہ اپنے طور پر مطمئن تھے کہ.....

۲۸۔ اب رسول اللہ کو ان کے سپرد کر دیا جائے گا اور اس تحریر و دستاویز کو ان کے درمیان سے اُٹھالیا جائے گا۔ اس لیے اُنھوں نے کہا یہ بات بہت بہتر ہے کہ تم ہماری شرمطان لو اور ایک بات پر اتفاق کر لو اور۔

۲۹۔ سبھی مجتمع ہو جاؤ۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ہمارے تمہارے درمیان انقطاع کی یہ شکل پیدا کی اسے تم سپرد کر دو۔ خاندان کو بچانے اور فساد سے محفوظ رہنے کی یہی شکل ہے۔

۳۰۔ ابوطالب نے کہا، کہ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ وہ معاملہ (انقطاع) جو ہمارے تھامے درمیان ہے اس کی حقیقت سے تمہیں باخبر کر دوں۔ جہاں تک دستاویز کا تعلق ہے وہ تو... ۳۱۔ تمہارے قبضے میں تھی اور ہے، میرے بھتیجے نے اس کے حشر سے مجھے آگاہ کیا اور اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک کیرا مسلط کر دیا اس نے اُس میں.....

۳۲۔ اسمائے الہی کے سوا باقی سب چاٹ لیا، البتہ ہم پر تمہارے ظلم و زیادتی کو باقی رہنے دیا۔ اب اگر بات اسی طرح ہے جس طرح میرے بھتیجے نے کہا تو اب تم موافقت کا رویہ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم.....

۳۳۔ اُنھیں تمہارے سپرد کرنے کا تو سوال ہی نہیں جب تک کہ ہم میں سے آخری شخص مرنے جائے۔ ہاں اگر اس کی خبر غلط ہے تو ہم اُنھیں تمہارے سپرد کر دیں گے۔ پھر تمہاری مرضی کہ تم اُنھیں قتل کر دیا.....

۳۴۔ عزیز داری کا لحاظ کرو۔ کہنے لگے یہ ٹھیک ہے۔ اب جو دستاویز کو اتار کر کھول کر دیکھا گیا تو بالکل وہی سچ تھا جس کی خبر.....

۳۵۔ اس کے کھولنے سے قبل دی گئی تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر اب کہنے لگے کہ واللہ یہ تو نرا جادو ہے اور ایسا ۔۔۔۔۔

۳۶۔ جو تمہارے اس ساتھی کی طرف سے ہے۔ ان کے کفر اور وہ سختیاں جو حضور اقدسؐ آپ کے رفقا اور آپ کے قبیلے پر تھیں، ان کے شر اور دشمنی کے سبب ان کا رویہ جوں کا توں رہا۔۔۔۔۔

۳۷۔ اور انھوں نے اسی پر قائم رہنے کی حامی بھری۔ ابوطالب نے کہا کہ یہ میرے ساتھ بنو عبدالمطلب کے رؤسا کی جماعت ہے، ایک پہنلو یہ ہے کہ یہ سب جھوٹ اور۔۔۔۔۔

۳۸۔ جادو ہے۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے کہ تم نے جس قطع رحمی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے وہ خبیث و بد باطنی اور جادو سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۳۹۔ دستاویزہ تمہارے قبضے میں تھی۔ ایسا بھی تو ممکن تھا کہ تم سب اپنے جادو کا زور لگاتے تاکہ جوں کی توں رہتی۔ آخر کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔

۴۰۔ کے نام کے سوا معاہدے کی باقی عبارت حذف ہو گئی اور تمہارے ظلم کی کیفیت باقی رہ گئی۔ اب جادوگر کون ہے؟

۴۱۔ اس صورت حال کے پیش نظر قریش شدید شرمندگی کا شکار ہو گئے۔

۴۲۔ بعض لوگوں نے ان میں سے کہا، مثلاً ابوالخثری (العاص بن ہشام بن الحارث بن عبد العزی بن قصی)

۴۳۔ معصم بن عدی، ہشام بن عمرو (بنو عامر بن لوی کا بھائی)۔ دستاویزہ اسی کے پاس تھی (یعنی اس کی نقل)

۴۴۔ زہیر بن امیہ، زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبد العزی بن قصی۔ یہ ایسے افراد تھے۔

۴۵۔ کہ ان کی مائیں بنو ہاشم میں سے تھیں، یہ اپنی کارروائی پر بہت ہی نادم تھے، اس لیے کہنے لگے کہ ہم اس معاہدے سے

۴۶۔ اپنی برائت کا اظہار کرتے ہیں۔ ابوجہل بھڑک کر کہنے لگا کہ یہ سازش رات کو تیار

کی گئی ہے۔

(دراضح رہے کہ اس موقع پر ابو طالب کے بعض اشعار بھی ہیں جن میں اسی دستاویز کی حالت زار کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح غارت ہو گئی، ان اشعار کو موسیٰ بن عقبہ نے البتہ نقل کیا ہے اور بعض حضرات نے بھی)

عاتکہ کا خواب

یہاں بھی ناضل مؤلف نے تن میں حضرت عروہ کی روایت کے نکات اور حاشیہ میں موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے نکات نقل کر کے مماثلت دکھلائی ہے۔ حضرت عروہ کی روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے لیے اصل سے رجوع فرمائیں۔ سابقہ حصے کی طرح یہاں بھی عجیب مماثلت ہے۔

۱۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب تھیں جن کی رہائش اپنے بھائی۔۔۔۔۔

۲۔ عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ تھی۔ انھوں نے بدر کی جنگ سے قبل ایک خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گئیں اور انھوں نے اسی رات اس کو اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے سامنے پیش کیا۔

۳۔ جو نہی انھوں نے خواب دیکھا وہ گھبرا کر نیند سے جاگ گئیں اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے، تمھاری قوم کی ہلاکت کا مجھے ڈر ہے، عباس نے پوچھا۔۔۔۔۔

۴۔ کہ تم نے کیا دیکھا؟ تو انھوں نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاؤں گی کہ آپ کسی سے ذکر نہ کریں، اگر لوگوں نے سُن لیا تو وہ ہمیں اذیت پہنچائیں گے اور ہمیں وہ کچھ سننا پڑے گا۔

۵۔ جو ہم سننا پسند نہ کریں گے۔ حضرت عباس نے وعدہ کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے ایک سوار دیکھا جو اپنی سواری پر مکہ کے بالائی حصے سے آرہا ہے اور زور زور سے کہہ رہا ہے۔

۶۔ اے آل غدرو آل فجر، دو یا تین راتوں میں یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر وہ مسجد میں لڑا

سمیت داخل ہو گیا ۹ وہاں اس نے زور سے ۔۔۔۔۔

۷۔ آواز لگائی۔ بلکہ تین مرتبہ۔ مرد عورتیں اور بچے اس پر مائل ہوئے اور لوگ بہت ہی ڈر گئے اور گھبرا گئے پھر۔۔۔۔۔

۸۔ میں نے اسے اسی طرح کعبہ کی چھت پر دیکھا وہاں بھی اس نے تین مرتبہ زور سے پکار کر کہا اے آل غدرو آل فخر، نکل جاؤ۔۔۔۔۔

۹۔ دو تین راتوں میں۔ حتیٰ کہ میں نے دو پہاڑوں کے درمیان اہل مکہ کوٹنا۔ پھر اس نے اس زبردست قسم کی چٹان کا قصد کیا اور۔۔۔۔۔

۱۰۔ اس کو اس کی جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اہل مکہ پر اسے دے مارا۔ وہ چٹان پہاڑ پر آپڑی اس سے گڑ گڑا ہٹ اور دھواں اُٹھا۔ اور گویا وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔

۱۱۔ اس کے بعد میرے خیال میں مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں اس چٹان کے ٹکڑے نہ پڑے ہوں۔ ان حالات کے تحت مجھے خطرہ ہے کہ تمھاری قوم میں کوئی افتاد پڑنے والی ہے۔ ۱۲۔ عباس بھی اس سے گھبرا گئے، اپنی ہمیشہ کے پاس سے نکل کر اسی وقت ولید بن عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے، جو عباس کے دوست تھے۔

۱۳۔ دوستی کے سبب سے اس کے سامنے خواب بیان کیا البتہ اس سے کہا کہ کسی سے بیان نہ کریں، ولید نے اپنے باپ سے بیان کر دیا، عتبہ نے۔۔۔۔۔

۱۴۔ اپنے بھائی شیبہ سے ذکر کر دیا، اس طرح بات پھیل گئی اور چلتے چلاتے ابوجہل تک پہنچ گئی اور اس طرح وہ مشہور ہو گئی۔ اگلے دن۔۔۔۔۔

۱۵۔ صبح عباس بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ان کی نظر ابوجہل پر پڑی، ساتھ ہی عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف، زمعہ۔۔۔۔۔

۱۶۔ بن الاسود اور ابوالبحتری تھے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ انھوں نے جب عباس کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں تو ابوجہل نے انھیں آواز دی اور کہا کہ۔۔۔۔۔

۱۷۔ اے ابوالفضل، جب تم طواف سے فارغ ہو جاؤ تو ذرا ہمارے پاس آنا، خیر وہ طواف کر کے آئے اور بیٹھ گئے تو ابوجہل نے کہا۔

۱۸۔ ابو الفضل، عاتکہ نے کیا خواب دیکھا؟ عباس نے کہا کہ اُس نے کچھ نہیں دیکھا۔ ابو جہل نے کہا اے بنو ہاشم عجیب معاملہ ہے کہ

۱۹۔ پہلے تمہارے مرد جھوٹ بولتے تھے اب تم اپنی عورتوں کے جھوٹ لے کر ہمارے پاس آتے ہو، ہم اور تم گھڑ سواری میں مد مقابل تھے، جب ہم نے تم سے بازی جیت لی اور

۲۰۔ گویا ہماری سواری آگے بڑھ گئی تو تم نے کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے اندر نبی آیا، اب یہی رہ گیا تھا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس نبیہ بھی آگئی ہے۔ میں نے کسی خاندان میں ایسے جھوٹے مرد اور۔

۲۱۔ جھوٹی عورتیں نہیں دیکھیں اور نہ کہیں جانتا ہوں۔ اور پھر انھوں نے عباس کو اس دن شدید اذیت پہنچائی۔

۲۲۔ ابو جہل نے کہا کہ عاتکہ کا خیال ہے کہ سوار نے دو تین راتوں میں نکل جانے کا کہا ہے۔ یہ تین راتیں گزر گئیں۔۔۔۔

۲۳۔ تو قریش پر واضح ہو جائے گا کہ تم کس قدر جھوٹے ہو۔ ہم نے ایک تحریر لکھ دی ہے اور پھر اس کو کعبۃ اللہ میں لٹکا دیا ہے کہ تمہارا گھرانہ عرب بھر میں جھوٹے مردوں اور

۲۴۔ جھوٹی عورتوں کا گھرانہ ہے۔ اے بنو قصی تم پسند کرتے ہو کہ تم ان اعزازات سے محروم ہو جاؤ جو تمہیں حاصل ہیں یعنی دربانی، مشورت، سقایت (حجاج کو پانی پلانا) اور علم داری۔ یہاں تک کہ تم ہمیں یہی کہتے رہو اور تاثر دیتے رہو کہ

۲۵۔ تمہارے اندر نبی ہے؟ اس طرح کی گفتگو سے انھوں نے عباس کو اس دن شدید اذیت پہنچائی۔ بہر حال عباس نے اس سے کہا ذرا سنبھل کر بولو، بد زبان تم کیسے بد بودار شخص ہو؟ (سنو)

۲۶۔ جھوٹے تم ہو اور تمہارے گھر میں جھوٹ کی گرم بازاری ہے۔ اس پر موجود حاضرین نے کہا، ابو الفضل (عباس کی کنیت) آپ جاہل ہیں نہ خرافاتی، (یعنی صبر سے کام لیں)

۲۷۔ بہر حال عباس کو عاتکہ کے خواب کے افشا کرنے کی پاداش میں شدید اذیت سے دوچار ہونا پڑا۔

۲۸۔ جس رات کو عاتکہ نے خواب دیکھا اس سے تیسری شب دیکھا گیا کہ ایک سوار آیا جسے ابو سفیان

نے بھیجا ۔

۲۹۔ یہ سوار ضمضم بن عمرو الغفاری تھا ۔ اس نے آنے ہی کہا اے آل غدر، دوڑو کہ محمد اور اس کے رفقا نکل کھڑے ہوئے ۔

۳۰۔ تاکہ ابوسفیان سے تعارف کریں، پس تم اپنے قافلے کو بچانے کی فکر کرو۔ اس سے قریش بہت گھبرا گئے۔ اس سے قبل وہ عاتکہ کے خواب کے سبب پریشان تو تھے ہی اب وہ ۔۔۔

۳۱۔ ہر بلندی اور پستی سے دوڑنے لگے الخ ۔

بعض متفقہ نکات

ماہین عروہ عن ابی الاسود و موسیٰ بن عقبہ

۱۔ ابن اسحاق نے رسول رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انصار کی ملاقات کے ضمن میں لکھا۔ کہ وہ چھ خزر جی تھے۔ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ دونوں نے یہی کہا ہے۔ فی الحقیقت آٹھ تھے چھ خزر جی اور دو اسی ۔

۲۔ عروہ اور ان کی طرح موسیٰ بن عقبہ نے الزہری سے اسی دوسری بیعت عقبہ کا ذکر نہیں کیا جو ان کے یہاں پہلی ہے اور جس میں ۱۲ انصاریوں نے بیعت کی ۔

۳۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ بدر میں چھ قریشی مسلمان (مہاجرین میں سے) اور آٹھ انصاری شہید ہوئے۔ اور مشرکوں کے ۴۹ قتل ہوئے ۴۹ قیدی (رواہ البیہقی) ابن لمیعہ عن ابن الاسود عن عروہ میں بھی ایسا ہی ہے جب کہ بخاری میں حضرت براہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق اس جنگ میں ۱۴۰ مشرک دھریے گئے۔ ۷۰ قیدی ہوئے، مقتول ۔

۴۔ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ دونوں صلح حدیبیہ کی مدت ۴ سال کہتے ہیں جب کہ عام ارباب سیرت ۱۰ سال ۔

۵۔ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ دونوں نے فتح مکہ کے ضمن میں نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ” ابوسفیان کے گھر جانے والا مامون، حکیم بن حزام کے گھر جانے والا مامون “ جب کہ عام ارباب سیرت صرف ابوسفیان کے گھر کا ذکر کرتے ہیں ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں عروہ اور موسیٰ بن عقیبہ کی رائے ایک ہے جب کہ دوسرے حضرات ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں جن کا اصل کتاب کے حواشی میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ موسیٰ بن عقیبہ نے کتب متداولہ سے وہ روایات جمع کر لی ہوں جو ابوالاسود عن عروہ کی روایات سے ملتی جلتی ہوں۔ اس سے اس حقیقت کا ثبوت یقینی ہے کہ موسیٰ بن عقیبہ کی طرف منسوب روایات کا بھی منبع حضرت عروہ ہوں جو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفاتِ شریفہ کے چند سال بعد پیدا ہوئے اور ساتھ ہی ان تفصیلات سے وہ دعاوی بھی سبباً منشور ہو جائیں گے جو جوزیف شاخت اور بعض دوسرے مستشرقین نے کیے۔

سیرت نبوی سے متعلق بعض مستشرقین کی اٹھائی ہوئی بحثیں

ایک یہودی مستشرق "لیفی دلافیدا" نے دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں اس طرح کی بحث اٹھائی ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شخصیت و سیرت کا جو ایہولی دینی طور پر مسلمان عوام کے ذہن میں ہے، اس کا لحاظ کر کے سیرت کا مواد فراہم اور جمع کیا گیا ہے ورنہ مسلم سوسائٹی میں اصولی طور پر نہ تو ایسا ذوق تھا، نہ وہاں ایسی فکر تھی جو قلبِ سلیم کے لیے قابلِ قبول ہو۔

"لیفی دلافیدا" کا کہنا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کو اپنے زمانے میں اور بعد میں بھی دینِ ہدایت اور دینِ مسیحیت سے مقابلے کی صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑا، اس لیے انھوں نے ان ادیان کے عوام کی خوش عقیدگی کے انداز سے اس طرح سیرتی مواد فراہم کیا گویا ایک پلٹرے میں انھیں رکھ کر اور ایک پلٹرے میں اپنا جمع کردہ مواد رکھ کر اسے نیچا دکھانا مقصود ہے۔ اور "مقدس مسیحیوں" کے سے انداز میں اپنے پیغمبر کے لیے حالات و واقعات کی نقشہ کشی کی گئی۔ یہ متعصب اور تنگ نظر یہودی مستشرق مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"مسلمانوں نے ابتدائی دور میں اپنی زبردست فتوحات کے بعد وہ تمام کہانیاں اور قصے جو توراۃ، انجیل اور ایرانی معاشرے میں رواج پذیر تھے، حاصل

کر لیے اور تحریف کر کے انھیں سیرت کے حوالے سے محرف قسم کے راویوں نے جمع کر دیا ۔

اس مستشرق کے عناد و حسد کے اس شاہکار مقالے پر امین الخولی نے نقد و جرح کی ہے لیکن اصل حقیقت کی طرف وہ بھی نہ پہنچ سکے ۔ اصل یہ ہے کہ کوئی ایسی روایات یا کلام جو قرآن اور سنت صحیحہ کے خلاف ہوں ، ان کی کوئی قیمت نہیں ۔ اسے کاش مستشرق قرآن کریم کی طرف توجہ کرتے تاکہ انھیں اندازہ ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے آخری رسول کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور مسلمانوں پر ان کے حقوق کیا ہیں ؟ اور ان کے حوالے سے کسی قسم کی غلط بات کی نسبت کتنا سنگین جرم ہے ؟

یہ صورت حال ہمارے ”مہربانوں“ کے سامنے ہو تو انھیں مسلمانوں پر اتنی بڑی تہمت لگانے کی جرأت نہ ہو اور انھیں اندازہ ہو جائے کہ مسلمان کس حد تک پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے ”شاخت“ نامی مستشرق ”نے مغازی موسیٰ بن عقبہ“ پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی کوئی علمی حیثیت نہیں کیوں کہ یہ موسیٰ بن عقبہ کے زمانے کے قریب وضع شدہ مواد ہے بلکہ بعض حصے ایسے ہیں جو موسیٰ بن عقبہ کی وفات کے بعد وضع کر کے ساتھ شامل کر دیے گئے ۔ ”ولیم میور“ نے سیرت ابن اسحاق پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سیرت دو ابتدائی عباسی خلفاء کے عہد میں انہی کی رعایت میں لکھی گئی اس لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ مولف عباسیوں کی جاوبے جال تعریف کرتا اور امویوں کی تنقیص کرتا ہے ۔ اور چوں کہ یہ کتاب ابن ہشام کی طرف سے تنقیحات اور حذف و اضافے کے بعد سامنے آئی اس لیے یہ بھی یار لوگوں کے نزدیک اس حد تک مشکوک قرار پائی ۔

”مستشرق غیوم“ سیرت ابن اسحاق کے مقدمے میں کہتے ہیں کہ :

”سیرت ابن اسحاق کے وہ ضخیم اجزا جو ضائع ہو گئے ، میں ہر وقت ان کے

لیے فکر مند رہتا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ انھیں قصداً ضائع کیا گیا ۔“

ان کا خیال یہ ہے کہ یہ ضائع کرنے کا عمل اس لیے کیا گیا کہ اس میں بہت سی ایسی روایات تھیں جو مسلمانوں کی طبع پر گراں گزرتی ہیں جن کی طرف اشارے بھی کیے گئے ہیں ۔ اسی طرح ”مون تجری واد“ اور ”مارسڈن“ جو نیز بھی وہ معاصر مستشرق ہیں جنھوں نے اس بارے میں خامہ فرسائی کی ہے ۔

بہر حال ان دونوں میں سے اول الذکر نے کافی حد تک انصاف کرتے کی کوشش کی ہے اور مارسون بھی ایسا ہی ہے جس نے انصاف سے کام لینے کی کوشش کی ہے اور لیفقی دلافیسا (Levi Della Vida) پر تنقید کرتے ہوئے اس کو غلط بتایا ہے کہ سیرت ابن اسحاق سے قبل کوئی سیرتی ذخیرہ نہ تھا اور یہ کہ ابن اسحاق نے جنگی تجربات اور مخصوص حالات کے تحت محض فتح کے غرور میں سب کچھ لکھا ہے۔ گویا مستشرقین میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ بے حد متعصب۔ میانہ رو۔ اور انصاف کے دائرے میں رہ کر کام کرنے والا (لیکن یاد رہے کہ یہ بھی کہیں نہ کہیں ڈنڈی ضرور مار جاتے ہیں کیوں کہ بد قسمتی سے نظریاتی اختلاف حدود و انصاف میں عام لوگوں کو نہیں رہنے دیتا، جو بہر طور بڑی افسوس ناک چیز ہے اور ناروا رویہ)

ان آراء پر ایک نظر

سیرت نگار ابن ہشام نے اپنی کتاب کے مقدمے میں واضح کیا ہے کہ اس نے ابن اسحاق کی سیرت کی تہذیب و ترتیب کا کام کیا ہے اور اس میں سے بعض چیزیں حذف کر دی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ :

”میں اس کتاب کو حضرت اسماعیل بن ابراہیم سلام اللہ تعالیٰ علیہما و صلاتہ کے ذکر سے شروع کروں گا اور اس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے آبا و اجداد اور وہ حضرات جن کی صلب سے آپ ہیں، اُن کا ذکر کروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ذکر کروں گا۔ اور اس خاندان کے وہ حضرات جو اس تسلسل میں نہیں آتے انھیں بفرض اختصار چھوڑ دیا گیا ہے، اس طرح وہ ابحاث جن کا تعلق سیرت رسول سے نہیں اور نہ ہی جن کے متعلق قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوا، نہ وہ قرآن کی کسی آیت کی تفسیر سے متعلق ہے اور نہ ہی سیرت قرآن کے کسی واقعے کے سلسلے میں اسے بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے، ان سب کو بفرض اختصار حذف کر دیا ہے، ایسے ہی وہ اشعار جن کے شاعر کا پتہ نہیں حذف کر دیے گئے۔ ایسی بحثیں جن کی شناخت حدیث سے ثابت نہ

ہو چکی یا بعض ثقہ افراد نے پسند نہ کیا۔ اس قسم کی چیزیں سب حذف کر کے گویا علم و روایت کے اعتبار سے صحیح ترین چیزوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔“

واقعہ یہ ہے کہ ابن ہشام نے وہ چیزیں حذف کر دیں جو علم و روایت کے پلڑے میں تاریک بکوت کی بھی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

”الفرید غیوم“ نے حذف شدہ مواد والا حصہ لے کر اس پر اعتراض جڑا تا شروع کر دیا لیکن ابن ہشام کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ مواد حذف کیا گیا ہے جس کا سیرت رسول سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس کا قرآن سے، اس کی تفسیر سے اور سیرت سے بطور شاہد کوئی تعلق ہے۔ باوجودیکہ یہ مستشرق خوب جانتا ہے کہ ابن ہشام نے قصہ افک اور ایسے ہی منافقین کے وہ اقوال و روایات جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وجہ پریشانی تھے، ان سب کو نقل کیا ہے۔ اگر مستشرقین کا اعتراف صحیح ہوتا کہ مسلم مورخین اور ادباء سیرت نے محض عقیدت مندی کا مظاہرہ کیا ہے تو ایسا نہ ہوتا اور صرف مثبت واقعات اور تعریفی پہلو ہی شامل کتب ہوتے لیکن ایسا نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غلط واقعات و اقوال کی تردید اور ان کی اصلاح ضرور کی گئی ہے اور ایسا کرنا ضروری بھی ہے۔ یہ کہنا کہ رسول محترم کی شخصیت کی عظمت کے سامنے مسلمان دم بخود ہیں اور انھوں نے اسی روشنی میں سیرت پر کام کیا۔ سوال یہ ہے کہ جو ذات پاک واقعی عظمت و رفعت کی مالک ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے کمالات سے نوازا ہے اور حتیٰ کہ انصاف پسند غیر مسلموں نے بھی ان کا اعتراف کیا ہے تو ان کو سیرت کی کتابوں کا حصہ کیوں نہ بنایا جائے؟ بعض جزوی واقعات کی تفصیلات اگر ابن ہشام میں شامل نہیں ہو سکی تو اس بات کو بتنگڑ بنا کر وادیل کرنا بڑا افسوس ناک ہے، آخر وہ کون شخص ہے جو ہر چیز کی مین میج نکال سکے، آخر ہر انسان پوری طرح علمی روایات پر احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ قرآن کے بقول ”ہر جانے والے سے کوئی زیادہ بھی جاننے والا ہے“ تو اس طرح اگر کسی شخص کے یہاں ایک آدھ جزوی بات رہ گئی، اس پر شور و ہنگامہ انصاف پسندی نہیں۔ سیرت کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ آج بھی لوگ اس پر لکھنا اور نئے نئے نکات فراہم کرنا اپنی سعادت مندی سمجھتے اور خیال کرتے ہیں۔

حضرت عروہ اور موسیٰ بن عقبہ جیسے حضرات کو اور پھر ابن ہشام جیسے ارباب کلم کو اپنی
اولیت حاصل تھی لیکن وہ بھی انسانی برادری کے فرد تھے، واقعات و روایات کو اتنے کہنے ان
کے ترتیب دینے اور ان سے نتائج مستنبط کرنے میں بشری تقاضوں کے مطابق بھول چوک
ممکن ہے۔ لیکن اس بھول چوک سے ان کی دیانت پر بے اعتمادی یا اس طرح کی بات صحیح نہیں۔
حضور اکرم، رحمت دو عالم محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص و کمالات ایک مسلمہ
امر ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سابقہ انبیاء علیہم السلام والتسلیم
کے برخلاف ساری دنیا کے لیے اور پھر صبح قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا، انھیں
وہ کتاب مرحمت کی جس کی صداقت کو آج تک کوئی چیلنج نہیں کر سکا اور ہزار انقلاب بھی
جس پر اثر انداز نہیں ہو سکے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سنجیدہ مزاج اور علم و دانش
اور حکمت ربانی سے حصہ وافر پانے والے لوگوں نے ہر دور کے چیلنج کا جواب اس کتاب اور
صاحب کتاب کی سیرت سے دیا۔

وہ ذات گرامی جس کے لیے خالق کائنات نے فرمایا،
وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ (القلم آیت ۴)
اور یقیناً آپ بڑے بلند خلق پر ہیں۔
اور یہ کہ : وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۵۲)
اور اس میں شک نہیں کہ آپ لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔
اور یہ کہ : وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء : ۱۰۷)
اور اے پیغمبر! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جملہ اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح : ۲)
اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا۔
تو اس قسم کے ارشادات ربانی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا سکہ اگر انسانیت
کے دل پر بیٹھتا ہے اور لوگ آپ کی عظمت و سیادت کے معترف ہو کر دم بخود رہ جاتے

ہیں تو اس میں تعجب کا کون سا مقام ہے ؟

اے کاش کہ اہل استشراف انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور حضور اقدس محمد عربی صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلند مرتبت شخصیت اور آپ کے زندہ پیغام سے روشنی حاصل کرتے اور خواہ مخواہ کے اعتراضات اور مناقشات سے اپنی متعصبانہ طبائع کا ثبوت فراہم نہ کرتے ، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہدایت کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں ۔ کیوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی عنایت خسروانہ سے ہر قسم کی کجی اور زیغ و ضلال سے محفوظ رکھے اور پوری انسانیت اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت و سیرت سے وہ استفادہ کرے جو اس کے لیے دنیا و آخرت میں مفید ہو ۔

ان گذارشات کے بعد اب محترم قارئین حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی سیرت کی روایات ملاحظہ فرمائیں ۔

منعاری رسول اللہ ﷺ

حضرت عمرو بن زبیرؓ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کیسے تیار کرنا

ابو الحسین بن فضل کہتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن جعفر نے، ان سے یعقوب بن سفیان نے، ان سے ابن کثیر نے، ان سے عبد اللہ بن لبیعہ اور ان سے محمد بن عبد الرحمن نے بیان کیا، جب کہ ان کا ذریعہ علم و خبر حضرت عروہ بن زبیر ہیں اور وہ جنابہ مکرمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ (بعثت سے قبل) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ خواب دیکھتے تھے، پہلی مرتبہ آپ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو ایجاد نامی علاقے میں دیکھا جب کہ آپ اُس علاقے میں بعض ضرورتوں کے لیے تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کا نام (اے محمد) کہہ کر زور سے آواز دی اور دومرتبہ، آپ نے دائیں دیکھا لیکن کچھ نظر نہ آیا، دوبارہ دیکھا تو پھر کچھ نظر نہ آیا۔ اب کی بار آپ نے آنکھیں اوپر کو اٹھائیں تو جبریل امین اس طرح نظر آئے کہ آسمان کے افق پر تھے اور ان کا ایک پاؤں دوسرے پر تھا۔ انھوں نے کہا کہ اے محمد میں جبریل ہوں، گویا وہ آپ کو تسلی دے رہے ہیں اور گھبراہٹ سے آپ کی تسکین کا سامان کر رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سن کر تیزی سے چل کر لوگوں کے ایک اجتماع میں تشریف لے گئے۔ اب پھر جو دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، پھر لوگوں کے اس اجتماع سے نکل کر تشریف لائے اور ایک بار پھر دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ پھر ایک مرتبہ نکلے تو آپ نے انھیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم کی ابتدا میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، جہاں فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝

(النجم: ۱-۲)

قسم ہے تارے کی جب گرے، بہکانیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ "سورہ مدثر" سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ ہے۔
 (واللہ تعالیٰ اعلم) ۲۰

مفہم فرماتے ہیں کہ:
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے رب کی طرف سے عائد کردہ
 اس ذمہ داری (رسالت) کو قبول فرمایا، اور جو چیز حضرت جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی
 طرف سے لے کر آئے تھے، اس کی اتباع اور پیروی کی۔

جب اُس چیز کو آپ نے قبول کر لیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھی تو آپ پلٹ کر اپنے
 گھر تشریف لائے۔ آپ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرے اُس نے آپ کو سلام کیا ۲۱
 آپ خوشی خوشی اپنے اہل و عیال کے پاس تشریف لائے، آپ کو یقین تھا کہ آپ نے ایک بڑی
 اہم چیز دیکھی ہے۔ پس جب آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے تو فرمایا:

میں نے تمہیں خبر دی تھی کہ میں نے فلاں فلاں چیز خواب میں دیکھی، پس اب تو جبریل امین
 کھلے حال ملے۔ انھیں میرے پروردگار نے میرے پاس بھیجا۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو وہ سب
 کلام سنایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اور جو کچھ آپ نے سنا۔

حضرت خدیجہ نے آپ سے عرض کیا یہ بڑی مسرت اور خوشی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم،
 وہ آپ کے ساتھ خیر کا ہی معاملہ فرمائیں گے، جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے
 اسے قبول فرمائیں کہ یہ بالکل حق ہے، اور خوش ہو جائیں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔
 پھر حضرت خدیجہ اپنے (سابقہ) مکان میں تشریف لے گئیں اور اس نصرانی جوان کے پاس گئیں جس کا نام
 عبید بن ربیعہ بن عبد شمس تھا۔ وہ اہل یتیموں میں سے تھا۔ اس کا عرف عام میں نام "عداس" تھا۔
 حضرت خدیجہ نے اس سے کہا کہ اے عداس! میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یاد دلاتی ہوں
 وہی بات جس کی تو نے مجھے خبر دی تھی، کیا تیرے پاس جبریل امین کے سلسلے میں کوئی علم و خبر ہے؟
 عداس نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اس زمین پر جبریل کا ذکر؟ جس کے رہنے والے
 بتوں کے سامنے جھکنے والے ہیں؟

حضرت خدیجہ نے فرمایا، بس مجھے اُس کے متعلق وہ بتاؤ جس کا تمہیں علم ہے۔

وحی کی ابتدا

اس سلسلے میں جو بات ہم تک پہنچی ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ خواب دکھائے۔ یہ بات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا ورضوانہ سے ذکر کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان محترمہ کو آپ کی تکذیب سے بچایا اور آپ کی تصدیق کے لیے ان کا سینہ کھول دیا۔ اس لیے انھوں نے فرمایا کہ ”آپ خوشی محسوس فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ یقیناً خیر کا ہی معاملہ فرمائیں گے۔“ پھر حضور علیہ السلام اپنی اہلیہ کے پاس سے چلے گئے، پھر ان کے پاس واپس آئے اور انھیں اس بات سے آگاہ کیا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کا دل شق کیا گیا پھر اسے دھویا گیا اور پاک کیا گیا، پھر اسے اسی طرح اپنی جگہ محفوظ کر دیا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، ”اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بہت اچھی خبر ہے۔“ آپ خوشی محسوس فرمائیں اور خوش ہو جائیں۔ پھر حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کو کھلے طور پر ملے، آپ اس وقت مکہ منظمہ کے ایک بلند مقام پر تھے۔ انھوں نے آپ کو ایک آراستہ پیراستہ مجلس میں بٹھایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ جبریل امین نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا جس پر گویا غالیچہ اور تالین کا فرش تھا، جس میں یا قوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نمائندہ و رسول ہونے سے متعلق خوش خبری سنائی، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مطمئن ہو گئے، تو جبریل امین نے آپ سے فرمایا پڑھیے، آپ نے فرمایا کیسے پڑھوں؟ جبریل امین نے فرمایا

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ ۝
رَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

(العلق، ۱-۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے، جو سب کا بننے والا ہے، بنایا آدمی کو جبھے ہوئے
لو سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے۔

عداس نے کہا کہ، وہ اللہ تعالیٰ کی اُس امانت کے محافظ ہیں جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبیوں سے ہے (ان کے درمیان ہے) وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آگئے تھے۔

حضرت خدیجہ، عداس سے واپس آکر ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائیں۔ ورقہ بن نوفل کی عبادت کو مطلق پسند نہ فرماتے تھے، اس معاملے میں زید بن عمرو بن نفیل بھی ان کے ساتھ تھے، اور زید وہ تھے کہ انھوں نے ہر اس خون کو حرام سمجھ رکھا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ (قتل سے گریز کرتے، جب کہ یہ مرض اُس خطے میں بہت زیادہ تھا) اسی طرح وہ بتوں کے نام پر ذبیحہ اور جاہلیت کے دور کے ہر ظلم کو حرام سمجھتے تھے۔

زید اور ورقہ نے علم کی تلاش شروع کی، حتیٰ کہ وہ دونوں شام گئے۔ یہود نے اپنا دین انھیں بتلایا لیکن انھوں نے اسے پسند نہ کیا اور عیسائی حضرات کے اہل علم سے معلومات حاصل کیں۔ پس ورقہ تو عیسائی ہو گئے لیکن زید نے عیسائیت کو بھی ناپسند کیا۔ ایک عیسائی راہب نے اس سے کہا کہ تو ایسے دین کا متلاشی ہے جو آج روئے زمین پر نہیں۔

زید نے پوچھا، کون سا دین؟

اُس راہب نے کہا: دینِ قیسم، جو سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کا دین ہے۔

زید نے پوچھا، اُس دین کی خصوصیت؟

راہب نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک سو قسم کے اور افراط و تفریط سے الگ تھلگ مسلمان تھے۔ اس پر زید نے کہا کہ میں دینِ ابراہیم پر عمل کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور اس کعبے کی طرف سجدہ کرتا ہوں جس کو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔

پس اُس نے سچ مچ جاہلیت کے دور میں کعبہ کی طرف سجدہ کیا اور زید کے سامنے جب ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا تو اس نے کہا۔

وَأَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِمَنْ أَسْلَمْتُ - لِهَ الْمَزْنِ عَذَابُ لَا لَا

میں اپنا چہرہ اس ذاتِ پاک کے حضور جھکا رہا ہوں، جس کے حضور ٹھنڈے، میٹھے

پانی والے بادل جھکتے ہیں (یعنی اُس کے حکم کے پابند ہیں)۔

پھر زید کا انتقال ہو گیا، البتہ ورقہ کے متعلق جیسا کہ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ وہ دوبرس بعد تک زندہ رہا۔ ورقہ بن نوفل زید کی حالت کا ذکر کر کے روتے اور کہتے:

مرشدت و نعمت ابن عمر و والہما

تجنبت تنورا من النار حامیا

بدینکم رب بالیس رب کمثلہ

وترث جنان الجبال کما ہیما

تو نے رشد و ہدایت حاصل کر لی اور اے ابن عمر تو نعمت سے سرفراز ہو گیا اور تو یقیناً دہکتی ہوئی آگ کے تنور (دوزخ) سے بچ گیا۔

تیرے دین میں رب کا جو تصور ہے وہ ایسا رب ہے جس کی کوئی مثل و مثال نہیں۔

پس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل کے سامنے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت کا ذکر فرمایا، اس طرح جبریل امین اور اس چیز کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے پاس آئی۔

ورقہ نے ان سے کہا کہ اے میرے بھائی کی بیٹیا، میں نہیں جانتا، شاید کہ تیرے شوہر وہی نبی ہوں جن کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں، اور جن کا ذکر ان کے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ وہی ہیں، اور پھر آپ کی دعوت ظاہر و عام ہو جائے، بشرطیکہ میں زندہ رہوں تو میں اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت اور صبر و مدد کے ساتھ ان کی خوب خوب رفاقت اختیار کر کے آزمائش کی بھیڑ سے گزروں گا۔ لیکن اس کی ابھی نوبت ہی نہ آئی کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

بعثت کی ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ کی صلوٰۃ
حضرت عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت جبریل امین نے پانی کا ایک چشمہ کھولا اور اس سے وضو فرمایا جب کہ محمد کریم علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا چہرہ، کہنیوں سمیت ہاتھ، ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ پھر انھوں نے اپنے مخصوص مقام پر پانی چھڑکا اور بیت اللہ

حبشہ کی زمین ایسی تھی جو قریش مکہ کی ایک تجارتی منڈی تھی۔ وہ وہاں تجارت کرنے جلتے، جس سے انھیں رزق میں فراخی نصیب ہوتی، وہ ایک محفوظ اور اچھی تجارتی منڈی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ کے رسول نے صحابہ کرام کو وہاں جانے کا حکم دیا تو عام مسلمان مکے کے مظالم کے سبب وہاں چلے گئے۔ مکے میں ان پر مختلف النوع آزمائشوں کا خوف تھا۔ خود حضور اقدس وہاں قیام پذیر رہے، حالات کی شدت میں کمی نہ آئی، چند سال یہی حالت رہی اور وہاں موجود مسلمان مسلسل شدت و سختی کا شکار رہے۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان حضرات صحابہ کرام کے اسما منقول ہیں جنہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقا سے قبل پہلی مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

(۱) حضرت زبیر بن العوام (۲) سہل بن بیضا، (۳) عامر بن ربیعہ (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) عبدالرحمن بن عوف (۶) عثمان بن عفان ان کے ساتھ ان کی اہلیہ سیدتنا رقیہ (حضور اکرم علیہ السلام کی صاحبزادی) بھی تھیں (۷) حضرت رقیہ مذکورہ (۸) عثمان بن مظعون (۹) مصعب بن عمیر (بنو عبد الدار کے فرزند) (۱۰) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اپنی اہلیہ سمیت، (۱۱) سلمہ بنت سہیل بن عمرو۔ حبشہ میں ہی حضرت ابو حذیفہ کے ان سے صاحب زادے پیدا ہوئے جن کا نام محمد بن ابی حذیفہ ہے (۱۲) ابوسبرہ بن ابی رہم لہی اہلیہ سمیت (۱۳) ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو (۱۴) ابوسلمہ بن عبدالاسد اپنی اہلیہ سمیت (۱۵) ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وغنن

حبشہ سے بعض مہاجرین کی واپسی

اور
”تِلْكَ الْغُرَاقِيقُ الْعَلَىٰ“ کا تعجب خیز معاملہ

جو حضرات پہلی مرتبہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے رفقا سے قبل حبشہ گئے تھے

وہ اُس وقت واپس آگئے جب سورہٴ نجم کا ابتدائی حصہ نازل ہوا۔

مشرکوں نے کہا کہ اگر یہ شخص (نبی علیہ السلام) ہمارے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کرتا تو ہم اس کا اور اس کے رفقا کا اقرار کر لیتے۔ ان کا کہنا تھا کہ جن دوسرے لوگوں مثلاً یہود اور نصاریٰ نے اس کے دین کی مخالفت کی ہے اور کرتے ہیں، ان کا اُنھوں نے کبھی اس طرح ذکر نہیں کیا تھا جس طرح یہ ہمارے دین کا برائی اور سب و شتم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ (حالانکہ یہ بات مطلق نہ تھی، حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جھوٹے معبودوں کی بے ثباتی اور بے طاقتی کا ذکر تو کرتے لیکن سب و شتم ہرگز نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اس سے بہت بلند تھے۔ مترجم) پس اللہ تعالیٰ نے ابنِ سورت کو نازل فرمایا جس کی ابتدا "والہم" سے ہوتی ہے۔ آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

اَفْ اٰیٰتِہِۭمۡ اَللّٰتِ وَاَلْعِزِّیۡۤہٗ وَمَنَاۡئَہُۭ الشَّٰثِثَۃُ الْاٰخِرٰی ؕ (البقرہ: ۱۹-۲۰)

ان آیات کی تلاوت کے ساتھ شیطان لعین نے بتوں کا ذکر و تذکرہ خلط ملط کر دیا اور یوں کہا: وَاِنَّہُمْ مِّنَ الْغُرٰٓیۡنِ الْعٰلِیٰ، وَاِنْ شَآءَ عٰتَمٰہُنَّ لَتَوْرَیۡجِیۡ۔

یعنی یہ خوب صورت بلند مرتبہ معبود ہیں، ان کی سفارش کی قبولیت ہوگی۔

یہ شیطان کی سبوح اور اس کا فتنہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلمات ہر مشرک کے دل میں جم گئے۔ ان کی زبانوں پر مسلسل ان کا ذکر رہنے لگا اور اُنھوں نے یہ کہہ کر خوشی کا اظہار کرنا شروع کر دیا کہ "محمد" نے اپنے پہلے دین سے رجوع کر لیا (معاذ اللہ تعالیٰ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے جب سورۃ ختم کی تو آپ نے سجدہ کیا (کہ اس سورۃ کے آخر میں سجدہ ہے) ہر مسلمان اور وہاں موجود مشرکوں تک نے سجدہ کیا، البتہ ولید بن مغیرہ نے سجدہ نہ کیا۔ وہ مکے کا ایک بڑا آدمی تھا۔ اس نے سیدھی طرح زمین پر سجدہ کرنے کے بجائے، تھیلی پر مٹی اٹھا کر اس پر سجدہ کر لیا۔

دونوں جماعتوں کو اس سے تعجب ہوا۔ مسلمانوں کا تعجب اس سبب سے تھا کہ مشرکوں نے سجدہ کیا اور مشرک اپنی جگہ مطمئن تھے۔ ان کا باطل خیال یہ تھا کہ یہ جملے حضور علیہ السلام نے بھی پڑھے ہیں، انھیں شیطان نے اس خیال پر بخترہ کر دیا تھا اور یہ باور کر دیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے جو سجدہ کیا ہے تو وہ تمہارے ہی معبودوں کی تعظیم کے لیے کیا ہے۔ یہ کلمات باطلہ خوب نشر ہوئے حتیٰ کہ شیطانی قوتوں کے سبب حبشہ تک ان کی صدائے بازگشت سُنی گئی۔ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے حضرات نے جب یہ سنا کہ لوگ مسلمان ہو گئے (مشرکوں کے سجدے کے پروپیگنڈے کا یہ تاثر تھا) اور انھوں نے حضور اقدس کی رفاقت اختیار کر لی ہے، اور ان حبشی مہاجرین کو ولید بن مغیرہ تک کے مخصوص انداز کے سجدے کا علم ہوا تو جلدی سے واپس لوٹے اور خوشی کے مارے حضور اقدس کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کے نام کا نعرہ بلند کیا۔

اُدھر شام کو حضرت جبریل امین کی آمد ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے شکایت کی۔ اُنھوں نے جیسے معلوم کیے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلائے، لیکن جبریل نے ان سے برأت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، اُنھیں میرے رب نے نہیں اتارا اور نہ تیرے رب نے مجھے ان کا حکم دیا۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معاملہ ان کے لیے بھی وجہ اضطراب و پریشانی تھا، اُنھوں نے اس پریشانی کا بڑی شدت سے آپ سے ذکر کیا کہ یہ تو گویا شیطان کے پھندے میں آنے والی بات ہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری قوت سے شیطانی الفاظ کی تردید کی اور واضح کیا کہ ایسا ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی ان باتوں سے ماورا ہوتے ہیں۔ سورہ حج کی آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ط وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ (الحج: ۵۲-۵۳)

اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی، سو جب لگا (وہ) خیال باندھنے (تو) شیطان نے ملا دیا اُس کے خیال میں، پھر اللہ تعالیٰ اٹھا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا۔ پھر یہی کمر دیتا ہے اپنی باتیں، اور اللہ تعالیٰ سب خیر رکھتا ہے، حکمتوں والا ہے۔ اُس واسطے کہ جو کچھ

شیطان نے ملایا اُس سے جاپنچے اُن کو کہ جن کے دل میں روگ ہیں اور جن کے دل سخت ہیں اور گنہگار مخالفت میں بہت دور جا پڑے۔

جب اللہ تعالیٰ نے شیطانی فتنے سے محفوظیت کا سامان کر دیا تو مشرک اپنی گمراہی اور عداوت میں بدل گئے اور سابقہ رویہ اختیار کر لیا۔

یہ صورت حال جب حبشہ کے مسلمانوں کو معلوم ہوئی وہ مکہ معظمہ کے قریب آپ کے قریب تو اس شدید مصیبت و پریشانی کے سبب جس سے وہ دوچار ہو چکے تھے، واپس نہ گئے اور اس بات کا خوف محسوس کیا کہ اگر وہ اس طرح کے میں داخل ہوئے تو اہل مکہ ان پر پھر سختی اور زیادتی کریں گے، اس لیے کوئی شخص مکہ میں داخل نہ ہوا الا یہ کہ کسی کو کسی نے پناہ دے دی، جیسا کہ ولید بن مغیرہ نے حضرت عثمان بن مظعون کو پناہ دی۔

جب عثمان نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول تو مسلسل مبتلائے محن و رنج ہیں اور مسلمانوں کا ایک طبقہ کوڑوں کے ذریعے پٹ رہا ہے اور اسے آگ کے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے اور تو اس حال میں ہے کہ تجھ سے تعرض نہیں کیا جاتا تو وہ اس پناہ سے بے نیاز ہو گئے اور انھوں نے عاقبت کے مقابلے میں تکلیف کو پسند کر لیا۔

انھوں نے کہا تعجب ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے معاہدہ ہیں، اس کی ذمہ داری میں ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذمہ داری میں ہیں (یعنی مسلمان ہو گئے) وہ تو خوف و ہمت میں زندگی گزاریں اور شذائد و تکالیف میں مبتلا ہوں۔ اس احساس کے ساتھ وہ ولید کے پاس گئے اور اس سے کہا چچا، آپ نے میری حفاظت کا وعدہ لیا اس کو خوب نبھایا۔ اب میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اپنی حفاظت سے الگ کر دیں، اور اب آپ کفار کے ملنے مجھ سے اپنی برائت کا اظہار کر دیں۔ ولید نے کہا:

بھتیجے، ممکن ہے میری ذمہ داری کے دوران تجھے کسی سے ستایا ہو، بُرا بھلا کہا ہو، تو اس وجہ سے تم میں دل برداشتگی آئی ہو، مجھے بتلاؤ تاکہ میں اسے منع کر دوں اور اس کے مقابلے میں تمہارے کام آؤں۔

انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم ایسی بات نہیں، مجھ سے کسی نے تعرض بھی نہیں کیا۔

ولید نے سمجھ لیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ یہ تو یہی چاہتا ہے کہ میں اس سے برأت کا اعلان کر دوں تو وہ مسجد کی طرف گئے، وہاں قریش کی دھمال چوڑی موجود تھی، اور لبید بن ربیعہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ عثمان کا ہاتھ پکڑے قریش کے پاس آئے اور کہا کہ اس نے مجھ پر غلبہ پایا ہے اور مجھے اس بات کا قائل کر لیا ہے کہ میں اس کی ذمہ داری سے برأت کر دوں، پس میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

پھر دونوں وہاں بیٹھ گئے، لبید برابر شعر پڑھ رہے تھے، انھوں نے پڑھا۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے غلط ہے (مراد معبودان باطلہ تھے)

عثمان نے یہ مصرعہ سن کر کہا کہ آپ نے بالکل سچ کہا۔ لبید نے شعر اس طرح پورا کیا کہ،

وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

ہر نعمت بلا شک زائل ہونے والی ہے۔

تو عثمان نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے، لوگ چپ رہے اور مطلق نہ جان سکے کہ اس کلمہ سے ان کی مراد کیا ہے؟ انھوں نے بار دگر دہرایا اور اسی کا ارشاد فرمایا، پھر جب اس نے وہ شعر دہرایا تو انھوں نے اسی طرح کا جواب دیا اور فرمایا تو نے ایک بار سچ کہا، ایک بار جھوٹ! جب تو ہر چیز کے فنا ہونے کی بات کرتا ہے تو یہ سچ ہے اور ہر نعمت کے زائل ہونے کی بات کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں۔ جنت کی نعمتیں زائل نہ ہوں گی۔ اس پر جھگڑا ہو گیا، ایک قریشی نے ان کی آنکھ پر تھپڑ رسید کیا، وہ ضائع ہو گئی۔

ولید بن مغیرہ اور اس کے رفقاء نے کہا کہ تو ایک ایسے ذمے میں تھا جس کے سبب تیرے قریب کوئی نہ آسکتا، اُس سے نکل کر اب تو جس سے ملا تو غنی ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ نامراد ہنس پڑے۔

حضرت عثمان نے فرمایا واقعہ یہ ہے کہ میں تم میں سے جس سے ملا وہ فقیر تھا (یعنی بنیادی طور پر محتاج و بے کس) اور میری آنکھ جس کا یہ حشر ہوا، اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے والا بھی

فقر ہوگا (کہ اسے اس کا خیمہ بھگتنا ہوگا) میرے لیے اسی کا اسوہ و طریقہ ہے جو تم میں سے (قریش میں سے) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ولید نے کہا تم چاہو تو میں پھر تمہیں اپنی ذمہ داری میں لے سکتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا، تیری ذمہ داری کی مجھے مطلق حاجت و ضرورت نہیں۔

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت جعفر اور ان کے اصحاب علیہم الرضوان کے حبشہ کی طرف چلنے اور ان سب حضرات کو حبشہ سے واپس لانے والے قریشی وفد کے متعلق فرماتے ہیں۔

قریش نے عمارہ بن الولید بن المغیرہ المخزومی اور عمرو بن العاص السہمیؓ کو ان حضرات کو واپس لانے کے لیے بھیجا اور انھیں پابند کیا کہ جلدی سے سفر کریں اور ملک حبشہ نجاشی کے پاس پہنچیں، سوان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچیں، سوان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ وہ شخص جس کے یہ لوگ نام لیوا ہیں، اس نے ہمارے معاشرے میں "فساد" ڈالا اب اس کے حواری یہاں آکر تیرے دین کا معاملہ بگاڑنا چاہتے ہیں اور تیری حکومت کی خرابی کا باعث بننا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں، آپ کا ہم پر مخلصانہ حق ہے، ہمارے تاجر آپ کے ملک میں آتے ہیں اور امن سے کام کرتے ہیں۔ ہمیں ہماری قوم نے اسی حق کی غرض سے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو بتلا دیں کہ یہ شخص اور اس کے رفقا آپ کے یہاں بگاڑ پیدا کریں گے۔ اس شخص (یعنی رسول اکرم) کا حال یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں کہتا ہے جو صحیح نہیں۔ وہ اور اس کے رفقا اس بات کو نہیں مانتے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام معبود والہ ہیں۔ انھوں نے آپ کے پاس آتے ہوئے درباری سجدہ بھی نہیں کیا، اس لیے انھیں ہمارے سپرد کر دیں ہم ان سے خود نمٹ لیں گے۔

حضرت جعفر اپنے رفقا سمیت دربار میں آئے۔ انھوں نے ایسے ہی کیا کہ سجدہ نہیں کیا۔ قریشی وفد بھی وہاں موجود تھا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ دو شخص ان سے پہلے وہاں موجود ہیں تو حضرت جعفر نے بڑے حوصلے اور جرأت سے اذن باریابی چاہا۔ بادشاہ نے یہ

آواز سنی اور اندر آنے کی اجازت دی، داخل ہونے پر انھوں نے قریشی وفد کو موجود پایا۔ بادشاہ نے پوچھا آواز کس نے دی تھی؟ حضرت جعفر نے کمال جرات سے کہا کہ میں تھا، تو بادشاہ نے ان الفاظ کے دہرانے کو کہا۔ حضرت جعفر نے اس طرح السلام علیکم کہا جس طرح مسلمان کہتے ہیں (کسی کے پاس جائیں تو دروازے سے سلام کہہ کر اجازت چاہیں) سجدہ مطلق نہیں کیا۔ قریشی وفد کے نمائندوں نے موقع جان کر کہا کہ جناب ہم نے تو آپ کو ابھی بتایا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ دربار کا احترام انھیں نہیں آتا۔ نجاشی مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تمہارے پاس کون آیا ہے؟ اس کا معاملہ اور حال کیسا ہے؟ تم یہاں میرے ملک میں کیوں آئے جب کہ تم تاجر نہیں؟ تمہارے بنی کون ہیں؟ تمہارے حالات کیا ہیں؟ تمہارے شہروں سے آنے والے لوگ جس طرح مجھے سلام کرتے ہیں، اس طرح تم نے کیوں نہیں کیا؟ اور مجھے یہ بھی بتاؤ کہ عیسیٰ بن مریم کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ گویا ایک ہی سانس میں اتنے سوال کر ڈالے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب جو قوم میں خطیب کی شان رکھتے تھے اُٹھے اور کہا کہ:

میری گفتگو تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اگر میں سچ کہوں تو آپ تصدیق کریں، جھوٹ بولوں تو آپ تکذیب کریں۔ بادشاہ نے قریشی وفد کے ایک رکن سے بات کرنے کو کہا اور دوسرے کو چپ رہنے کی تلقین کی۔ اس پر عمرو بن العاص نے آگے بڑھ کر گفتگو کی۔ نجاشی نے حضرت جعفر سے کہا کہ آپ بات کریں۔ حضرت جعفر نے فرمایا کہ میری گفتگو تین باتوں پر مشتمل ہے، اس شخص سے پوچھیں کہ:

کیا ہم غلام ہیں اور اپنے آقاؤں سے دوڑ کر آئے ہیں کہ اب ہمارے آقا ہماری واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں؟

نجاشی نے پوچھا، عمرو! یہ غلام ہیں؟

عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ آزاد اور شریف و ذمہ دار لوگ ہیں۔

حضرت جعفر نے پوچھا کہ ان سے پوچھیں کہ ہم کسی کو ناحق قتل کر کے آئے ہیں کہ یہ ہمیں

مقتول کے خون کے سلسلے میں واپس لے جانا چاہتے ہیں؟

نجاشی نے عمرو سے پوچھا کہ کیا انھوں نے ناحق خون بہایا ہے؟

عمر و نے کہا کہ ان میں سے کسی کے ذمے ایک قطرہ خون نہیں ۔
 حضرت جعفر تے تیسرا سوال کیا کہ ان سے پوچھیں کہ ہم کسی کا مال چھین کر آئے ہیں کہ
 اس کا فیصلہ مطلوب ہے ؟
 نجاشی (ابھی سے متاثر ہو گیا اور) کہا ، کہ اسے عمر و اگر ان کے ذمے ڈھیروں کے
 حساب سے سوتا ہے تو وہ میرے ذمے ؟

عمر و نے کہا کہ ڈھیر تو بڑی بات ہے ، کسی کے ذمے برائے نام بھی کسی کا مالی مطالبہ نہیں ۔
 اس پر نجاشی نے پوچھا پھر تمہارا ان سے کیا مطالبہ ہے ؟
 عمر و نے کہا کہ ہم اور یہ پہلے ایک ہی دین پر تھے ، ہمارا معاملہ یکساں تھا ، انھوں نے
 اس کو چھوڑ دیا جب کہ ہم اس کو لازم پکڑے ہوئے ہیں ۔

نجاشی نے پوچھا کہ وہ کیا چیز تھی جس پر تم پہلے تھے ۔ پھر تم نے اسے چھوڑ دیا اور
 دوسرے دین کی پیروی کر لی ؟ اس پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔

ہم پہلے جس طریق پر تھے وہ دین شیطان تھا ، ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے اور تمہروں
 کے سامنے جھکتے تھے ۔ اب جس طریق پر ہیں وہ عزت و بزرگی والے الہ کا دین ہے ۔ ہم آپ کو
 بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا ، جس طرح اُس نے ہم سے پہلے
 لوگوں کی طرف رسول بھیجے تھے ۔ وہ سچائی اور نیکی کا پیغام لے کر آیا ، بتوں کی عبادت سے
 اس نے ہمیں روکا ، ہم نے اس کی تصدیق کی ، اس پر ایمان لائے اور اس کی اتباع و تابعداری کی ۔
 جب ہم نے ایسا کیا تو ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی ۔ انھوں نے اس سچے نبی کے قتل
 کا قصد و ارادہ کیا اور ہمیں پھر بتوں کی عبادت کی طرف آمادہ کرنا چاہا ، بلکہ دور سے ایسا کرنا
 چاہا ۔ پس ہم اپنا دین اور اپنی جان بچا کر وہاں آگئے اور وہاں سے چلے آئے ۔ اگر ہماری قوم
 کے یہ لوگ صحیح طریق سے رہنے کا اقرار کریں تو ہم بھی تیار ہیں ۔ تو یہ ہے ہمارے دین کی
 صورت ۔

جہاں تک سلام کا تعلق ہے ، ہم نے آپ کو اس طرح سلام کیا جو ہمارے رسول صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا ہے اور جس طرح ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں ۔ ہمیں رسول

انہوں نے عمارہ کے ساتھ مکہ و تدبیر کا معاملہ کیا۔ اس نے کہا اے عمارہ! تو ایک خوب صورت اور معزز فرد ہے، تو نجاشی کی بیوی کے پاس جا، جب اس کا خاوند اس کے پاس نہ ہو تو اس سے بات چیت کر کہ وہ نجاشی کے پاس ہمارے معاملے کی سفارش کرے اور ہماری مدد کرے، اگر ایسا ہو جائے تو شاید ہم اس جماعت کو ہلاک و برباد کرنے کے قابل ہو جائیں اور ہمارا مقصد عمل ہو جائے۔ عمارہ نے سنا تو وہ نجاشی کی بیوی کے پاس جا پہنچا، اس کے پاس بیٹھ کر بات چیت کی۔ ادھر عمر بن العاص نے نجاشی کے پاس مخالفت کی اور کہا کہ آپ جانتے ہیں، میں نے آپ کے معاملے میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی اور میرا جو رفیق سفر آپ نے دیکھا وہ فحش کاری سے باز نہیں آتا، جہاں سے موقع ملا وہ اس میں مبتلا ہوا، اب وہ آپ کی اہلیہ کے پاس ہے۔ نجاشی نے اپنی بیوی کے پاس ایچی بھیجا تو وہ سچ مچ وہاں تھا۔ جب نجاشی نے یہ دیکھا تو اس کی شرم گاہ میں جادو کر کے اس کو سمندر میں غوطے دلائے، جہاں سے پھر وہ وحشی جانوروں کے ساتھ کچھ عرصہ رہا حتیٰ کہ اس کے اہل قبیلہ سے ذکر کیا گیا تو اس کا بھائی سوار ہوا۔ وہ جب اسے لے کر چلا تو اس نے پوری قوت سے بھاگنا چاہا حتیٰ کہ انہوں نے اُسے باندھ کر کشتی میں پھینک دیا، اسی اثنا میں وہ مر گیا اور عمرو مکہ واپس آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رفیق سفر کو ہلاک کر دیا اور مسلمانوں کی واپسی کی خواہش لے کر جو وہ گئے تھے اس کا سر و سامان نہ ہونے دیا۔

بنو ہاشم اور بنو المطلب کی شعب ہاشم میں اسات

عمر بن العاص جیشہ سے واپس ہوئے تو اس کے دوسرے ساتھی وہیں ہلاک ہو چکے تھے اور مسلمانوں کو واپس لانے کا مقصد بھی حل نہ ہوا تو غصے اور انتقام میں مسلمانوں پر کافروں نے اور زیادہ سختی شروع کر دی۔ مسلمانوں کے مصائب حد انتہا کو پہنچ گئے اور تکالیف کی انتہا ہو گئی۔ ادھر قریش نے جمع ہو کر ایسی تدبیر سوچنا شروع کی کہ حضور اقدس کو علانیہ قتل کر دیا جائے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر اس وقت کے بنو ہاشم کے سردار ابو طالب نے اپنے قبیلے کو اکٹھا کیا اور شعب بنی ہاشم میں سب کو بلا لیا، اس موقع پر جہاں مسلمان اپنے ایمان و یقین اور تعلق کے سبب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اکٹھے ہو گئے وہاں

قبیلے کے لوگ بھی خاندانی حمیت کے طور پر جمع ہو گئے ۔

قریش نے جب دیکھا کہ حضور اکرم کی سب قوم ایک جگہ جمع ہو گئی ہے اور انھوں نے حضور اقدس کے تحفظ کا سامان فراہم کر لیا ہے اور تعلق کی وجہ سے مسلمان ہی نہیں کافر بھی اکٹھے ہو گئے ہیں تو قریش کے باقی قبائل نے مل کر فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اختلاط و میل ملاقات اور خرید و فروخت کوئی نہ کرے گا، ان کے یہاں آنا جانا نہیں رکھے گا، تا آن کہ یہ لوگ حضور اقدس کو قتل کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں ۔

اس موقع پر انھوں نے ایک دستاویز لکھی جس پر سب نے اپنے دستخط اور مہر پر ثبت کیں کہ بنو ہاشم سے کبھی صلح نہ ہوگی ۔ ان کے معاملے میں کسی قسم کی نرمی، آسانی اور تعلق داری کا لحاظ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ رسول اکرم کو قتل کے لیے ان کے سپرد نہ کر دیں ۔

بنو ہاشم اسی حالت میں تین برس شعب بنی ہاشم میں مجبوس و اسیر رہے ۔ یہ دور تکلیف و مشقت کے لحاظ سے بڑا سنگین تھا ۔ بازار کے راستے ان پر بند تھے، مکہ معظمہ کے قریب قریب سے ان کے لیے کھانے پینے کی اشیا کا حصول ممکن نہ تھا ۔ نہ کسی قسم کی خرید و فروخت کر سکتے تھے ۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اس بائیکاٹ کی پالیسی سے یہ لوگ حضور اقدس کے قتل پر آمادہ ہو جائیں اور آپ کا خون بہانا ممکن ہو جائے ۔

ابو طالب کا یہ حال تھا کہ جب لوگ اپنے بستر پر لیٹ جاتے تو وہ اپنے بستر پر آتا اور مختلف تدبیریں سوچتا ۔

جب تمام لوگ سو جاتے تو وہ اپنے بیٹوں میں سے یا بھانجوں میں سے یا بھتیجوں میں سے کسی کو لے کر حضور کے پاس آتا اور آپ سے عرض کرتا کہ آپ اپنے بستر کے بجائے اس کے بستر پر سو جائیں ۔

بائیکاٹ کی دستاویز کا ضائع ہو جانا

جب تین سال ختم ہونے لگے تو بنو عبد مناف، بنو قصی

اور بعض دوسرے قبیلوں کے لوگوں کے دل میں خیال آیا۔ اس قلعہ
 رجمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال پر انھوں نے غور
 کیا اور ایک رات کو جمع ہو کر اُس معاہدے کو توڑنے اور
 اس سے ہر بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے دیمک
 کو مسلط کر دیا، جس نے اُس تحریر کو چاٹ لیا۔ یہ تحریر کعبہ کی
 چھت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔ اُس میں اللہ تعالیٰ کے جو عہد و پیمان
 تھے، وہ کو دیمک نے چاٹ لینے اور کافروں کا شرک، ظلم اور
 زیادتی باقی رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اطلاع دی کہ اُس
 دستاویز کا یہ حشر ہو گیا ہے۔

ابو طالب نے کہا ”ستاروں کی قسم! اُس (حضورؐ) نے
 میرے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اس لیے وہ بنو عبدالمطلب
 کے کچھ لوگ لے کر مسجد حرام پہنچا۔

مسجد حرام قریشیوں کی بیٹھک بنی ہوئی تھی۔ انھوں نے جب
 ان لوگوں کو آتے دیکھا تو نا پسندیدگی کا اظہار کیا اور خیال کیا یہ
 لوگ تکلیفوں سے تنگ آ کر نکلے ہیں اور حضورؐ کو ہمارے
 سپرد کرنے آئے ہیں۔

ابو طالب نے ان سے بات کی، تمہارے بارے میں ایک
 عجیب بات ظاہر ہو چکی ہے۔ میں اُس کا ذکر تو نہیں کرتا۔ اڈا!
 اس دستاویز کے پاس چلتے ہیں، جس میں تمہارے عہد و پیمان
 لکھے ہیں۔ شاید کہ ہمارے تمہارے درمیان صلح کی شکل بن جائے۔
 ابو طالب نے اس انداز سے اس وجہ سے گفتگو کی کہ کہیں انھوں
 نے پہلے اُس کو دیکھ نہ لیا ہو۔ شیطان نے جلدی سے کافروں کو
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس بات سے آگاہ کر دیا

جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی تھی! پس وہ اُس دستاویز کے پاس
تعب کرتے ہوئے آئے۔ اب وہ اس کی شکایت نہیں کرتے تھے
کہ رسول اکرمؐ اُن کے سپرد نہیں کیے گئے۔

بہر حال اُنھوں نے اس دستاویز کو اپنے سامنے رکھ لیا۔
اور کہا کہ یہ چیز تمھارے لیے آسان ہے کہ تم اسے قبول کر لو
یا لوٹ جاؤ ایسے کام کی طرف جو تمام لوگوں کو جمع کر دے۔
ہمارے اور تمھارے درمیان اس قطع رحمی کا سبب ایک شخص ہے،
جس کو تم نے اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے خطرہ بنا لیا
ہے۔

ابو طالب نے کہا کہ میں تمھارے پاس آیا ہوں تاکہ تمھیں ایک
ایسی تحریر سے باخبر کروں جو ہمارے اور تمھارے درمیان نصف
نصف ہے۔

یہ دستاویز جو تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے متعلق میرے
بھتیجے نے مجھے خبر دی اور اُس نے میرے ساتھ کبھی جھوٹ
نہیں بولا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک کیڑا اس پر مسلط کر دیا،
اور اس میں لکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔
تمھاری غداریوں اور ہم پر تمھارے ظلم کو اس میں سے باقی چھوڑ دیا۔
پس اگر وہی بات ہے جو میرے بھتیجے نے کہی ہے تو
اُس کی موافقت کر لو۔ اللہ کی قسم ہم اُنھیں تمھارے سپرد کریں
یہ ممکن نہیں تا وقتیکہ ہمارا آخری مرد مرنے جائے۔

اور اگر اُن کا کہنا غلط ہے تو ہم اُن کو تمھارے سپرد
کر دیتے ہیں۔ پھر تمھاری مرضی تم اُنھیں قتل کرو یا زندہ چھوڑو۔
کافروں نے کہا جو آپ کہہ رہے ہیں ہم اس فیصلے پر راضی ہیں۔

اس پر وہ دستاویز کھولی گئی تو کافروں نے حضور اقدسؐ کو سچا پایا اور اس دستاویز کے کھولنے سے پہلے جو بات حضور علیہ السلامؐ نے فرمائی تھی، وہ ہو ہو صحیح ثابت ہوئی۔ قریش نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے۔ اے ابو طالب یہ تو تمہارے بھتیجے کا کھٹلا کھٹلا جادو ہے۔ پھر کافروں کی سختیاں اور ان کی دشمنیاں حضور اکرمؐ اور آپ کے صحابہؓ کے خلاف اور بڑھ گئیں اور وہ اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔

بنو عبدالمطلب نے کہا کہ جھوٹ اور جادو کی ہم پر تہمت ہے تو تمہارا اپنے متعلق کیا خیال ہے؟ ہماری قطع رحمی پر تم اکٹھے ہو گئے ہو، یہ حرکت جنابت اور جادو کے زیادہ قریب ہے۔ اگر تم لوگ اس کذب اور جادو پر اکٹھے نہ ہوتے تو یہ دستاویز اس طرح نہ مٹی۔ وہ تمہارے قبضے میں ہے۔ ہمارے قبضے میں نہیں۔ اس میں جو اللہ تعالیٰ کا نام تھا، اس کو تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے نقطہ نظر سے مٹا دیا اور جو بغاوت و سرکشی تھی، اس کو اللہ نے چھوڑ دیا۔ کیا جادوگر ہم ہیں یا تم ہو؟ یہ سن کر قریش بہت شرمندہ ہوئے۔ کچھ لوگوں کے کہا: ان میں ایک ابوالبحتری تھا جس کا نام العاص بن ہشام بن الحارث بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے، اور ایک مطعم بن عزیٰ اور ایک ہشام ابن عمرو اور بنو عامر بن لوی کے بھائی تھے۔ وہ دستاویز ان ہی کے پاس تھی۔ ان کے علاوہ زہیر ابن امیہ، رفیعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، قریش کے ایسے لوگ تھے، جن کے گھروں میں بنو ہاشم کی عورتیں تھیں۔ یہ سب کہنے لگے کہ جو کچھ ہوا اُس پر انہیں ندامت ہے۔ اس لیے

ہم اس دستاویز سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ابو جہل نے غصے میں کہا یہ ایسا فیصلہ ہے جس کے لیے ایک سازش کی گئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو مختلف قبائل کے پاس پیش کرنا

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قریش کے اُس مکارانہ اور ظالمانہ مقابلہ کو برباد کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی اپنے رفقاء کے ساتھ حیاتِ نوئے سے جذبے کے ساتھ لوگوں میں گھل مل گئے۔ ان سالوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرب کے قبائل کے پاس ہر موسم میں تشریف لے جاتے۔ ہر شریف آدمی سے بات چیت فرماتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ میرا اور کوئی سوال نہیں سوائے اس کے کہ وہ آپ کو ٹھکانہ دے دیں اور قریش کے ظلم و استبداد کے مقابلے میں اپنی اخلاقی و انسانی ذمہ داریاں پوری کریں۔

آپ فرماتے کہ فی الوقت مجھے کسی سے کسی طرح کی ناپسندیدگی نہیں، جو شخص میری دعوت کو پسند کرتا ہے وہ اسے قبول کر لے اور جسے پسند نہیں، میرا اس پر زور نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے قتل کا ارادہ کرنے والوں کے مقابلے رکاوٹ بن جاؤ۔ تم ایسا کرو گے تو میں سکون کے ساتھ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں گا اور پھر اللہ تعالیٰ میرے اور میرے رفقاء کے لیے اپنی طرف سے جو فیصلہ چاہیں گے فرمائیں گے۔ لیکن واضح رہے کہ کسی قبیلے کو اس کی توفیق نہ ہوئی اور اُن قبائل میں سے کوئی بھی اس طرف نہ آیا بلکہ وہ کہنے لگے کہ جناب جو شخص جس قوم سے تعلق رکھتا ہے، اس کی قوم اسے زیادہ خوب جانتی ہے۔ آپ نے ایسا بھی کوئی دیکھا کہ ہماری نو اصلاح کرنے آجائے اور اُس کی اپنی قوم فساد اور لگاڑ کا شکار ہو۔

یہ سب اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس برکت کا خزانہ انصار کے لیے جمع کر رکھا

تھا۔ (آخر یہ اُن کے مقدر میں آیا)

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سفر طائف

ابوطالب کے مرنے سے قریش کی زیادتیاں اور بڑھ گئیں تو حضور اقدس نے قبیۃ ثقیف کا رخ کیا، اس امید سے کہ وہ آپ کو ٹھکانہ دیں گے اور اس کا ریشہ میں دست و بازو بنیں گے۔
تین افراد کا آپ نے فیصلہ کیا جو آپس میں بھائی تھے یعنی عبد یلیل بن عمرو، حبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو۔ آپ ان کے پاس گئے۔ مصائب اور پریشانیوں سے انھیں آگاہ کیا اور قریش کی زیادتیوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا اگر تجھے ہی اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے تو میں کبے کے پردے چرا کر لاؤں گا۔ دوسرے نے کہا اس مجلس کے بعد میں تیرے ساتھ ذرا بھر گفتگو نہ کروں گا۔ اگر تو واقعی رسول ہے تو توحق و شرافت کے اعتبار سے اس سے کہیں بلند تر ہے کہ میں تیرے ساتھ بات چیت کروں۔ تیسرے نے کہا کیا اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز تھا کہ تیرے بغیر کسی کو رسول بنا کر بھیجتا۔

انھوں نے یہ بات بنو ثقیف میں پھیلا دی، لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپ سے ٹھٹھہ کرنے لگے اور راستے میں صف در صف ہو کر بیٹھ گئے۔ اپنے ہاتھوں میں پتھر جمع کر لیے۔ آپ قدم اٹھاتے اور زمین پر رکھتے تو وہ ید بخت آپ کو پتھر مارتے۔ برابر آپ کے ساتھ استنزا اور تسحر کا معاملہ وہ کر رہے تھے۔ آپ ان کی صفوں سے جب نکل آئے تو قدموں سے خون بہہ رہا تھا، اس وقت آپ نے انگوروں کے ایک باغ کا قصد کیا۔ انگوروں کی ایک پیل کے سایہ میں آکر بیٹھ گئے، آپ سخت غم زدہ تھے اور زخموں سے چور۔ آپ کے لہڑوں سے برابر خون بہہ رہا تھا۔

باغ میں عقیبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ تھے۔ ان کو آپ نے دیکھا تو وہاں آنا پسند نہ ہوا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمن تھے، اور اس پیغام کے بھی جو آپ لے کر آئے تھے۔ یہ حال انھوں نے اپنے نوکر کے ذریعے انگوروں کا خوشہ بھیجا۔ وہ فی الحقیقت نبیوی کے علاقے کا عیسائی تھا۔ اُس نے آکر انگور خدمت اقدس میں پیش کیے آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانے شروع کیے تو اس نوکر کو جس کا نام "عدرس" تھا تعجب ہوا۔

آپ نے اس سے پوچھا، عدس تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اُس نے کہا ینوی کا۔
آپ نے فرمایا کہ اس شہر کے افراد میں ایک مرد صالح یونس بن متی تھے؟ عدس نے
کہا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ یونس بن متی کون تھے؟

اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے اسے حضرت یونس کے
متعلق بتلایا۔ حضور اقدس کسی ایسے شخص کی تحقیر کا سوچ بھی نہ سکتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ،
رسول، نبی ہو چکا ہے۔ اس نے مزید حضرت یونس کے حالات پوچھے؟ تو حضور اقدس نے
وحی کے متعلق حصے اسے بتلائے۔ وہ آپ کے حضور جھک گیا، آپ کے قدموں کو بوسہ دینے
لگا، اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنے ملازم کی کیفیت دیکھی تو سکتے
میں آگئے۔

جب وہ واپس آیا تو اُنھوں نے پوچھا تجھے کیا ہوا کہ تو ان کے سامنے جھکا اور ان کے
قدم چھوئے؟ جب کہ تو نے ہم میں سے کسی کے ساتھ کبھی یہ سلوک نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ
یہ ایسا مرد صالح ہے جس نے ہماری طرف مبعوث ہونے والے نبی حضرت یونس بن متی کے
حالات سے واقف و آگاہ کیا اور مجھے خبر دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس پر وہ
دونوں ہنس پڑے، اور کہنے لگے کہ یہ شخص دھوکے باز ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کہیں تجھے
نصرانیت کے معاملے میں فتنے میں مبتلا نہ کر دے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول مکہ معظمہ
واپس تشریف لائے۔

حدیث اسرا اور معراج کا ذکر

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے یہاں فاضل مرتب نے سند کا
ذکر کر کے حاشیے میں توجہ دلا دی کہ تفصیلات کے سلسلے میں امام بیہقی کی دلائل النبوة ج ۲،
ص ۱۰۷ دیکھیں۔ نیز اس واقعے کی تفصیلات کے ضمن میں ابن ہشام ج ۱، ص ۳۹۵، ابن سعد
ج ۱، ص ۱۱۱، البخاری کتاب المناقب ص ۶۳، ۶۴، المسلم کتاب الایمان ص ۱۶۲،
۱۶۸ وغیرہ دیکھیں۔ واقعے کی شہرت کے پیش نظر اُنھوں نے یہاں تفصیل نہیں دی۔

عقبہ اولیٰ و ثانیہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ موسم حج کے موقع پر بنی مالک بن نجار کے کچھ حضرات (جو آئندہ چل کر انصار کہلائے) حاضر ہوئے۔ ان میں یہ حضرات شامل تھے۔

۲: اسعد بن زرارہ

۱: معاذ بن عفرہ

بنو ذریق کے یہ حضرات تھے۔

۴: ذکوان بن عبد قیس

۳: رافع بن مالک

بنو غنم بن عوف کے جو حضرات تھے، ان کے نام ہیں۔

۶: ابو عبد الرحمن بن ثعلبہ

۵: عبادہ بن الصامت

۷: ابو الہیثم بن الہیثم

بنو عبد الاشمل میں سے

۸: عویمر بن ساعدہ شامل تھے۔ اور بنو عمرو بن عوف میں سے

ان حضرات کے پاس خود رسولِ محترم تشریف لائے، اپنی نبوت و رسالت کی خبر سے انھیں سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس شرف و مجد سے نوازا ہے اس سے مطلع کیا اور انھیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

ان حضرات نے سنا تو انھیں یقین و اطمینان حاصل ہوا، اور مدینہ میں اہل کتاب سے آپ کے تذکرہ اور دعوت کے متعلق جو کچھ ان حضرات نے سن رکھا تھا، اسے معلوم کر کے تصدیق کی اور ایمان لائے۔ اس طرح ان حضرات کا اس عظمت سے مشرف ہونا ایک خبر کا سبب تھا۔ ان حضرات نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اوس خراج کے درمیان خونی نزاعات ہیں، ہم اس چیز کو بہت محبوب رکھتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہنمائی کی، ہم اللہ تعالیٰ اور آپ کے لیے ہر طرح کی کوشش کرنے پر تیار ہیں، جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس کے معاملے میں ہم مشورہ کریں گے، فی الوقت آپ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے انتظار فرمائیں ہم اپنی قوم کی طرف واپس جا کر انھیں آپ کے حالات سے باخبر کریں گے

اور انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیں گے، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان مصالحت کی شکل پیدا فرمادے اور ہمارا معاملہ مجتمع ہو جائے۔ اب تو ہم بد قسمتی سے ایک دوسرے سے بہت دور ہیں اور بغض و حسد کا شکار۔ اگر آپ ہم سے پیش قدمی فرمائیں اور ہم آپس میں رضامند نہ ہو سکیں تو ہم آپ کے لیے جماعت کا فرض ادا نہ کر سکیں گے تاہم ہم آپ سے آنے والے سال کے موسم حج میں ملنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

پس انھوں نے جو کہا، اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کو پسند فرمایا اور وہ لوگ واپس چلے گئے، اور اپنی قوم کو محض طریق سے دعوت دینی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اور جو کچھ وہ لے کر تشریف لائے ہیں، اس سے باخبر کرنا شروع کیا۔ قرآن پڑھ کر اپنی قوم کو دعوت دی، نتیجہ یہ ہوا کہ مشکل سے کوئی گھرايسارہ گیا جس میں سے کوئی نہ کوئی فرد مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ پھر انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنی طرف سے کسی صاحب کو بطور مبلغ و استاد بھیجیں جو لوگوں کو کتاب اللہ کے ذریعے دعوت دے کیوں کہ لوگوں کی تابعداری اور مان جانے کی خاصی امید ہے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جو بنو عبد الدار کے عزیز تھے، وہ بنو غنم کے علاقے میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر مقیم ہوئے، انھوں نے محض طریق سے دعوت کا کام شروع کیا۔ اس موقع پر اسلام کا پیغام خوب پھیلا، اس کے ماننے والے بہت ہو گئے۔ لیکن وہ بہر حال ابھی تک دعوت کے کام میں ذرا محض طریق کو اپنائے ہوئے تھے۔ تاہم اب حضرت اسعد بن زرارہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "بزرگ" یا اس کے قریب ایک جگہ تشریف لائے، وہاں بیٹھ گئے، انھوں نے وہاں کی آبادی کے پاس پیغام بھیجا، لوگ آگئے تو حضرت مصعب نے ان سے بات چیت کی اور سارا قصہ ان کے سامنے کہہ سنایا۔ ان حضرات کے حالات کی خبر سعد بن معاذ کو ہوئی، وہ مسلح ہو کر آئے، نیزہ ان کے پاس تھا وہاں وہ کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ آپ ہماری آبادی میں کیوں آئے، جب کہ آپ تنہا، اکیلے اور اجنبی ہیں، ہمارے کمزور لوگوں کو آپ بے وقوف بنا رہے ہیں، جب کہ وہ آپ کو اپنی طرف (اپنے طریق کی طرف) دعوت دیتے ہیں۔ اس قصے کے بعد میں اپنے اور تمھارے درمیان کسی قسم کے حق جوار (پڑوس) کو نہیں دیکھتا۔

اس وقت تو یہ حضرات واپس لوٹ گئے لیکن پھر چند دن بعد اسی جگہ آئے پھر سعد بن معاذ کو خبر ہوئی تو وہ اس جگہ آئے لیکن اب پہلے کے مقابلے میں ان کی دھمکی ہلکی تھی۔ جب سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں کچھ نرمی دیکھی تو کہا، اسے خالہ کے بیٹے مان لی بات تو سنو، اگر ناپسند ہو تو آپ سے بہتر بات بتائیں، صحیح خیال کریں تو مان لیں۔ سعد بن معاذ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔

حَمْدٌ ۖ وَ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

(النحل: ۱-۳)

قسم ہے اس واضح کتاب کی، ہم نے رکھا اُس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ سعد بن معاذ نے کہا، میں وہی بات سنتا ہوں جو سمجھتا ہوں، یہ کہہ کر وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت تو دے دی لیکن فی الوقت انھوں نے اسلام ظاہر نہ کیا، اپنی قوم کے پاس آکر بنو عبد الاشمل کو اسلام کی طرف بلایا اور اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ سعد بن معاذ نے کہا کسی چھوٹے، بڑے، مرد یا عورت کو اس میں شک ہے تو اس سے بہتر چیز لائے ہم اس کو قبول کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ ایک ایسا پیغام لائے ہیں جس کے معاملے میں گردنیں جھک جائیں اور گہری سوچ کا شکار ہو جاتی ہیں۔

۱۷

سعد بن معاذ کے قبول اسلام اور ان کی دعوت کے سبب ان کا قبیلہ بنو عبد الاشمل مسلمان ہو گیا، ہاں وہ لوگ جن کا ذکر نہیں ہوا وہ محروم رہے۔ اس طرح یہ انصار کا پہلا محلہ تھا جس کا پورا خاندان مسلمان ہو گیا۔ اب بنو نجار نے حضرت مصعب بن عمیر کو اپنے یہاں کسے لے لیا اور حضرت سعد بن زرارہ پر سختی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مصعب، حضرت سعد بن زرارہ کے یہاں منتقل ہو گئے اور ان کے پاس رہ کر مسلسل دعوتِ دین کا کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے لوگوں کی ہدایت کا سامان کرتا رہا۔ حتیٰ کہ انصار کے گھروں میں سے بہت کم کو چھوڑ کر باقی نے اسلام قبول کر لیا، اور جو معزز حضرات تھے انھیں بھی توفیق ہو گئی کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسلمان ہو گئے، انھوں نے اپنے بت توڑ ڈالے۔

اب مسلمانوں کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مدینہ میں سب سے زیادہ باعزت تھے، ان کے معاملات کی اصلاح ہو گئی اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آلہ و اصحابہ وسلم کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ انھیں "المقصری" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (قرآن پڑھنے کے اعتبار سے بہت بلند درجہ)

عقبہ ثانیہ

آئندہ سال ستر انصاری حضرات زیارت بیت اللہ کے لیے آئے۔ ان میں چالیس حضرات بڑی عمر کے اور معززین میں سے تھے، جب کہ تیس حضرات نوجوان، ان میں سے جو بہت چھوٹے تھے وہ ہیں، عقبہ بن عامر، ابوسعود، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ملاقات کے وقت حضور اقدس کے ساتھ حضرت عباس بن عبد المطلب آپ کے چچا تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی، اس حقیقت سے انھیں آگاہ کیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختص فرمایا ہے، یعنی نبوت و بزرگی۔ اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔ بیعت یعنی معاہدہ دعوت دی۔ یہ بیعت اس بات کی تھی کہ وہ آپ کے معاملے میں پوری حفاظت و حصار کا کام کریں گے، جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کے معاملے میں کرتے ہیں۔ انھوں نے دعوت حق قبول کی اور اس کی تصدیق کی، اور کہنے لگے کہ اپنے رب اور اپنی ذات کے لیے جو چاہیں آپ شرط لگائیں۔ آپ نے فرمایا، میں اپنے رب کے لیے تو یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور اسی کی عبادت کرتا اور اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ میرے لیے تم اسی طرح مددگار اور آڑ ہو گے جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کے لیے جیتے ہو۔

جب انھوں نے خوشی سے اس شرط کو قبول کر لیا تو جناب عباس نے ان سے شرط لگائی اور حضور اقدس کے لیے ان سے پختہ عہد و پیمان لیے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے درمیان کے معاملات کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ عقبہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے پہلے بیعت ابوالثیم بن الیثمہان نے کی اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے اور لوگوں کے درمیان

مختلف قسم کے دوستی کے رشتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ہم ان سب سے دست بردار ہو جائیں اور آپ پھر اپنی قوم کے پاس واپس تشریف لائیں، ہم تمام معاہدات دوستی کو قطع کر کے آپ کے لیے لڑائیاں بھی لڑیں تو پھر ایسا ہو۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ: ”میرے تمھارے خون اور قصاص و بدلے مشترک ہوں گے۔“

اس سے ابو الہیثم خوش ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس آ کر کہا: اے میری قوم یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ آج کے دن تو وہ اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے امن میں ہیں، ان کی قوم اور اعزہ ان کے سامنے ہیں۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم ان کے ساتھ نکلو گے تو سارے عرب ایک کمان کے ساتھ تمھیں نشانہ بنائیں گے۔ اگر تم اس خونخوار جنگ کے لیے قلبی طور پر تیار ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ اپنے مالوں اور اپنی اولاد کی قربانی کا سوچ سکتے ہو تو انھیں اپنی زمین پر تشریف لانے کی دعوت دو۔ وہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اگر تم ان کی پریشانی اور پسپائی کا خوف رکھتے ہو اور رسوائی کا اندیشہ ہے تو ابھی سے معذرت اچھی ہے۔

عبداللہ نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے اس حقیقت کو قبول کر لیا ہے۔ ابو الہیثم، اب تم ہمارے اور رسول اللہ کے درمیان محفل نہ ہو، بس ہم کو بیعت کر لینے دو۔

ابو الہیثم نے کہا کہ پہل میں کمر لگاؤ، پھر تم کرتا۔

اس اثنا میں پہاڑ کے سرے سے شیطان چیخا کہ لے قریشو! یہ اوس و خزرج والے تمھارے خلاف جنگ کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ پس وہ اس دھمکی سے گھبرا گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آواز تمھارے لیے گھبراہٹ کا سبب نہ بنے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کی آواز ہے۔ اس کو ان میں سے کوئی نہیں سنے گا جن سے تم ڈرتے ہو۔ یہ کہہ کر رسول محترم اٹھے، آپ نے شیطان پر واضح کر کے فرمایا، اے عیار و چالاک، تیرے بھائی کمر توڑتے ہیں، میں ابھی تیرا بند و بست کرتا ہوں۔ قریش کو اس صورت حال کا علم ہوا تو انھوں نے ادھر ہار رخ کیا، حتیٰ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے واپس ہوا۔

کجا دوں کو روندتے پھرے لیکن انھیں کچھ نظر نہ آیا تو مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے ۔

بنو سالم کے عزیز العباس بن عبادہ بن نفلہ نے کہا یا رسول اللہ، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت و بزرگی سے نوازا، آپ چاہیں تو ہم اپنی مملواریوں کے ساتھ اہل منی (قریش مکہ) کی ابھی خبر لے لیں اور ان پر ٹوٹ پڑیں یہ لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا اس کا حکم و اجازت (ابھی) نہیں دی گئی، اور ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر مستحق تھے اور اپنی طرف سے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد و نصرت کی جو شرط کی تھی، اسے انھوں نے پورا کر دکھایا۔ وہ اپنے گھروں کو اس حال میں پہنچے کہ عظیم نفع اور رشد و ہدایت کا سرمایہ ان کے ہمراہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس یمن سے لیے اس شہر کو ٹھکانہ بنا دیا۔ اس کے بایسویں کو اسرم اور نبی رحمت کی نصرت کرنے والے اور اس گھر کو ہجرت کا گھر بنا دیا۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

عقبہ اخیرہ میں حاضری دینے والے انصار

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان خوش قسمت افراد کے نام گنائے ہیں جنھوں نے انصار میں سے رسول محترم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی ۔

۱: انصار کے بنو سلمہ بن تمیز بن جشم میں سے حضرت البراء بن معرور بن صخر بن خنساء، یہ نقیبا میں سے ہیں اور پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے ایک تہائی مال کی وصیت کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم نے انھیں اجازت دے دی ۔

۲: انصار کی شاخ بنو حارثہ بن الحارث میں سے بہیر بن البشیم

۳: ثابت بن اجدع انصاری

۴: جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن عتم بن کعب بن سلمہ انصاری ۔

۵: الحارث بن قیس بن مخلد، انھوں نے بدر کے معرکے میں شہادت پائی اور انصار کی

شاخ بنو زریق (

۶: زید بن لبید (انصار کی شاخ بنو بیاضہ)

۷ : سعد بن الربیع بن ابی ذبیر بن مالک بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج ۔
(انصار - بنو الحارث بن الخزرج)

۸ : ذبیر بن رافع (انصار - بنو حارثہ بن الحارث)

۹ : عمرو بن غزیمہ بن ثعلبہ بن خنسان بن مبدول بن غنم بن ہازن (انصار - بنو مازن بن النجار)

۱۰ : عقیبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیر بن عسیرہ ، ان کی کنیت ابو مسعود تھی (انصار - بنو الحارث بن الخزرج)

۱۱ : کعب بن مالک بن ابی القیس بن کعب بن سوادہ (انصار - بنو سلمہ)

اس بیعت میں ستر حضرات سے زائد شامل تھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے ، لیکن حضرت غزوہ کے حوالے سے نام یہی نقل ہوئے ہیں ۔ بعض دوسرے ارباب سیرت نے کچھ اور نام بھی ذکر کیے ہیں جیسے اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک ، سعد بن خثیمہ الانصاری ، رفاعہ بن المنذر ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ (مزید تفصیل ابن ہشام ج : ۱ ، ص : ۲۳ - ۲۴ ، ابن ترمذ ص : ۷۲ - ۸۵ ، اور ابن سید الناس ج : ۱ ، ص : ۱۶۷ - ۱۷۰ اور ابن عبد البر ص : ۷۹ - ۸۰ میں ملاحظہ فرمائیں)

صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ

پھر حبیب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا پر اور بھی معاملہ سخت ہو گیا (اور انصار مدینہ کے معاہدے کے سبب قریش بھڑک اٹھے) تو آپ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کا حکم دے دیا ۔ اس پر وہ حضرات گروہ در گروہ جانے لگے ۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے رفقا کے ساتھ نکلے تو وہ بنو عمرو بن عوف کے محلہ و علاقے میں اترے ۔ ابوہریرہ بن ہشام اور الحارث بن ہشام نے عیاش بن ابی ربیعہ کو جوان دونوں کے ماں شریک بھائی تھے ، واپس بلایا ۔ انھوں نے ان سے کہا کہ تمھاری والدہ بہت پریشان ہے ، اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ نہ تو سایہ میں بیٹھے گی اور نہ اپنے سر میں تیل ڈالے گی جب

ہمک تھیں دیکھ نہ لے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں تھیں واپس بلانے کی مطلق ضرورت نہ تھی، ہم تجھے تیری ماں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتے ہیں۔ والدہ ان کے ساتھ بہت رحم و کرم کا معاملہ کرتی تھی اور ان پر بہت مہربان تھی۔ عیاش اپنی والدہ کی محبت اور اس کی شفقت سے خوب واقف تھے، اس کے باوجود وہ ان سے مطمئن نہ تھے اور ان کی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ اُنھوں نے ان کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ الحارث بن ہشام ذمہ داری لیں تو وہ آنے کو تیار ہیں، اس کے معاہدے اور ذمہ داری پر یہ چلے تو اُنھوں نے ان کو دھوکے سے قابو کر کے پابندھ لیا۔ اس تکلیف وہ ماحول میں یہ فتح مکہ تک رہے اور مسلسل قید میں زندگی گزاری۔ ادھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی رہائی اور حفاظت کے لیے برابر دعا فرماتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ کو ہجرت

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے بعد، ذوالحجہ کے یقینہ ایام اور محرم و صفر کے مہینے ٹھہرے رہے تا آنکہ مشرکین قریش جمع ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ حضور اقدس بھی جلتے والے ہیں، اُنھوں نے تدبیر سوچنا شروع کر دی (کہ آپ جانے کے اُنھیں معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مدینہ منورہ میں ٹھکانے کا اہتمام کر دیا ہے اور وہ جگہ آپ کے لیے مضبوط حصار کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ انصار کا اسلام قبول کرنا، مکہ کے مسلمانوں کا ہجرت کر کے وہاں جانا سب ان کے علم میں آچکا تھا، اس لیے اُنھوں نے سوچا کہ آپ کو گرفت میں لیا جائے، پھر یا تو قتل کر دے جائیں، یا قید میں ڈال دیے جائیں یا آپ کو روک لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و تدبیر سے آپ کو مطلع کر دیا۔ اور فرمایا۔

وَإِذْ يَمْكُورُ بِكُ الْذِّينَ كَفَرُوا الْيَثْبُوتُ أَوْ يُقْتَلُونَ أَوْ يُخْرِجُونَ طَوِينُ كُورُونَ
وَيَمْكُورُونَ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرُوتِينَ ۝ (الانفال: ۳۰)

اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا تھا، اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

حضور اقدس اس رات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئے اور رات کے وقت ان کی معیت میں غار ثور کی طرف نکل گئے۔ یہ وہ غار ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں کیا ہے۔ حضرت علی نے آپ کے گھر کا قصد کیا اور ان کی آنکھوں سے چھپتے چھپاتے آپ کے بستر پر سو گئے۔ قریش رات بھر آپس میں الجھتے رہے، وہ سوچتے تھے کہ لیستر پر ہی حملہ کر کے آپ کو قابو کر لیا جائے۔ صبح تک یہی ان کی گفتگو چلتی رہی۔ کوئی فیصلہ نہ کر پائے۔ اور صبح کے وقت جب اچانک حضرت علی بستر سے اٹھ کر آئے تو انھوں نے آپ سے حضور اقدس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔

اس پر وہ سمجھ گئے کہ آپ تو نکل گئے، چنانچہ وہ سوار ہو کر آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور مختلف مقامات پر جہاں چشھے وغیرہ ہیں، اپنے نمائندے دوڑا دیے اور سب کو آپ کی تلاش کا حکم دے دیا اور سب کے لیے ایک معقول انعام کا اعلان کر دیا اور خود چلتے چلاتے اس غار پر آ گئے، جس میں حضرت رسول اکرم اور ابوبکر صدیق اکبر مقیم تھے۔ یہ غار کے اوپر چڑھ آئے، اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آوازیں تک سنیں، اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق اکبر ڈر گئے اور خوف و پریشانی انھیں لاحق ہو گئی کہ حضور اقدس کو یہ تکلیف نہ پہنچائیں! اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ان سے کہا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ کہ ڈریے نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور آپ نے دعا فرمائی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ”سکینت“ نازل ہوئی۔

فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَاَيَّدَاهُ بِمُؤَدَّةٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ط وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبہ: ۲۵)

پھر اللہ تعالیٰ نے اتاری اپنی طرف سے اُس پر تسکین اور اُس کی مدد کو وہ فوجیں

بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے والی بات کافروں کی اور اللہ تعالیٰ کی بات ہمیشہ

اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ۛ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکی اور فیاضی کے سبب مکہ میں ان کے لیے اور ان کے اہل و عیال کے لیے بہت ہی احترام کے جذبات تھے، آپ نے اپنے خادم و غلام عامر

بن فہیرہ کو بھیجا جو نہایت درجہ امین، مؤتمن اور اسلام کے اعتبار سے خوب انسان تھے۔ وہ بنو عبد بن عدی سے ایک صاحب کو اجرت پر لے آئے۔ ان کا نام "ابن الایقظ" تھا اور وہ قریش کے حلیف و معاہد تھے یعنی قریش کی شاخ بنو سہم کے جو بنو العاص بن وائل کی ضمنی شاخ تھی۔ وہ ابھی دشمن کے کیمپ میں تھے، مشرک تھے، مقصد ان سے راستے کی رہنمائی تھی۔ ان ایام میں اس نے ہماری رازداری کا اہتمام کیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر روز شام کے وقت غار میں آکر ان تمام باتوں کی خبر دیتے جو مکہ میں ہوتیں اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر رات بکریاں لاتے تاکہ ان کا دودھ لیا جاسکے اور ضرورت کے تحت ذبح بھی کی جاسکیں۔ وہ صبح سویرے جا کر دوسرے لوگوں کے چرواہوں میں شامل ہوتے تاکہ ان کے متعلق کوئی معلوم نہ کر سکے۔ پھر جب ان کے معاملے میں لوگوں کی آوازیں دھیمی پڑ گئیں اور معلوم ہو گیا کہ مکے والے تھک ہار کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو عبدالرحمن بن ابی بکر اور عامر بن فہیرہ دو اوتھ لے کر آگئے۔ غار میں ان حضرات نے ۲ دن ۲ رات قیام فرمایا (مشہور روایت تین دن تین رات کی ہے) اس کے بعد رختِ سفر باندھا۔ ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تھے جو خدمت، معاونت اور مقابلے کے لیے ہمراہ تھے۔ حضرت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں اپنا ردیف بنایا اور اپنے پیچھے بٹھایا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی اور ساتھ نہ تھا۔ ہاں وہ صاحب تھے جنھیں "ابن الایقظ" کہا جاتا تھا۔ ان کا مقصد راستے کی رہنمائی تھا۔ حضرت عروہ کے بقول یہ حضرات مکہ معظمہ کے زیریں راستے سے سفر کرتے رہتے۔ پھر عسفان کی طرف نچلے ساحل کو اپنایا، پھر معروف راستے پر چل پڑے، معروف راستے پر "قدید" کے بعد آئے اور سفر مکمل کیا۔

غزوۂ بدر

ابن الحضر می کے قتل کے بعد ۲ ماہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رُکے رہے اس کے بعد ابوسفیان بن حرب قریش کے ایک قافلے کے ساتھ واپس لوٹے۔ ان کے ساتھ قریش کے تمام قبائل کے ستر سوار تھے اور ان میں مخزومہ بن نوفل، عمرو بن العاص جیسے لوگ

شامل تھے۔ یہ شام میں تجارت کرنے گئے تھے اور ان کے ساتھ اہل مکہ کے خزانے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ جس قریش کے پاس ایک اوقیہ سے زیادہ سونا تھا یا چاندی، وہ اس تجارتی قافلے میں شامل کر دی تھی البتہ حویطب بن عبد العزی نے شمولیت نہ کی تھی، اس لیے وہ بدر سے الگ تھلگ رہا اور اس میں شامل نہ ہوا۔

اس قافلے کا حضور اقدس سے اور آپ کے رفقا سے تذکرہ ہوا۔ حالت جنگ تو پہلے سے آپس میں موجود تھی حتیٰ کہ ابن الحضرمی کے قتل سے قبل بھی اس طرح کے حالات تھے، اور اسی کے ساتھ ہی دو افراد عثمان اور الحکم کی قید بھی تھی کہ وہ بھی حالت جنگ کا سبب تھی۔ جب قافلے کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ نے عدی بن ابی الزغباء الانصاری اور بیس (ابن عمرو) کو قافلے کے حالات کے جائزے کے لیے بھیجا کہ اپنے چشمے کے قریب جا کر حالات کو دیکھیں۔ سمندر کے ساحل کے قریب وہ قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کے پاس آئے، انھوں نے ان سے قافلہ اور قریشی تاجروں کے متعلق پوچھا تو انھیں خبر دی گئی۔ یہ لوگ کہ حضور اقدس کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے مسلمانوں کو اس قافلے کے سلسلے میں کوچ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ رمضان کی بات ہے۔

ابوسفیان، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے خوف زدہ تھا۔ اس نے جہینی قبیلے کے پاس پہنچ کر حضور اکرم کے معاملات کے سلسلے میں حالات معلوم کیے۔ انھوں نے اسے عدی بن ابی الزغباء اور بیس کی آمد کی خبر دی اور ان کے ٹھکانوں کا بتایا اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ ان سے ان کے اونٹ چھین لو۔ اس نے اونٹوں کی میٹگنیوں کا تجزیہ کیا تو ان میں کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں۔ کہنے لگا کہ اہل یثرب (مدینہ) کے جانوروں کی یہی خوراک ہے اور یہ محمد اور اس کے رفقا کے چشمے ہیں، پس وہ پکڑے جانے کے خوف سے جلدی سے بھاگے اور ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو نامی ایک شخص کو قریش کے ہاں جلدی سے روانہ کیا۔ یہ شخص قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ تم جلدی کوچ کرو اور اپنے قافلے کو محمد اور اس کے رفقا سے بچاؤ، کیوں کہ وہ اپنے رفقا کو ہم سے تعرض کرنے کے لیے آمادہ کر رہے ہیں۔

عاتکہ کا خواب

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ”عاتکہ“ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھوپھی تھیں اور اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے پاس رہتی تھیں۔ انھوں نے بدر کی لڑائی سے چندے قبل خواب دیکھا، گھبراہٹ کے سبب جاگتے ہی انھوں نے اپنے بھائی عباس سے رابطہ کیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے، مجھے اپنی قوم کی ہلاکت کا خدشہ ہے۔

عباس نے پوچھا کہ کیا خواب دیکھا؟

عاتکہ نے کہا کہ آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں گے، اس لیے کہ قوم نے سن لیا تو وہ ہمیں اذیت پہنچائیں گے اور میں وہ جلی کٹی سننا پڑیں گی جو ہمیں پسند نہ ہوں گی۔ عباس نے وعدہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں نے ایک سوار نکلے کی بندیوں سے اپنی سواری پر اس طرح آتے دیکھا کہ وہ بلند آواز سے چیخ رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ ”اے قدم قدم پر عہد شکنی کرنے والو اور اے ہر موقع پر نافرمانی کا ارتکاب کرتے والو! دریا تین راتوں میں نکلے۔“ پھر وہ شخص مسجد میں داخل ہو گیا اور اس طرح کہ اپنی سواری پر سوار تھا اور مسجد میں تین مرتبہ زور سے آواز دی۔ اس اثنائیں مرد، عورتیں اور بچے اس کی طرف متوجہ ہو گئے، اس کی وجہ سے لوگ سخت خوف زدہ ہو گئے، پھر میں نے اس کو اسی طرح اپنی سواری پر سوار کعبہ کی چھت پر دیکھا۔ وہاں بھی اس نے تین مرتبہ زور دار آواز لگائی اور آل غدر و فجر کو دو یا تین راتوں میں نکل جانے کا کہا۔ حتیٰ کہ میں نے دوستوں کے درمیان اہل مکہ کی آوازیں سنیں، پھر اس نے ایک بڑی چٹان کا رخ کیا اور اس کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ کر اہل مکہ کی طرف لٹھکادیا۔ اس کے ٹکڑے ہو گئے اور مکے کے ہر گھر میں اس کے ٹکڑے جا جا کر گرے۔ پس اے برادر من، مجھے اپنی قوم کے متعلق خوف محسوس ہو رہا ہے کہ اس پر افتاد آنے والی ہے۔

عباس بھی گھبرا گئے۔ بہن کے پاس سے اٹھ کر اپنے خاص دوست ولید بن غتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے، اسے اپنی بہن کا خواب سنایا اور اسے پابند کیا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ غتبہ نے اپنے بھائی شیبہ سے ذکر کر دیا حتیٰ کہ وہ بات اس طرح چلتے چلتے ابو جہل تک پہنچ گئی۔

اگلی صبح عباس بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ عقبہ اشیر، امیہ بن خلف، زمعہ بن الاسود اور ابو البختری اپنے طور پر اس خواب کے تذکرے میں مشغول تھے ان کی نظر بھی عباس پر پڑی کہ طواف کر رہے ہیں۔ پھر ابو جہل نے کہا کہ ابو الفضل (عباس کی کنیت) فراغت پر ہمارے پاس تشریف لائیں، خیر وہ طواف سے فارغ ہو کر آکر بیٹھ گئے۔ ابو جہل نے پوچھا کہ عاتکہ نے کیا خواب دیکھا؟ تو انھوں نے ذرا اعراض برتا اور کہا کچھ نہیں پس ایسے ہی بات ہے۔

ابو جہل نے کہا کہ اسے بنو ہاشم تم مردوں کے جھوٹ پر راضی اور خوش نہ تھے کہ اب عورتوں کے جھوٹے قصے ہمیں سننا رہے ہو۔ ہم اور تم ایک ہی کشتی کے سوار تھے لیکن جب ہماری عزت بڑھ گئی تو تم نے کہا کہ ہمارے اندر نبی آیا ہے، اب کیا باقی رہ گیا تھا کہ تم نے یہ بھی کتا شروع کر دیا ہے کہ ہمارے پاس گویا نبیہ آئی ہے۔ ہم نے تمہارے خاندان سے زیادہ جھوٹے مرد اور جھوٹی عورتیں نہیں دیکھیں۔ ان بدبختوں نے اس دن انھیں شدید اذیت پہنچائی۔ ابو جہل نے کہا کہ عاتکہ کا خیال ہے کہ سوار نے یہ بات کہی ہے کہ دو تین راتوں میں نکل جاؤ، یہ تین راتیں گزر گئیں اور کچھ نہ ہوا تو تمہارا جھوٹا لم نشرح ہو جائے گا اور ہم ایک تختی لکھ کر کعبے میں لٹکا دیں گے، جس میں لکھا ہوگا کہ عرب میں تمہارے گھرانے کے مراد اور عورتیں سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ اسے قصی کی اولاد! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہارے پاس جو ذمہ داریاں ہیں یعنی بیت اللہ کی خدمت، مجلس مشورت، پانی پلانا اور جھنڈا وہ چھن جائیں؟ اور یہ ہو کر رہے گا تا وقتیکہ تم اپنے خاندان کے اس فرد کو پیش نہ کر دو جسے نبی کہتے ہو۔ پھر اس بدبخت نے انھیں سخت اذیت پہنچائی۔ حضرت عباس نے جو ابی طور پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا اور ابو جہل کو شدید نفرت و حقارت کے الفاظ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جھوٹ کا اصل منبع تو تو اور تیرا گھر ہے۔

ابو جہل کے پاس موجود دوسرے لوگ اس پر چیخ اٹھے۔ اسے عباس آپ تو ایسے جاہل اور خرافاتی نہ تھے۔ عباس نے اپنی ہمیشہ عاتکہ کے پاس افسوس کا اظہار کیا کہ اس کا خواب پھیلانے سے انھیں اس طرح تکلیف پہنچی۔ خواب دیکھنے سے ٹھیک تین رات بعد

وہ سوار کئے میں آدھکا جس کا نام صنقم۔ بن عمرو الغفاری تھا اور جسے یوسفیان نے بھیجا تھا۔ اس نے آتے ہی چلانا شروع کیا۔

لوگو! تکلوا کیونکہ محمد اور اس کے رفقاء نے یوسفیان کو آلیا ہے، اپنے قافلے کو بچاؤ۔ اس آواز سے قریش سخت خوف زدہ ہو گئے اور عاتکہ کے خواب کے سبب بہت زیادہ گھبرا گئے اور ہر بلند جگہ اور نیچی جگہ سے کوچ کرنے لگے۔ (طبرانی۔ مرثیہ مرسل و حسن)

ابوہل نے غصے میں کہا کہ محمد کا یہ خیال ہے کہ جو نخلہ میں ہوا (یعنی ابن الحضرمی کا حادثہ قتل) وہی اب بھی ہوگا۔ عن قریب معلوم ہو جائے گا کہ ہم اپنے قافلے کو بچاتے ہیں یا نہیں؟ اس نے ۹۵۰ جنگ جو اور ان کے پیچھے ایک سو گھڑ سوار روانہ کیے۔ اس موقع پر ہر شخص نکلا اور قریش نے کسی کو نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ محمد اور اس کے اصحاب کی صف میں سے ہے یا کوئی مسلمان ہے یا کوئی بنو ہاشم ہے، اسے بھی نہیں چھوڑا، ہر ایک کو مجبور کیا۔ جن حضرات کو مجبور کیا ان میں عباس بن عبد المطلب، نوفل بن الحارث، طالب بن ابی طالب اور عقیل بن طالب شامل ہیں۔ طالب بن ابی طالب نے اس موقع پر کچھ شعر بھی کہے جن کا مفہوم تھا کہ:

طالب ایسی جماعتوں کے ساتھ نکل رہا ہے جن کا مقصد لوٹ مار ہے،

وہ ایسی جماعت میں شامل ہے جو لڑنے والی اور جنگ کرنے والی ہے۔ اس

کے ساتھ زیادتی کر کے اسے نکالا گیا ہے، وہ خوشی سے نہیں نکلا۔ اب

وہ مغلوب ہو کر لوٹے گا نہ کہ غالب ہو کر۔

وہ لوگ چل کھڑے ہوئے اور ”ححف“ پہنچے۔ وہ یہاں عشا کے قریب پانی کے پستے پر

پہنچے۔ بنو المطلب بن عبد مناف کا ایک شخص بھیم بن الصلت بن مخزوم بھی ان میں تھا۔

وہ لوٹا تو اس نے ایسے محسوس کیا جیسے اس کے سر پر کوڑا ڈال دیا گیا ہے۔ وہ اس سے

شدید طور پر گھبرا اٹھا اور اس نے اپنے رفقاء سے کہا کہ تم نے اس گھڑ سوار کو دیکھا ہے جو

ابھی میرے سر پر کھڑا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم نے تو نہیں دیکھا، معلوم ہوتا ہے کہ تو

پاگل ہے کہ ایسی باتیں کر رہا ہے۔

اس نے کہا کہ ابھی ایک سوار کھڑا تھا۔ اس نے ابو جہل، عتیبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبحرہ، امیہ بن خلف وغیرہ کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے اس طرح کے بہت سے سردارانِ قریش کے نام گنوا دیے۔ لیکن اس کے رفقا نے اس سے کہا کہ شیطان گویا تمہارے ساتھ تسخّر کر رہا ہے اور پھر اُنھوں نے یہ بات ابو جہل تک پہنچائی۔ اس بد بخت نے کہا کہ بنو ہاشم کے اور جھوٹ بہت ہیں ایک یہ بھی سہی۔ کل لوگ دیکھ لیں گے کہ کون قتل ہوتا ہے۔

آدھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس قریش کے شام سے واپس آنے والے قافلے کا ذکر ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب، مخزومہ بن نوفل اور عمرو بن العاص وغیرہ قریش کی ایک جماعت شامل تھی۔

حضور اکرم اس کے تعاقب میں نکلے۔ بدر کی طرف بنو دینار کی گھاٹی تک جا کر واپس لوٹے اور تینتہ الوداع سے پھر رختِ سفر باندھا۔ آپ کے ساتھ ۳۱۶ حضرات کی جماعت تھی۔ ایک روایت ۳۱۳ کی ہے۔ اس موقع پر بہت سے حضرات نے دامن کوہ میں پناہ لے کر انتظار کیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عزت و سر بلندی کا اہتمام فرمایا۔

یہ حضرات رمضان المبارک کی ۱۸ تاریخ کو مدینہ منورہ سے نکلے۔ اس وقت چونکہ مقدمہ صرف اس قافلے کا تعاقب تھا اس لیے لوگ بنو دینار کی گھاٹی سے چلے اور مسلمانوں نے کسی قسم کا اہتمام نہیں کیا۔ حالت یہ تھی کہ تین تین حضرات ایک ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری میں حضرت علی بن ابی طالب اور مرتد بن ابی مرثد الغنوی شامل تھے جو بنو حمزہ کے حلیف تھے ”عرق ظبیہ“ کے مقام پر پہنچے تو تہامہ کی طرف سے آنے والا ایک سوار ملا، مسلمان چلے جا رہے تھے، حضور علیہ السلام کے رفقاء نے اس سے ابوسفیان کے قافلے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے علم نہیں۔ مایوسی پر اُنھوں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو سلام کہو۔

اس نے کہا کہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟
اُنھوں نے کہا ہاں۔

اس نے پوچھا کون؟ صحابہ نے اشارے سے بتلایا۔

اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟
آپ نے فرمایا، جی ہاں۔

اس نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے تو بتلائیں کہ میری اونٹنی جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں زہے یا مادہ؟ اس پر نبو عید الاشمل (الانصار) کے ایک فرد سلمہ بن سلامہ بن وقش غضب ناک ہو گئے، انھوں نے اسے کچھ سخت سست کہا جسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے پسند نہ فرمایا۔ اس کے بعد حضور اکرم مزید آگے بڑھے لیکن حال یہ تھا کہ آپ کو قریش اور ان کے قافلے کے متعلق کسی قسم کی خبر نہیں مل رہی تھی۔ اس لیے آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہم زمین کی مسافت اور سفر سے بہت زیادہ واقف ہیں۔ عدی بن ابی الزغبانے قافلے کے متعلق خبر دی تھی کہ وہ فلاں فلاں وادی میں ہے، گویا ہم اور وہ بدر کی طرف رواں دواں ہیں۔ مزید مشورے کا آپ نے پوچھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ قریش ہیں اور ان کے معزز لوگ! اللہ تعالیٰ نے جب سے آپ کو نبوت کی عزت سے نوازا ہے، پھر کسی قسم کی کوئی بے عزتی والی بات آپ کے حق میں ممکن نہیں رہی، وہ لوگ آپ سے ضرور لڑیں گے، اس لیے آپ مکمل تیاری فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید مشورہ طلب فرمایا تو حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الانصاری) نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کو وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اَنَا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (المائدہ: ۲۴)

(سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)

بلکہ آپ اپنے رب کی معیت کے ساتھ چلیں ہم آپ کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔

حضور اقدس نے مزید مشورہ کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ بار بار کا مشورہ دراصل اس لیے ہے کہ ہم انصار اپنی رائے کا اظہار کریں۔ چونکہ ہجرت مدینہ کے بعد ميثاق مدینہ میں مدینے پر حملے کے سلسلے میں تو ہم کو پابند کیا گیا تھا، بیرونی جنگ میں ہم

پابند نہ تھے، اس لیے آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ سعد بن معاذ نے عرض کیا۔
 اے اللہ تعالیٰ کے رسول شاید کہ آپ اس بات سے پریشان ہیں کہ انصار آپ کے
 رفیق و غم گسار نہ بنیں گے، اور آپ کا ان پر جو حق ہے اس کا خیال نہ کریں گے تا وقتیکہ دشمن
 ان کے گھروں میں نہ آجائے۔ لیکن اے اللہ کے رسول میں انصار کی طرف سے عرض کر رہا
 ہوں کہ آپ جس سے چاہیں تعلق رکھیں، جس سے چاہیں توڑیں، جہاں چاہیں چلیں، ہمارے مال
 سے جو چاہیں لے لیں، جو چاہیں ہمیں دے دیں، جو آپ لے لیں گے وہ ہمارے لیے اس سے
 زیادہ خوشی کا باعث ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ آپ مشورہ مانگتے ہیں تو ہمارا
 معاملہ آپ کا ہے، ہم تو آپ کے تابع ہیں، واللہ العظیم اگر آپ ”برک غمد“ (بیم کا علائم)
 تک جاتا چاہیں گے تو ہم چلیں گے۔ سعد کی اس بات سے اللہ تعالیٰ کے نبی خوش ہو گئے
 اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو کیونکہ مجھے قوم کی قتل گاہیں دکھا دی گئی ہیں۔ اس
 لیے آپ نے بدر کا قصد و ارادہ فرمایا۔

ابوسفیان اپنے تحفظ کے لیے ساحل سمندر کے راستے چل کھڑا ہوا، بدر کی گھاٹی سے
 خوف زدہ ہو گیا اور قریش کو لکھا کہ چونکہ وہ رسول اکرم کے مخالف راستے پر چل کھڑا ہوا ہے اور
 اس نے محسوس کیا ہے کہ وہ اپنے تجارتی سامان سمیت محفوظ ہو گیا ہے اس لیے اب
 تم لوٹ جاؤ، تم اپنے سواروں کو بچاؤ۔ مجھے تمہارے متعلق ڈر اور خوف ہے۔ قریشیوں
 کو یہ خبر جحفہ میں پہنچی تو ابو جہل نے کہا، کہ ہم کبھی واپس نہ جائیں گے۔ بدر پہنچیں گے، وہاں
 قیام کریں گے، عربوں میں سے جو سامنے آئے گا اسے مزہ چکھائیں گے، کیونکہ عربوں میں
 کسی کو ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں۔

اخنس بن شریق نے اسے پست نہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ لوٹ جانا چاہیے
 لیکن وہ لوگ لوٹنے پر تیار نہ تھے، دراصل قومی وقار نے انھیں بھڑکار رکھا تھا۔ اخنس نے
 دیکھا کہ یہ تو لوٹتے نہیں تو وہ بنو نہرہ کو آمادہ کر کے واپس لے گیا، ان میں سے کوئی شخص بدر
 میں شریک نہ ہوا۔ وہ لوگ اخنس کی رائے سے بہت خوش تھے اور اخنس کے مرتے دم
 تک وہ اسے اپنا مطاع سمجھتے رہے۔ بنو ہاشم کے افراد نے واپسی کا قصد کیا تو ابو جہل نے

ان پر جبر کیا اور کہا کہ ہم لوٹے تو تم لوٹ سکتے ہو ورنہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے چشمے کے پچلی طرف عشا کے وقت پہنچے۔ آپ نے حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت بسا الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا کہ تم اس ٹیلے کے پاس جاؤ، جو وادی بدر کے تحتانی علاقے میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہاں سے تمہیں کوئی خبر ضرور ملے گی۔ یہ حضرات اپنی تلواریں نیام میں ڈال کر گئے تو وہاں قریش کے ایک چھوٹے سے دستے کو دیکھا، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

انھوں نے بنو حجاج اسود اور آل عاص کے ایک ایک غلام کو پکڑ لیا۔ آل عاص کے غلام کا نام اسلم تھا۔ انھیں لے کر وہ حضور اقدس کی خدمت میں آئے۔ ان سے ابوسفیان اور ان کے رفقا کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ انھوں نے قریش اور ان کے قافلے کے متعلق بتلایا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اس وقت ابوسفیان کے قافلے کے تعاقب کو پسند کرتے تھے، ابوجہل کے قافلے کو نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے سن رہے تھے، مسلمانوں نے ان غلاموں کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کی تھی۔ اس پر انھوں نے ابوسفیان کے قافلے کے متعلق کچھ بتلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا:

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدَّةِ الْقُضْوَى وَالرَّكِبُ أَشْفَلُ مِنْكُمْ
وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ لَا وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۝

(الأنفال: ۷۲)

جس وقت تم تھے ورلے کنارے پر اور وہ پرلے کنارے پر، اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا تم سے، اور اگر تم سے آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر ایک ساتھ، لیکن اللہ تعالیٰ کو کر ڈالنا تھا ایک کام جو مقدم ہو چکا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ مسلمان اسی ادبیر طربن میں تھے جب وہ غلام قریش کی آمد کا کہتے تو یہ کہتے کہ تم صحیح نہیں کہتے۔ ابوسفیان کی بات کرتے تو خوش ہوتے۔ حضور اکرم نے سلام کے بعد صورت حال پوچھی تو صحابہ نے بتلایا کہ یہ قریش کی آمد کا کہہ رہے ہیں، حضور اکرم نے

فرمایا کہ یہ صبح کہہ رہے ہیں۔

تم عجیب لوگ ہو یہ سچ کہتے ہیں تو تم ڈانٹ پلاتے ہو، جھوٹ بولتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو۔ قریش اپنے قافلہ تجارت کے بچاؤ کے لیے نکل آئے ہیں اور انھیں ڈر تھا کہ تم ان کے قافلے کو نقصان پہنچاؤ گے۔ پھر آپ نے خود ان غلاموں کو بلا کر ان سے پوچھا تو انھوں نے قریشی قافلے کی خبر دی اور کہا کہ ہمیں یوسفیان کے قافلے کی کوئی خبر نہیں۔ حضور اقدس نے پھر پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ انھوں نے کہا کہ حتمی تعداد معلوم نہیں لیکن بہر حال وہ کثیر تعداد میں ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ انھوں نے کتنے اونٹ ذبح کیے تو ایک دن دس اونٹ، دوسرے نے بتلایا کہ دوسرے دن ۹ اونٹ انھوں نے ذبح کیے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ نوسو اور ہزار کے درمیان درمیان ہیں۔ آپ نے اونٹوں کی تعداد سے اندازہ لگایا کہ انھوں نے ایک دن ۹ اور ایک دن ۱۰ اونٹ ذبح کیے۔ ۱۵

اس کے بعد آپ نے جبکہ کے سلسلے میں مشورہ کیا تو حضرت الحباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ (انصار کی شاخ بنو سلمہ کے فرد) نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول میں یہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔ اس داوی کے کتوئیں کا مجھے بخوبی علم ہے۔ اس کا کنواں ایسا ہے کہ اس کا پانی بہت ٹھنڈا ہے اور واقف مقدار میں اس میں پانی ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو وہاں چل کر قیام فرمائیں۔

حضور اقدس علیہ السلام نے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ دو میں سے ایک قافلے کا وعدہ کیا ہے۔ لوگوں کے دل میں خوف تو تھا ہی، بہر حال مسلمان اپنی جگہ اور مشرک اپنی جگہ تیز رفتاری سے چل رہے تھے اور پانی پر قبضے کی فکر میں تھے، مشرکین وہاں پہنچ گئے۔

اُس رات اللہ تعالیٰ نے شدید بارش برساتی جو قریش کے لیے سخت ابتلا کا باعث بنی۔ اس کے سبب پھسلن ہو گئی اور چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ مسلمان سفر اور ٹھکانے کے سبب کسی قدر پریشانی کا شکار تھے، لیکن چونکہ زمین نرم

تھی اس لیے انھوں نے بارش کا پانی جمع کر لیا اور بڑا سا حوض بنا کر اسے اکٹھا کر لیا اور جو بچ گیا اُسے کھلا چھوڑ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا کہ قریش کی قتل گاہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ لوگ کل دیکھ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ انعام کے طور پر فرماتے ہیں۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ اللَّيْلُ أَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ
كُفَّكُمْ وَيُذْهِبَ عَنْكُم مِّرْجَسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ أَقْلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ
الْأَقْدَامَ ۝ (الأنفال: ۱۱)

جس وقت کہ ڈال دی اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کر دے اور دُور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جماد سے اُس سے تمہارے قدم۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیر اور دوسرے پر سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے، دوسرے پر البتہ کبھی حضرت الزبیر بن العوام اور کبھی حضرت المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوار ہوتے۔ پھر حضور اکرم نے پانی کے حوض کے ساتھ ساتھ صفیں بنوائیں۔ قریش کی اطلاع پر اللہ تعالیٰ کے رسول نے عرض کیا۔

اے اللہ یہ قریش مکر و غرور کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ تیرے ساتھ لڑائی اور تیرے رسول کی تکذیب ان کا رویہ ہے۔ اے اللہ جس چیز کا تو نے وعدہ کیا میں اس کا سوال کرتا ہوں۔

اس وقت آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور بار بار عرض کر رہے تھے کہ اے اللہ جس چیز کا تو نے وعدہ کیا ہے، میں اس کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

حضرت ابو بکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ، آپ مطمئن ہو جائیں، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا جو اُس نے آپ سے کیا ہے۔

مسلمان مسلسل اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کی فریاد سن لی۔ اُدھر مشرک سامنے تھے، ان کے ساتھ ابلیس لعین سراقہ بن جعشم مدلیجی کی شکل میں ان کے ساتھ تھا، اور انھیں کہہ رہا تھا کہ بنو کنانہ تمہاری مدد کے لیے پیچھے آرہے ہیں، آج کے دن کوئی تمہارے اوپر غالب نہیں آسکتا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بنو کنانہ کی آمد کے ساتھ ساتھ وہ ایسی باتیں کر رہا تھا اور گویا ان کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لَبَطْرًا وَمِنْ ثَمَاءِ النَّاسِ

(الانفال: ۴۷)

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے، جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اترانے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کو۔

یہ اور بعد کی آیات، ان مشرکوں اور جھوٹے مدعیان دین کے متعلق ہیں جنہوں نے حضور اقدس اور آپ کے رفقا کی قلت کو دیکھ کر تکبر و غرور کی باتیں کیں اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں کو اپنے دین پر کتنا ناز ہے، جب کہ تعداد یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (الانفال: ۴۹)

اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر، تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اب مشرک اور مسلمان آمنے سامنے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ مشرک تھک چکے تھے لیکن شیطان تھا کہ ان کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ حکیم بن حزام، عقبہ بن ربیعہ سے ملا اور کہا کہ تمہیں یہ بات پسند ہے کہ جب تک تم زندہ رہو قریش کے سردار کہلاؤ؟ عقبہ نے کہا بڑی اچھی بات ہے، آپ جو چاہیں کریں۔

حکیم نے کہا کہ تم لوگوں کو آواز دے کر اکٹھا کرو، ابن الحضرمی کی دیت لے لو اور اس قافلے کو مجھ سے جو تکلیف پہنچی ہے اس کا معاوضہ لے لو، کہ لوگ اس سے زیادہ کچھ چاہتے بھی نہیں۔

عقبہ نے کہا بڑی اچھی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو اور جو کرنا چاہتے ہو وہ بہت

اچھا ہے۔ آپ اپنے قبیلے میں اس کی کوشش کریں، میں بھی لوگوں کو اس سلسلے میں ترغیب دیتا ہوں۔ عتبہ نے حکیم کے لیے ایک سواری کا اہتمام کر دیا اور حکیم زعمائے قریش کے پاس جا جا کر اس سلسلے میں انھیں آمادہ کرنے لگا اور ان سے کہا :

”میری قوم، میرا کہنا مان لو، تمہیں ابن الحضرمی کی دیت مطلوب ہے اور جو تمہیں تکلیف پہنچی اس کا معاوضہ، میں تمہارے ساتھ اس دیت دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس شخص (محمد) کو چھوڑ دو۔ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو تمہارے سوا عربوں میں سے کوئی اور اس کا کام تمام کر دے گا۔ اس کی فوج اور لشکر میں ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ تمہاری عزیمت داری ہے۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو پھر تم دیکھو گے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کا، کوئی بیٹے کا، کوئی بھتیجے کا اور کوئی اپنے چچا زاد کا قاتل نظر آئے گا اور تمہارے اندر بغض و عداوت کا مستقل سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اگر یہ بادشاہ ہوا تو حرج کیا ہے، تم اپنے ہی بھائی کی حکومت میں ہو گے۔ اگر نہیں ہے تو اسے قتل مت کرو کہ اس کے سبب تم پر لعنت کی جائے، لیکن اگر تم اسے چھوڑو گے نہیں تو مجھے لمبی مصیبت نظر آرہی ہے۔“

ابو جہل نے اس کی گفتگو پر حسد کا مظاہرہ کیا اور بہت بُرا منایا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ ابھی اپنا فیصلہ نافذ فرمانے کا ارادہ فرما چکے تھے۔

عتبہ ان دنوں مشرکین کا سردار تھا۔ اس لیے اب ابو جہل نے الحضرمی کے بیٹے کی طرف توجہ کی۔ وہ مقتول کا عزیز تھا۔ اُس نے کہا کہ عتبہ لوگوں کے درمیان رسوائی کا سامان کر رہا ہے، وہ میرے بھائی کی دیت کی باتیں کر رہا ہے اور اس کا خیال ہے کہ تم دیت قبول کر لو گے، تمہیں دیت قبول کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی؟ اُدھر ابو جہل نے قریش سے کہا کہ عتبہ کو خوب معلوم ہے کہ تم اس شخص (محمد) اور اس کے رفقاء پر غالب آنے والے ہو اور اس کے لشکر میں اس کے بعض عزیز ہیں، وہ تمہاری جنگی صلاحیت کو پسند نہیں کرتا۔ ساتھ ہی اس نے خاص عتبہ سے کہا۔ وہ اس وقت لوگوں کے درمیان چل پھر کر ان سے مشورے

کر رہا تھا۔ کہ تم جادو کا شکار ہو گئے ہو۔ خیال ابو جہل کا اور دوسرے لوگوں کا یہ تھا کہ شاید حضور اقدس نے کوئی بات کہی ہے۔ بہر حال ابو جہل نے عقبہ کی طرف تیز آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر تو قوم میں کوئی خیر کا پہلو ہے تو وہ صرف اس کے پاس ہے جو سرخ اونٹ والا ہے (یعنی وہ خود) اگر لوگ اس کے پیچھے چلیں گے تو کامیابی پالیں گے۔ جب ابو جہل نے قریش کو جنگ کے لیے بھڑکایا تو اس نے عورتوں کو کہا کہ وہ دہائی دیں۔ عورتیں یہ سنتے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں اور قریش کی لمبی عمر کی دہائی دینے لگیں۔ اس سے ان کا مقصد قریش کو بھڑکاتا تھا۔ اُدھر لوگ کھڑے ہو گئے اور وہ ایک دوسرے کو عار دلانے لگے۔ اس طرح قریش خرابی بسیار کے بعد جنگ پر متفق ہو گئے۔ عقبہ نے ابو جہل سے کہا کہ بات تمہاری چل گئی لیکن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جادو کا کون شکار ہے اور میری اور تمہاری رائے میں سے صحیح کس کی ہے۔

قریش نے جنگ کے لیے پوزیشن سنبھال لی اور عمیر بن وہب سے کہا کہ سوار ہو کر جاؤ اور محمد اور اس کے رفقاء کی تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ عمیر گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اور واپس آ کر کہا کہ تم نے ان کا اندازہ کم و بیش تین سو لگایا ہے اور میرے خیال میں وہاں محض ستر کے لگ بھگ اونٹ ہیں۔ لیکن ذرا مجھے مہلت دو تاکہ میں دیکھ لوں کہ کہیں ارد گرد ان کے لیے کوئی معاون دستہ وغیرہ تو نہیں۔ اس نے یہ کہہ کر کچھ اور لوگوں کے ساتھ حضور اقدس اور آپ کے رفقاء کے گرد چکر لگایا اور واپس آ کر اطمینان دلایا کہ کوئی ایسی بات نہیں، کوئی ایسا نہیں جو ارد گرد ان کی مدد کے لیے موجود ہو۔ وہ اتنی مقدار میں ہیں جو ایک اونٹ کھا سکتے ہیں۔ اُنھوں نے عمیر سے کہا کہ تم ذرا دھوکہ دہی کے ذریعے ان کو خوف زدہ کرو۔ عمیر ایک سو سوار لے کر چکر لگاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول استراحت فرما رہے تھے، آپ نے اپنے احباب سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر جنگ شروع نہیں کرنی۔ آپ پر نیند کا غلبہ ہو گیا حتیٰ کہ لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابوبکر بول اُٹھے یا رسول اللہ دشمن تو قریب آ گئے۔ اس پر حضور اقدس جاگ گئے، اللہ تعالیٰ نے خواب میں آپ کو کافروں کی تعداد بہت کم دکھائی، اُدھر مسلمانوں کو کافروں کی آنکھوں میں بہت کم کر کے دکھلایا۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ دونوں طبقے ایک دوسرے کو کم سمجھ کر آگے بڑھیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کو زیادہ تعداد میں دیکھتے تو بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور جنگ کے معاملے میں نزاع کا شکار ہو جاتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضور اقدس اور آپ کے رفقا کے ساتھ دو گھوڑے تھے۔ ایک ابو مرثد الغنوی کا، دوسرا مقداد بن عمر کا۔ اُدھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطیبہ ارشاد فرمایا، جس میں انھیں نصیحت کی اور انھیں مطلع کیا کہ ”آج کے دن اس معرکے کے شر کا کسے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب و لازم کر دی ہے۔“ عیمر بن حمام جو نبو سلمہ کے اعزہ میں سے تھے اور صحابہ کرام کے لیے اٹا گوندھنے کی خدمت پر مامور تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا میرے لیے جنت لازم ہوگی؟

حضور اقدس نے فرمایا: ضرور ہوگی۔

اس پر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شدید قسم کی چڑھائی کی، حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے یہ اس معرکے کے پہلے مقتول تھے۔ پھر اسود بن عبد الاسود مخزومی، اپنے جھوٹے معبودوں کی قسم کھاتا ہوا اس حوض کی طرف متوجہ ہوا جو حضور اقدس نے بنایا تھا تاکہ اس سے پہلے تو پانی پئے پھر اسے ڈھادے۔

جب وہ حوض کے قریب آیا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسد اللہ و اسد رسولہ و سید الشہداء) سے اس کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اس کے پاؤں پر تلوار مادی اور اسے کاٹ دیا۔ وہ اس کے باوجود حوض کے سلسلے میں اپنے مشن کے لیے بڑھا، لیکن حضرت حمزہ نے اس کا تعاقب کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اسود کے قتل کے بعد عقبہ بن ربیعہ پھر پور قومی غیرت کے ساتھ سامنے آیا۔ دراصل اسے ابو جہل نے شرم دلائی تھی، اس نے آتے ہی للکارا کہ کوئی ہے میرا مد مقابل؟ اور اس نے کہا کہ ابو جہل کو معلوم ہو جائے گا کہ بزدل کون ہے؟ ساتھ ہی اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید نکل آئے، انھوں نے بھی للکارا اور پوچھا کہ کون ہے ہمارا مد مقابل؟ ان تینوں کے مقابلے کے لیے تین انصار نکلے۔ لیکن اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا، کیوں کہ یہ پہلا معرکہ تھا، اللہ تعالیٰ کے نبی خود اس میں موجود تھے، حضور اقدس کی

خواہش تھی کہ آپ ﷺ سے مقابل ہوں (کہ ادھر بھی قریش بہادر تھے، انھیں سبق پڑھانے والے بھی دیے ہی ہوں)

پس اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ واپس آ جاؤ اور ان کا مقابلہ ان کے عزیز نہ کریں۔ اس پر حضرت حمزہ، حضرت علی اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب آٹھے۔ حضرت حمزہ نے عتبہ کا اور عبیدہ نے شیبہ کا اور علی نے ولید کا مقابلہ کیا اور تینوں نے تینوں کو قتل کر دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ زخمی ہو گئے اور ان کی مدد باقی دو حضرات نے کی اور انھیں اٹھا لائے حتیٰ کہ زیادہ خون بہنے سے ان کی وفات ہو گئی۔ اسی موقع پر ہندہ بن عتبہ نے یہ شعر کہے:

ایا عینی جو دی بد مع سوب علی خیر خندف لم ینقلب
تدا عالم رہطہ غدوۃ بنو ہاشم و بنو المطلب
یذ یقوتہ حق اسیا فہم یعلونہ یعد ما قد ضرب

اور ہندہ نے نذر مانی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ چبا کر رہے گی، بشرطیکہ اسے اس کا موقع مل گیا۔ یہ تین نفری مقابلہ عام مقابلے سے پہلے ہوا جس میں تین قریشی سو رما مارے گئے۔ مسلمان بڑی لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی فریاد کر رہے تھے کیوں کہ لڑائی بھڑک چکی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ نصرت کے ایفا کی درخواست کی اور عرض کیا:

”بار اللہ! یہ گروہ مشرکین غالب آ گیا تو شرک غالب آ جائے گا اور تیرا دین

سر بلند نہ ہوگا۔“

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کر رہے ہیں۔

”اے اللہ تعالیٰ کے رسول! قسم ہے اُس ذات کی جس نے بیٹھے میں میری جان

ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد کرے گا اور آپ کے چہرے کو روشن فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے لشکر میں فرشتوں کو بھیجا۔

حضرت رسول محترم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد نازل فرمادی ہے، فرشتے اتر آئے ہیں۔ اے ابو بکر!

خوش ہوا، میں نے جبریل امین علیہ السلام کو اترتے دیکھا ہے۔ وہ اپنے گھوڑے کو زمین و آسمان کے درمیان ہانک رہے ہیں۔ زمین پر اترتے ہی وہ اس پر سوار ہو گئے، پھر لمحہ بھر کو میری نظر سے اوجھل ہو گئے۔ پھر میں نے ان کے گھوڑے پر گر دو غبار کو دیکھا۔

ابو جہل بھی دعائیں مشغول تھا اور کہہ رہا تھا: اے اللہ جو دین بہتر ہے اس کی مدد کر۔
 اے اللہ ہمارا دین قدیم ہے، جب کہ محمد کا دین نیا ہے۔ اُدھر شیطان اسے طرح دے کر بھاگ گیا، کیوں کہ اس نے فرشتے اترتے دیکھے تھے اور اپنی پارٹی کی مدد سے دوڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو شیطان کی کیفیت اور اس کے معاملات سے آگاہ کر کے اپنے نبی اور ان کے رفقاء کی مدد کا حکم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی لے کر مشرکوں کے چہرے کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹھی بھر کنکریوں کا معاملہ بہت بڑھا دیا حتیٰ کہ کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں اس سے بھرنے لگی ہوں۔ مسلمان اس وقت کی صفوں میں گھس چکے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے آنکھیں قتل کر رہے تھے اور فرشتے بھی انھیں قتل کرنے اور قیدی بنانے میں مشغول تھے۔ ان میں سے ہر شخص کی یہ حالت تھی کہ ہر ایک اوندھے منہ گرا ہوا تھا، اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا علاج کرے کہ مٹی اس کی آنکھوں سے نکل جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا کہ غلبے کی شکل میں عباس، عقیل، نوفل بن حارث اور بختری کو قتل نہیں کرنا۔ چنانچہ یہ سب لوگ جن کا حضور نے فرمایا تھا قیدی بنالیے گئے۔ سوائے ابوالبختری کے، کہ اس نے قیدی بننے سے انکار کر دیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ خود حضور نے اس کے قتل نہ کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ وہ قیدی ہو جائے لیکن اس نے قیدی بننے سے گریز کیا۔ بہت سے ایسے لوگ قیدی بنالیے گئے جن کے متعلق حضور اقدس نے حکم نہیں دیا تھا، کیوں کہ انھوں نے فدیہ و معاوضہ کی درخواست کر دی تھی۔

لوگوں کا خیال ہے کہ ابوالبیسیر نے ابوالبختری کو قتل کیا۔ بڑے لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے، البتہ "المجدز" نے اس کے قتل کا دعویٰ کیا ہے۔ جب کہ دوسرے حضرات اس کا قتل ابوداؤد المازی کے ذمے ڈالتے ہیں، انھوں نے اس کی تلوار بھی لے لی جو ان کی اولاد

کے پاس تھی اور بعد میں ابوالبحری کی اولاد نے ان کی اولاد سے خرید لی ۔
 ”المجدد“ کہتے ہیں :

لیث بن عقیس ابن لقیث البحتوی وبشر بن بملہا منی بنی
 انا اندس انا اصلی من بلی اطعت بالحرية حتی ثلثی

ولا تری مجددا یفوی فری

لوگوں کا گمان یہ ہے کہ انھوں نے یہ حربہ گیت اس لیے کہا کہ وہ قید پر آمادہ نہ تھا اور اس کو بتلایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی نہ ہونے کی شکل میں قتل سے منع کیا تھا۔ لیکن ابوالبحری نے نہ صرف یہ کہ قیدی بننے سے انکار کیا بلکہ انصاری پر تلوار سونت لی ، تو انصاری نے چابک دستی سے اس کے پستانوں کے درمیان نیزہ مار کر اسے گرا دیا اور اس پر سوار ہو گیا۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقتولوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ابوالہل کی لاش کا پوچھا ، لیکن لاش نظر نہ آئی تو آپ کے چہرہ انور پر پریشانی کے آثار نظر آئے ۔ آپ نے دعا کی ۔

”اے اللہ ، اس اُمت کے فرعون کے مقابلے میں مجھے عاجز نہ کرتا“

لوگ اس کی تلاش میں نکلے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بالیا میدان جنگ کے قریب ہی وہ اوندھے منہ پڑا تھا ، لیکن لوہے کے لباس میں غرق ، اپنی تلوار اس نے اپنے کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ بظاہر زخمی نہ تھا لیکن ہل بھی نہ سکتا تھا ، اوندھے منہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا ۔

حضرت عبداللہ نے اسے دیکھا تو اس کے گرد ، اس کے قتل کے ارادے سے چکر لگایا۔ انھیں یہ احساس بھی تھا کہ یہ لوہے کے لباس میں غرق ہے کہیں چڑھ نہ دوڑے لیکن جو نہی قریب ہوئے اور دیکھا کہ وہ حرکت نہیں کر سکتا تو اسے تلوار مارنے کی ٹھانی ، لیکن یہ بھی ڈر تھا کہ لوہے کے لباس کے سبب تلوار کیا اثر کرے گی ؟ اس لیے وہ پھر پیچھے کی طرف سے آئے ۔ اپنی تلوار سے اسے حرکت دی تو وہ بے کسی کی تصویر تھا ، حرکت نہ کر سکتا تھا۔ آپ نے گدی کی طرف سے اس پر وار کر کے ضرب لگائی تو اس کا سر آپ کے سامنے تھا۔ آپ نے

اس کو بے بس کر دیا اور مار ڈالا، اور پھر عجیب تماشہ دیکھا کہ بظاہر وہ زخمی بھی نہیں لیکن اس کی گردن میں زنجیر قسم کی چیز ہے اور ہاتھوں پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو نبی محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ساری تفصیل بتائی تو آپ نے فرمایا گویا اسے فرشتوں نے مارا ہے اور اظہار تشکر میں عرض کناں ہوئے۔

اے اللہ! تو نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

قریش شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر واپس لوٹے۔ سب سے پہلے الجسمان الکعبی شکست و ہزیمت کی خبر لیے مکے میں داخل ہوا۔ یہ حسن بن غیلان کا دادا تھا۔ لوگ کعبے کے پاس اکٹھے ہو کر اس سے سوالات کر رہے تھے۔ وہ زعمائے قریش میں سے جس کا پوچھتے یہ رو دیتا۔ صفوان بن امیہ حجر کے پاس قریش کی ایک جماعت سمیت بیٹھا تھا، اس نے کہا کہ یہ شخص احمق اور بے وقوف ہے۔ اس کا دل ماؤف ہو گیا ہے، اس سے میرے متعلق پوچھو گئے تو میرے لیے رو دے گا (حالانکہ میں بیٹھا ہوں) بعض لوگوں نے اس سے صفوان کا پوچھ ہی لیا تو اس نے کہا کہ وہ تو حجر میں بیٹھا ہے لیکن اس کا باپ امیہ بن خلف قتل ہو چکا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے قریش آگئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد کی، مشرک اور کافر بدر کے واقعے کے سبب ذلیل ہو کر رہ گئے۔ مدینے میں ہر یہودی اور مخالف تجالوت و شر مندی کا شکار تھا۔ یہ دن ”یوم الفرقان“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن ایمان و شرک کے درمیان حفاصل کھینچ دی۔ یہود اب یقین کے ساتھ کہتے لگے کہ یہ شخص نبی ہے اور وہی نبی جس کی تعریف توراۃ میں ہے آج کے دن کے بعد اس کی ہر رائے غالب آکر رہے گی۔

اہل مکہ کے ہر گھر میں مہینہ بھر اپنے مقتولوں کا ماتم بپا رہا۔ عورتوں نے اپنے سر کھول دیے۔ مقتولوں میں سے کبھی کسی کا سامان آنا، کبھی کسی کا گھوڑا تو عورتیں اس کے گرد نوہ کر تیں، تھوڑی دیر سر ڈھانپ لیتیں، پھر نوحہ شروع کر دیتیں۔

بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط کے سوا کوئی قتل نہ ہوا۔ اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الفلج نے قتل کیا جو بنو عمرو بن عوف کے عزیز تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ

عقبہ کے معاملے میں بدنیت ہے، قریش کے نام کو دہائی دیتا ہے اور کہتا ہے۔
اے قریشیو! میں ان لوگوں کے درمیان اس طرح قتل کیا جاؤں گا؟
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دشمنی تے سے برباد کیا۔

مشرک قریشی مقتولوں کی لاشیں بدر کے اندھے کنوئیں میں ڈالنے کا رسول اکرم نے حکم فرمادیا۔ ان پر لعنت طامت کی۔ آپ کھڑے نام بنام ان کو ڈالنے کا حکم دے رہے تھے، ابیہ بن خلف کا معاملہ جدا تھا کیوں کہ وہ بڑی عمر کا آدمی تھا اس کی لاش پھول گئی۔ اس کو جب کنوئیں میں ڈالنے لگے تو اس کا وجود پھٹ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کو ایسے ہی چھوڑ دو۔ آپ ان ملعون لوگوں کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے۔

تمھارے رب نے تمھارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو تم نے سچ پایا یا نہیں؟
حضرت عروہ کے بقول پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے اور "ثقیف الوداع" کے راستے مدینے میں داخل ہوئے۔ قرآن اس موقع پر نازل ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر تھا جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدر کی طرف نکلے میں مضمحل تھے گو کہ بعض حضرات اسے پسند نہ کرتے تھے۔

لَمَّا أَجَزَ جَلَكَ رَبُّكَ مِنْ يَثْرَبَ بِالْحَقِّ ص. وَإِنَّ فِرْيَاقَ مَنِ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُوَّةٌ
يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا بَيَّنَّ (الانفال: ۵، ۶)

جیسے نکالنا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک
جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی، وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں اُس کے
ظاہر ہو چکنے کے بعد۔

یہ اور اس کے بعد کی تین آیات اسی مضموم پر مشتمل ہیں۔

اس سے آگے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اس کے رفقاء کی فریاد کو قبول کرنے کا تذکرہ
فرماتے ہیں۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَنْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

مُذَرِّفِينَ ۝ (الأنفال: ۹)

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے لگا تا رکنے والے ۔

اگلی آیت بھی اسی سلسلے سے متعلق ہے ۔ ۱۰

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا بھی ذکر کیا کہ اس ذات پاک نے مسلمانوں کو اذنگھ سے ڈھانپ لیا ، مقصد اس سے ان کا امن تھا اور قریش کے ساتھ جو ہونے والا تھا اس کی خبر دی گئی ۔

إِذْ يَغْشَىٰ كُمُ النَّعَاسُ أَمَنَةٌ مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۚ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَالَتْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبُ فَاصْبِرُوا فَوْقَ الْأَعْيَاقِ وَاصْزَبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۚ ذَٰلِكُمْ بِمَا نَسُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ج وَهُمْ يُشَاقِقُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوا وَآنتُمْ لِلْكَافِرِينَ

(الأنفال: ۴، ۵، ۶)

عَذَابِ النَّارِ ۝

جس وقت کہ ڈال دی اُس نے تم پر اذنگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کر دے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جہاد یہ اس سے تمہارے قدم ۔

جب حکم بھیجا تمہارے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے ، میں ڈال دوں گا دل میں کافروں کے دہشت ، سو مارو گردنوں پر اور کاٹو ان کی پور پور ۔ یہ اس واسطے ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اُس کے رسول کے ، اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اُس کے رسول کا تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ۔ یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کے لیے ہے عذاب دوزخ کا ۔

مشرکوں کے قتل اور رسول اکرم کے ان کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۖ وَمَا دَمَيْتُمْ إِذْ دُمِيتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
 ذَمُّنِي ۚ وَيُنَبِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلََاءٌ حَسَنًا طَيِّبًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ذَلِكُمْ
 وَأَنَّ اللَّهَ مُؤْمِنٌ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ۝ (الأنفال: ۱۷-۱۸)

سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے ان کو مارا، اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی
 خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی امد تاکہ کرے ایمان والوں
 پر اپنی طرف سے خوب احسان۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہے سننے والا جلتے والا۔
 یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سست کر دے گا تدبیر کافروں کی۔
 مسلمانوں کی دُعا اور طلب فیصلہ کے سلسلے میں ارشاد ہے :
 اِنْ تَشْتَفِئُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۝ (الأنفال: ۱۹)
 اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو پہنچ چکا ہے تمہارے پاس فیصلہ۔
 مشرکوں کے متعلق فرمایا :

وَإِنْ تَنْتَهُوْا فَمَا خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ جِوَارِ تَعُوْدٍ وَانْعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ
 فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (الأنفال: ۱۹)
 اور اگر باز آؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر پھر بھی کرو گے تو ہم بھی پھر
 یہی کریں گے اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارے تمہارا جھگڑا اگرچہ بہت ہوں اور
 جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

آگے اس سلسلے میں ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عُنْدَهُ وَأَنْتُمْ
 تَسْمَعُونَ ۚ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝
 اِنَّ شَرَّ الدِّنِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ اَلَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ
 اللَّهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّا سَمِعَهُمْ ط وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ
وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ اللَّهُ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهٌُ مُّخْفَوْنَ ۝
فَنُتِلَا تَصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ۝ وَأَذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنِ
يَخْطِفَكُمْ النَّاسُ فَأَوْكُوا بِكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ بِضُرْعِهِمْ وَذَرَكُمُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

(الأنفال: ۲۰ تا ۲۶)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر،
اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں، بے شک سب
جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ
جانتا ان میں کچھ بھلائی تو ان کو سنا دیتا اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں منہ
پھیر کر۔

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف
جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اُس کے دل کو
اور یہ کہ اس کے پاس تم جمع ہو گے۔ اور بچتے رہو اُس فساد سے کہ نہیں پڑے گا
تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور یاد کرو جس وقت
تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں، ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو لوگ پھر
اس سے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری
چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔

فریقوں کے جنگی مقالات اور ان کی جائے قیام کے متعلق فرمایا:

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدِّينِيَّاءِ وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوَى وَالرَّكِبِ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ط
وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خُتِلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۝ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ط
لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ط
إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَاظِكٍ قِلِيلًا ط وَلَوْ آدَاكُمْ كَثِيرًا لَفَسَلْتُمْ وَلَنْتَنَّا ط

ذَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلَيْكُمْ بَذَاتِ الصُّدُورِ
(الانفال: ۴۲، ۴۳، ۴۴)

جس وقت تم تھے ورے کنارے پر اور وہ پرے کنارے پر، اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا تم سے، اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر ایک ساتھ، لیکن اللہ کو کڑا لانا تھا ایک کام کو جو مقدر ہو چکا تھا، تاکہ مرے جس کو مر تبے قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد اور بے شک اللہ سنتے والا ہے جاننے والا ہے۔

جب اللہ نے وہ کافر دکھلائے تجھ کو تیرے خواب میں تھوڑے، اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچالیا، اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں۔

اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج مقابلے کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا ان کی آنکھوں میں تاکہ کڑا لے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا، اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام۔

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۝ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَمَّا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

(الانفال: ۴۵، ۴۶، ۴۷)

اے ایمان والو! جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ، اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو۔ پس نامراد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو، بے شک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے۔

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کو اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے، اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے

اور وہ لوگ جو بظاہر مسلمان تھے (منافق) اور مسلمانوں کی قلت کے باوصف کفار کے مقابلے میں ان کے لکھن پر انھیں تعجب تھا اور کہتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اپنے دین کے سلسلے میں بڑا غرور ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُمْ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ ط
وَمِنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (الانفال: ۴۹)

اور جب کہتے لگے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے - یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر، اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا -

مشرکوں کے مقتولین کے بارے میں اگلی مسلسل آیات ہیں -
وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَكَّلُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى الْمَلِكَةِ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَادَ هُمْ ط وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝ كَذَّابِ أَلِ فِرْعَوْنَ لَا وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا لِّلنُّعْمَةِ ۝ أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُ أَمْرًا بِأَنفُسِهِمْ ۝ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ كَذَّابِ أَلِ فِرْعَوْنَ لَا وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَّابُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۝ وَكُلُّ كَانُوا ظَالِمِينَ ۝ إِنَّ شَوْأَ الدُّوْ
أَبِ عِنْدَ اللَّهِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (الانفال: ۵۰ تا ۵۵)

اور اگر تو دیکھے جس وقت جہان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے، مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا -

یہ بدلہ ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے، سو پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر، بے شک اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا -

اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہر گز بد کرنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس

نے کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اپنے جیسوں کی بات، اور یہ کہ اللہ سنے
 والا جاننے والا ہے۔ جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے کہ
 انھوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی، پھر ہلاک کر دیا ہم نے ان کو ان کے
 گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو، اور سارے ظالم تھے بدتر سب
 جانداروں میں، اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لائے۔
 اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں سے اس سلسلے میں سختی سے فرمایا کہ
 انھوں نے قیدیوں کا خون بہانے کو ناپسندیدہ سمجھا۔ منسلکے ربانی یہی تھی۔
 مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَتْ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُشْعِنَ فِي الْأَرْضِ ط تَرْثِدُونَ
 عَرْضَ الدُّنْيَا قُلْ وَاللَّهِ يُرِيدُ الْأَخْصَاط (الانفال: ۶۷)

نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خوب خون ریزی
 نہ کر لے ملک میں، تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیے آخرت۔
 پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت کے حلال کرنے کا حکم دے
 دیا۔ اس اُمت سے قبل کی اُمتوں پر یہ حرام تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
 آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:

ہم سے پہلے کسی کے لیے مالِ غنیمت حلال نہ تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے
 لیے اس کو حلال کر دیا اور اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُم مِّنْ عَذَابٍ عَظِيمٍ ه فُكُلُوا
 مِمَّا غَنِمْتُمْ غَلًا لَا طَبِيًّا رَّحْمَةً وَالْقَوْلُ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ه

(الانفال ۶۸-۶۹)

اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے
 میں بڑا عذاب، سو کھاؤ جو تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ
 سے، بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

بعض قیدیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں تو جبراً ساتھ لایا گیا تھا۔ پھر ہم سے معاوضہ

کیوں لیا گیا ؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :
 اِنَّ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا اَوْ اَيْسَرًا لَّكُمْ خَيْرًا مِّمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ
 لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانفال : ۷۰)

اگر اللہ جانے گا تمہارے دلوں میں کچھ نیکی سو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم
 سے چھین گیا اور تم کو بخشنے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں سے فدیہ اور مال لینے کی اجازت
 دی تو قیدیوں نے کہا ، شاید اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے لیے کوئی بہتری نہیں کہ ہمارے ساتھی
 قتل ہوئے ، پھر ہم قیدی ہوئے ، اس پر ارشاد فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِنَ الْاَسْوَآءِ اِنَّ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ
 خَيْرًا اَوْ اَيْسَرًا لَّكُمْ خَيْرًا مِّمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ و
 اِنْ يُّرِيدُوْا خِيَاْنَتَكُمْ فَقَدْ خَاْنُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكُنْ مِنْهُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
 حَكِيْمٌ ۝ (الانفال : ۷۰ ، ۷۱)

اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی ، اگر جانے گا اللہ
 تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھین گیا اور تم
 کو بخشنے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ۔ اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی
 سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اُس نے اُن کو پکڑ لیا اور
 اللہ سب کچھ جاننے والا ، حکمت والا ہے ۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے معاوضہ و فدیہ کو حلال کر دیا ۔ ان کی جس خیانت
 کا ذکر ہے اور اپنی قوم کی کثرت بڑھانے کا ذکر ہے ، اس سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے بعض
 قیدی جو کہتے ہیں کہ ہم مجبور آئے تھے ، تو اگر یہ چاہتے تو فرار ہو کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی خدمت اقدس میں آجاتے ۔ آجاتے تو سبحان اللہ ، ان کو بڑا انعام ملتا ۔ ارشاد ہے ۔
 وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَدُوْا وَنَصَرُوْا
 اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ

اَمْتُوا مِنْ بَعْدِهَا جُرُوا وَاجْهَكُمْ وَاَمْعَكُمْ فَاُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ط وَاُولَٰئِكَ
الَّذِينَ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِی كِتَابِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ

میں، اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان
لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ
چھوڑ آئیں، اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی،
مگر مقابلے میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو (معاہدہ دوستی) اور اللہ
جو تم کرتے ہو اُس کو دیکھتا ہے۔

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم یوں نہ کر دو گے
تو نقص پھیلے گا ملک میں۔ اور بڑی خرابی ہوگی۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں، اور
جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان۔ ان کے لیے بخشش
ہے اور روزی عزت کی۔ اور جو ایمان لائے اُس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے
تمہارے ساتھ ہو کر، سو وہ لوگ بھی تم ہی میں ہیں اور رشتہ دار آپس میں حق دار
زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں، تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کی تقسیم کا اصول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوا اَنَّ الْمَا اَنْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی
الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا
اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ التَّفٰی الْجُمُعِ ط وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ ۝ (الانفال: ۴۱)

اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس
میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اُس کے قرابت والوں کے واسطے
اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور

اُس چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر (محمد علیہ السلام پر) فیصلے کے دن
 (روم بدر) جس دن بھڑگئیں دونوں فوجیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 جو لوگ بدر کے میدان میں دشمن کے ساتھ شریک ہوئے اور مکہ معظمہ میں
 طاقت کے باوجود مقیم رہے۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ لِنَفْسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ط قَالُوا
 كُنَّا مُسْتَضْعِفِينَ فِي الْأَرْضِ ط قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا
 فِيهَا ط فَأُولَئِكَ مَا وَلَّهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ه إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ
 مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ
 سَبِيلًا ه فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفُو عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
 (النساء: ۹۷، ۹۸، ۹۹)

وہ لوگ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے، اُس حالت میں کہ وہ برابر کر رہے
 ہیں ظلم، کہتے ہیں اُن سے فرشتے، تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس
 اُس ملک میں، کہتے ہیں فرشتے کیا تھی زمین اللہ کی کشادہ، جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں
 سوا یسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ اور وہ بہت بُری جگہ پہنچے، مگر جو ہیں بے بس مردوں
 اور عورتوں اور بچوں میں سے، جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ،
 سوا یسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا۔

ان حضرات کے اسمائے گرامی جو بدر میں شامل ہوئے ۱۰

جن حضرات کے نام حضرت عروہ رحمہ اللہ نے ذکر کیے ان کو نقل کیا جاتا ہے۔ انصاری
 حضرات کے بعد حضرت عروہ نے بنو احرم بن فہر بن عثیم بن عوف بن الحرث بن الخزرج کا ذکر
 کیا ہے۔

۱: اوس بن الصامت (حضرت عبادہ کے بھائی)

۲: عقبہ کل بیعت کے شریک، انصاری کی شاخ بنو عمرو بن مالک بن النجار کے شریک بدر، اوس

بن ثابت بن المنذر — ان کا کوئی وارث نہ تھا۔

۳ : انصار کی ذیلی شاخ بنو قریبوس بن غنم بن قریبوس بن غنم بن سالم کے امیر بن لؤذان بن سالم بن ثابت بن ہزال بن عمرو بن قریبوس بن غنم۔

۴ : اور اس قبیلے کے ایسے جنھیں رسول محترم علیہ الصلاۃ والسلام کا آزاد کردہ غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۵ : قریش کی شاخ بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب کے الارقم بن ابی الارقم — ابو الارقم کا نام عبد مناف اور کنیت ابو صدف بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔

۶ : اسی شاخ کے بلال جنھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد کردہ غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۷ : انصار کی شاخ بنو عبید بن عدی کے فرد فرید جنھوں نے عقبہ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ بشر بن البراء بن معرور۔

۸ : اور ایسے ہی سعادت مند بشیر بن سعد۔

۹ : انصار کی شاخ بنو مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج کے بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس

۱۰ : انصار کی شاخ بنو طریف بن الخزرج کے سبب الجہنی — اس قبیلے کے حلیف ہونے کے سبب انہی کے شمار ہوتے ہیں۔

۱۱ : انصار کی شاخ بنو خالدہ بن عوف بن الحرث بن الخزرج کے تمیم بن یغار بن قیس بن عدی

۱۲ : انصار کے تمیم جو بنو غنم بن المسلم بن مالک بن الاوس بن حارثہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۳ : انصار کی شاخ الخزرج کی ضمتی شاخ بنو سلمہ کے تمیم جو خراش بن الصنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۴ : انصار کی شاخ بنو عجلان کے ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان۔

۱۵ : انصار کی شاخ بنو عدی بن النخار بن اوس کے ثابت بن اوس بن المنذر بن خرام بن عمرو

بن زید مناة بن عدی بن عمر

۱۶ : اور اسی قبیلے کے ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن عصہ (یا عصبہ)۔

یہ اصل میں قبیلہ اطمح کے تھے اور اس قبیلے کے حلیف ہونے کے سبب اسی میں شمار ہوتے تھے۔

- ۱۷: ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عبید الانصاری -
 ۱۸: انصار کی شاخ بنو جشم بن الخزرج کے ثعلبہ - جنھیں الجدرع کہا جاتا ہے -
 ۱۹: ثعلبہ بن غنمہ الانصاری -
 ۲۰: جبر بن ایاس بن خالد بن مخلد بن ذریق الانصاری
 ۲۱: انصار کی شاخ بنو دینار بن الحجار کے جابر بن خالد بن عبد الاشمل - ان کے کوئی وارث نہ تھے -

- ۲۲: انصار کی شاخ بنو الحرث بن الخزرج کے جابر بن عبد اللہ بن رباب بن نعمان بن سنان -
 ۲۳: انصار کی شاخ بنو معاویہ بن عمرو بن عوف کے جابر بن عثیک بن الحرث بن قیس بن جشیر -
 ۲۴: انصار کی شاخ بنو حالیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم کے حاطب بن بلتعہ -
 ۲۵: انصار کی شاخ بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے حارث بن الہمد - جو اطمح قبیلے کی شاخ بنو دھمان کے حلیف تھے -

- ۲۶: الحارث بن سواد
 ۲۷: انصار کی شاخ بنو نجار کے الحارث بن سراقہ -
 ۲۸: انصار کی شاخ بنو عبد الاشمل کے الحارث بن معاذ بن النعمان -
 ۲۹: انصار کی شاخ بنو ذریق کے الحارث بن قیس بن مخلد - یکے از شرکائے عقبہ، ان کی کنیت ابو خالد ہے -

- ۳۰: انصار کی شاخ بنو مذول کے الحارث بن الصمہ بن عبید بن عامر
 ۳۱: الحارث بن خزمہ بن ابی غنم بن سالم بن عوف بن الحرث بن الخزرج الانصاری -
 ۳۲: انصار کی شاخ بنو جشم بن الحرث بن الخزرج کے حرث بن زید -
 ۳۳: انصار کی شاخ بنو ذریق کے ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ - یہ ایسے سعادت مند انسان تھے کہ ہجرت کے ثواب کے حصول کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ گئے اور پھر بدر میں شریک ہوئے -

۳۴ : انصار کی شاخ بنو زعور بن عبد الاشمل بن یزید کے رافع بن یزید ۔

۳۵ : رافع بن المصلیٰ بن لوزان بن حارث بن عدی بن زید بن مناة بن حبیب بن حارث بن عصب
ابن ہشتم بن الحزرج — آپ بدر میں شہید ہوئے ۔

۳۶ : رافع بن معدیہ الانصاری ۔

۳۷ : رافع بن الحارث بن سواد بن زید بن ثعلبہ الانصاری ۔

۳۸ : بشیر بن عبد المنذر ۔

۳۹ : الحارث بن حاطب ۔

ان دونوں (۳۸-۳۹) کے متعلق حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ یہ رسولِ محرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نکلے۔ آپ نے حضرت ابولبابہ کو تو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا تھا۔ ان دونوں کو بھی حفاظت کے لیے واپس بھیج دیا اور اصحاب بدر کی طرح اُن کو باقاعدہ شریک سمجھ کر غنیمت میں سے حصہ دیا ۔

۴۰ : انصار کی شاخ بنو زریق کے رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن زریق۔ انھیں بیعت عقبہ میں شریک ہونے اور نقیب رسول ہونے کا شرف حاصل ہے ۔

۴۱ : بنو عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف ۔ ربیعہ بن اکثم، جن کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے تھا۔

۴۲ : بیعت عقبہ کے شریک رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم بن الحزرج ۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی بھی سعادت حاصل کی ۔

۴۳ : انصار کی شاخ بنو لوزان بن غنم بن عوف بن الحزرج کے ربیعہ بن ایاس بن غنم بن اُمیہ بن لوزان بن غنم ۔

۴۴ : زید بن حارث بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن یزید بن امرؤ القیس الکلبی ۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خاص کرم فرمایا ۔ ابتدائی دور کے مسلمان تھے ، حضور اقدس کے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام ۔

۴۵ : قریش کی شاخ بنو عدی بن کعب کے زید بن الخطاب (حضرت فاروق اعظم کے برادرِ محترم)

۴۶ : الانصار کی شاخ بنو عمرو بن مالک بن النجار کے ابو طلحہ زید بن سہل بن الاسود، یکے از
 ترکائے بیعت عقبہ، آپ نقیب بھی تھے اور جدیلہ کی اولاد میں سے تھے۔
 ۴۷ : الانصار کی شاخ بنو حیشم بن الحزرج کے زید بن الحرث بن الحزرج۔
 ۴۸ : الانصار میں سے بنو جدرہ بن عوف بن الحرث بن الحزرج کے زید المرس، جو الجلی کی
 اولاد ہیں۔

۴۹ : الانصار کی شاخ بنو سالم بن غنم بن عوف بن الحزرج کے زید بن عمرو بن ودیعہ بن عمرو بن
 قیس بن جزی بن عدی بن مالک بن سالم بن غنم ابن عوف بن الحزرج، یہ بھی الجلی کی اولاد
 سے تھے۔

۵۰ : زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی الانصاری۔
 ۵۱ : الانصار کی شاخ بنو بیا ضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ کے زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن
 سنان بن عامر بن عدی بن اُمیہ بن بیا ضہ۔
 ۵۲ : سعد بن معاذ بن امر القیس بن عبد الاشمل الانصاری۔
 ۵۳ : الانصار کی شاخ بنو ساعدہ بن کعب بن الحزرج کے سعد بن عبادہ بن دہسم بن حارثہ
 بن خزیمہ بن ضیہ بن عقیبہ کے ساتھ ساتھ نقیب ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔
 ۵۴ : الانصار کی شاخ بنو عمرو بن عوف کے سعد بن حیشم۔
 ۵۵ : الانصار کی شاخ بنو عبد بن کعب بن عبد الاشمل کے سعد بن زید بن مالک بن عبد بن کعب۔
 ۵۶ : انصار کی شاخ بنو دینار بن النجار کے سعد بن سہل بن عبد الاشمل بن حارثہ بن دینار
 بن النجار۔

۵۷ : الانصار کی شاخ بنو سواد بن کعب کے (کعب کا نام ظفر ہے) سعد بن عبید بن النعمان۔
 ۵۸ : سعد بن النعمان بن قیس الانصاری۔

۵۹ : سعد، حاطب بن ابی بلتعہ کے آزاد کردہ غلام۔

۶۰ : قبیلہ مذحج کے حوی نام شخص کے آزاد کردہ غلام "سعد"۔

۶۱ : انصار کی شاخ بنو حیشم بن الحزرج کے سہل بن عدی۔

- ۶۲ : قریش کی شاخ بنو الحارث بن فہر کے سہل بن بیضا ۔
- ۶۳ : الانصار کی شاخ ادس کی ضمتی شاخ بنو عید الاشہل کے سلمہ بن سلامہ بن وقش ۔ یکے
از شرکائے عقبہ ۔
- ۶۴ : قریش کی شاخ بنو عبد شمس بن عوف کے سالم ، ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام ۔
- ۶۵ : الانصار میں سے بنو ساعدہ کے ابو دجانہ سماک بن خرشہ بن ادس بن لوزان بن
عبد ود بن زید بن ثعلبہ ۔
- ۶۶ : انصار کے قبیلے بنو سلمہ بن تزید بن ہشتم کے طفیل بن نعمان بن خنسا ۔ یکے از
شرکائے عقبہ ۔
- ۶۷ : عثمان بن عمرو بن رفاعہ بن الحارث بن سوادہ الانصاری ۔
- ۶۸ : انصار کی شاخ بنو الحارث بن الخزرج کی ضمتی شاخ بنو امر القیس بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج
کے عبد اللہ بن رواحہ
- ۶۹ : انصار کی شاخ بنو حارثہ بن الحارث کے عبد اللہ بن سرخس بن النعمان بن اُمیہ بن البرک
البادری ۔ شرکائے عقبہ میں سے ایک ۔
- ۷۰ : انصار کی شاخ بنو حرام بن کعب بن عمرو بن غنم بن کعب بن سلمہ کے ۔ عبد اللہ بن
عمرو بن حرام ۔ یکے از نقبائے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔
- ۷۱ : انصار کی شاخ بنو عوف بن الخزرج کی ضمتی شاخ بنو عبد اللہ بن مالک بن سالم بن غانم
بن الخزرج کے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول^۹ ۔ الجلی ۔
- ۷۲ : انصار کے حلیف عبد اللہ بن طارق الیلوی
- ۷۳ : انصار کی شاخ بنو عمرو بن عوف کے عبد اللہ بن سلمہ بن مالک بن الحارث بن عدی بن
العجلان ۔
- ۷۴ : انصار کی شاخ بنو حدرة بن عوف بن الحارث بن الخزرج کے عبد اللہ بن ربیع بن قیس
بن عمرو بن عاید بن الابرار ۔
- ۷۵ : انصار کی شاخ بنو لوزان بن غنم کے عبد اللہ بن ثعلبہ بن حزم بن احرم ، اس قبیلے کے

(اصل میں حلیف ہیں)

۷۸ : انصار کی شاخ بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کی ذیلی شاخ بنو خنسا بن شیبان

بن عبید کے عبداللہ بن جد بن قیس بن صحر بن خنسا۔

۷۹ : عبداللہ بن الجیر الاشجعی۔ قبیلہ اشجع کے حلیف، الانصاری۔

۸۰ : انصار کی شاخ بنو خنسا کے عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان بن سنان بن عبید۔

۸۱ : عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے عبداللہ بن قیس بن صحر بن جذام بن ربیع بن عدی بن

غنم۔

۸۲ : عبیدہ بن الحارث بن المطلب القرشی، انھیں شیبہ بن ربیع نے زخمی کر دیا۔ ان کا پاؤں

کاٹ دیا۔ خون بہت بہہ گیا تھا۔ اس سے ان کی شہادت ہوئی۔

۸۳ : انصار کی شاخ بنو الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن اللادس کے ابو قیس بن

جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن حارث۔

۸۴ : قریش کی شاخ بنو تیم بن مرہ کے عامر بن فہیرہ۔ حضرت ابو بکر کے آزاد کردہ غلام۔

۸۵ : عمارہ بن حزم بن زید الانصاری

۸۶ : انصار کی شاخ بنو مازن بن النجار کی ضمنی شاخ بنو خنسا بن مدرک بن عمرو بن غنم بن

مازن کے عمیر۔ ان کی کنیت ابو داؤد بن عامر بن مالک بن خنسا بن مدرک ہے۔

۸۷ : قریش کی شاخ بنو نہرہ کے عمیر بن ابی وقاص۔ اس جنگ میں شہید ہوئے۔

۸۸ : عروہ بن عتبہ بن غزوہ بن جابر بن وہب بن بشیر بن مالک بن مازن بن منصور بن

عکرمہ بن حصہ بن قیس عیطان المضری۔ جو نوفل بن عبد مناف کے حلیف تھے۔

۸۹ : انصار کی ضمنی شاخ بنو سالم بن عتبہ بن مالک بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن

سالم بن عوف بن عمرو بن الخزرج۔

۹۰ : انصار کی شاخ بنو بیاضہ کے فروہ بن عمرو۔

۹۱ : انصار کی شاخ بنو مازن بن النجار کے قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف

بن مبدول۔

- ۹۲ : انصار کی شاخ بنو سواد بن کعب (کعب کا نام ظفر ہے) کے قتادہ بن النعمان ۔
- ۹۳ : ابو مرثد الغنوی ۔ حضرت حمزہ سید الشہداءؓ ، اسد اللہ و اسد رسولہ کے حلیف ، ۱۲ھ میں ابو مرثد کا انتقال ہوا ۔ ان کی عمر بوقت وفات ۶۶ برس تھی ۔
- ۹۴ : انصار کی شاخ بنو زعور ابن عبد الاشہل کے محمد بن مسلمہ بن خالد بن مجدعہ بن حارثہ بن الحرث ۔
- ۹۵ : انصار کی شاخ ادس کی ضمتی شاخ بنو عبد الاشہل کے ابو الہیثم بن الیقہان ۔ انھوں نے عقبہ کی بیعت سب سے پہلے کی ۔ ساتھ ہی لقیب ہونے کا انھیں شرف حاصل ہوا ۔

- ۹۶ : انصار کی شاخ بنو سلمہ کے معاذ بن جبل بن عمرو بن عایذ بن عدی بن شاردہ بن تزیذ بن ہبشم ۔
- ۹۷ : المقداد بن عمرو ۔
- ۹۸ : مرثد بن ابی مرثد الغنوی ۔
- ۹۹ : انصار کی شاخ بنو حارثہ کے ابو بردہ بن نیار بن عمرو بن عبید الیدری ۔ اس قبیلے کے آپ حلیف تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔
- حضرت عروہ کی سند میں یہاں ابن ابی صرہ ہیں ، جب اس کی تائید میں دوسری روایت ہو تو پھر یہ حدیث حسن ہوتی ہے اور یہاں امام زہری کی سند تائید میں موجود ہے ۔

مزید شترکائے بدر کے اسمائے گرامی

- اس روایت کی سند اس طرح ہے : ابن ابی صرہ بن ابی الاسود عن عروہ ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ
- ۱ : ابی کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار
- ۲ : انصار کی شاخ بنو عمرو بن مالک بن النجار کی ضمتی شاخ بنو قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک کے انیس بن معاذ بن قیس ۔
- ۳ : انصار کی شاخ بنو خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غتم بن عوف بن الخزرج کے

- جبار بن صخر بن امیہ بن خنسا بن عبید بن عدی بن غنم
- ۴ : انصار کی شاخ بنو ثعلبہ بن عمرو بن عوف کے الحارث بن النعمان ۔
- ۵ : انصار میں سے بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے حارث بن الحمیر ۔ قبیلہ اشجع ، بنو دہمان کی شاخ کے حلیف ۔
- ۶ : انصار کی شاخ بنو حشتم بن الحارث بن الخزرج کے حریت بن زید بن ثعلبہ ۔
- ۷ : جناب بن اللات بن خویلد بن سعد بن جذیمہ ابن کعب بن سعد ۔
- ۸ : رافع بن جعدیہ ۔
- ۹ : الانصار کی شاخ بنو ظفر کے (کعب بن الخزرج اور ظفر ایک ہی شخصیت ہیں) رفاعہ بن عبد المنذر بن رفاعہ بن دینار بن زید بن امیہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ۔
- ۱۰ : انصار کی شاخ بنو الحارث بن الخزرج کے سعد بن الربیع بن عمرو ۔ عقبہ کی بیعت اور نقیب کا انھیں شرف حاصل ہے ۔
- ۱۱ : سعید بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ الانصاری ۔
- ۱۲ : انصار کی شاخ بنو ثعلبہ بن عبید کے الضحاک بن حارث بن زید بن ثعلبہ ۔ بیعت عقبہ کے شریک ۔

وہ حضرات جو بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ان کے لیے اجر کی خوش خبری دی اور انھیں غنیمت میں سے حصہ عنایت فرمایا

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں نام گنواتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

۱ : عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رقیہ سلام اللہ تعالیٰ

علیہا ورضوانہ ، جوان کی اہلیہ محترمہ قیس اور بیمار تھیں ، کی خدمت و خبر گیری کے لیے رسول

محترم کے ارشاد سے رکے ، آنحضرت نے انھیں غنیمت کا حصہ دیا تو انھوں نے عرض کیا ۔

میرے اجر کا کیا بنے گا؟ فرمایا تجھے اجر نصیب ہوگا۔

۲ : طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرثہ۔

یہ شام میں تھے (اغلیاً دینی ضروریات کے تحت) حضور اقدس سے اپنی ایک گونہ محرومی کا ذکر کیا تو آپ نے انھیں بھی غنیمت میں شریک فرمایا لیکن مسئلہ اجر و ثواب کا تھا، اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کی بھی تسلی دلائی۔

۳ : سعید بن زید بن عمرو بن نفیل — جنگ سے واپسی پر حضور اقدس مدینہ منورہ پہنچے تو یہ بھی شام سے واپس آئے، حضور محترم نے انھیں مال غنیمت میں شریک فرما کر ان کی درخواست پر ان کے اجر کی بھی یقین دہانی فرمائی۔ مندرجہ بالا تین حضرات مہاجرین کے گروہ انصار میں تھے۔

انصار کے گروہ ابرار کے افراد یہ ہیں۔

۴ : ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — انھیں حضور اقدس نے مدینہ کا امیر بنا کر شریک غنیمت قرار دیا۔

۵ : الحارث بن حاطب، انھیں بھی سرکار نے لوٹایا، مقصد حفاظت مدینہ تھی۔

۶ : حضرت عاصم بن عدی — انھیں بھی سرکار نے خود واپس کیا۔

۷ : خوات بن جیسر بن النعمان۔

۸ : الحارث بن الصمہ — روحا نامی مقام میں گرفتار تھے، انھیں واپس کر دیا گیا۔

ان سب حضرات کو سرکار دو عالم علیہ السلام نے حصہ غنیمت عنایت فرمایا۔

غزوہ ذات السویق^{۲۱}

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ مشرک شکست خوردہ واپس پہنچے، ان کے زعماء قتل ہو چکے تھے تو ابوسفیان نے نذرمانی کہ سر میں تیل نہ ڈالوں گا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا، جب تک بدلہ نہ چکالوں۔

یہ طرح کی تیاری وہ چاہتا تھا وہ اس کے لیے ممکن نہ ہو سکی تو ۳۰ سوار لے کر نکلا تاکہ اپنی قسم بے عمدہ برآ ہو سکے۔ ”بنت“ نامی مقام پر پہنچا تو کیا، وہاں سے ”العریض“

کی طرف نکلے تو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر حملہ آور ہو گئے، حتیٰ کہ آپ نے انھیں عاجز کر دیا اور وہ اپنا زادراہ تک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام ”غزوہ ابی سفیان ذات السویق“ پڑ گیا۔ (سویق ستو کو کہتے ہیں) یعنی ستو والا ابوسفیان، جو وہ زادراہ کے طور پر لے کر آئے تھے۔

کعب بن الاشرف کا قتل ﷺ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کرتا اور قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ جب قریش سے ملا تو انھوں نے اس سے پوچھا کہ ہمارا دین زیادہ ہدایت کا علم بردار ہے یا محمد کا دین؟

اس پر سخت نے کہا کہ تمھارا دین زیادہ درست اور صحیح ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ شخص ہماری عداوت میں بہت بڑھ گیا ہے اس کا کیا علاج ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ آپ پسند فرمائیں تو میں اسے قتل کر دوں! رسول اکرم خاموش رہے۔ محمد بن مسلمہ آپ کی خاموشی سے یہی سمجھے کہ قتل کر دیا جائے۔ پھر انھیں حضور اقدس نے فرمایا حلدی نہ کرو، ایسا کرنا ہے تو سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو۔ انھوں نے ان سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کی طرف توجہ کرو اور اس سے مل کر کہو کہ کیا وہ اس کے لیے کھانے کا اہتمام کر دیں؟

محمد بن مسلمہ اس کے پاس آئے، مقصد بیان کیا تو اس نے کہا کہ کھانا ہے کہاں؟ انھوں نے کہا کہ خواہش یہ ہے کہ آپ بھی ہمارے لیے کھانے کا اہتمام کریں۔ اس نے کہا کہ وہ کہاں ہے، ہم نے تو اسے محمد اور اس کے رفقا پر خرچ کر دیا (اس کا رویہ مقرر نہ تھا) حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کیا تمھارے دلوں میں نرمی نہیں پیدا ہوئی کہ یہ سمجھ سکو کہ تم غلط طریقے پر ہو۔ ابن الاشرف نے کہا کہ اپنی عورتیں اور بیٹے میرے سپرد کر دو اور میری تحویل میں دے دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ ہم سب کچھ آپ کے سپرد کر دیں گے اور اس کے ساتھ آنے کا وعدہ کیا۔ پھر رات کو اسے اچانک آلیا۔ ایک روایت کے بقول سعد بن معاذ نے

الحارث بن اوس بن النعمان کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا، اس کو محمد بن مسلمہ نے ضرب لگائی حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس اس وقت آئے جب وہ "حرف" نامی مقام میں تھا۔ جب وہ تنہا تھا اور اس کے رفقا اس کے پاس موجود نہ تھے تو یہ جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے، اس کا کام تمام کر دیا اور مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

غزوہ بنی النضیر ۶۲۳ء

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنو کلاب کے لوگوں کی دیت اور خون بہا کے سلسلے میں مدد دینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا سے جنگ کے سلسلے میں جب قریش میدانِ احد میں آئے تھے تو خفیہ منصوبہ بندی کی تھی۔ انھوں نے قریش کو خوب بھڑکایا اور خفیہ طریق سے ان کی مدد کی۔

جب حضور اکرم نے کلابیوں کی دیت کے سلسلے میں ان سے بات چیت کی تو یہ کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم آپ بیٹھیں کھانا کھائیں اور جس مقصد کے لیے آپ آئے ہیں اس کو پورا کر کے واپس جائیں۔ ہم ذرا مشورہ کر لیں اور اس معاملے کے سلسلے میں ذرا مصالحت کی شکل سوچ لیں۔ چنانچہ حضور اقدس اپنے رفقا سمیت دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے اور انتظار فرمانے لگے کہ وہ مصالحت کا معاملہ طے کر لیں۔

جب یہ نامراد آئے تو شیطان جو مستقل ان کے ساتھ چپٹا ہوا تھا، اس نے انھیں آپ کے قتل کا مشورہ دیا اور کہا آج کی گھڑی خوب ہے، اس شخص سے چھٹکارا حاصل کر لو اور پھر اپنے گھروں میں امن و سکون سے رہو۔ اس طرح تم جن مصائب کا شکار ہو ان سے تمھاری خلاصی ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک شخص نے ان سے کہا کہ جس دیوار کے نیچے وہ بیٹھے ہیں، تمھارا مشورہ ہو تو میں اس پر جادو کرتا ہوں اور اس پر پتھر گر کر اس کو قتل کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً رہنمائی فرمائی۔ حضور اٹھ کھڑے ہوئے، اٹھنا اس انداز سے ہوا گویا کوئی ضروری کام ہے اور یہودیوں کی تسلی کی خاطر اپنے رفقا کو وہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ کے

دشمن آپ کی انتظار میں رہے۔

جب وہ لوگ اپنے معاملات سے فارغ ہو گئے اور جہاد کا عمل پورا کر لیا اور اس شخص نے حضور کے معاملے میں انھیں "بزن" کا آرڈر دے دیا تو وہ آکر آپ کے اصحاب کے پاس بیٹھ گئے اور آپ کا انتظار کرنے لگے۔ کافی دیر کے بعد ایک شخص آیا تو انھوں نے اس سے حضور اقدس کا پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے تو انھیں شہر میں دیکھا تھا وہ اپنے حجرے میں داخل ہو رہے تھے۔ اب یہ لوگ کھسیانی بی کھبیاں نوچنے کے مصداق کہنے لگے کہ ابوالقاسم نے جلدی کی ہم تو یہاں سے اٹھ کر اس لیے گئے تھے کہ جس کام کو وہ آئے تھے اس کی فکر کر کے اس کو پورا کر دیں۔ پھر آپ کے صحابہ بھی تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز کے ذریعے اس بات کی خبر دے دی جو دشمن کرنا چاہتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ اَنْ يَبْسُطُوا
اَلْيَدِيَہُمْ فَاكْفَّ اَيْدِيہُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ
(المائدہ: ۱۱)

اے ایمان والو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے اوپر، جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلا دیں، پھر روک دیے تم سے اُن کے ہاتھ، اور ڈرتے رہو اللہ سے، اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے بھروسہ ایمان والوں کو۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن کے جلا وطن کرنے کا حکم دے دیا کیوں کہ انھوں نے آپ کے معاملے میں بڑی خیانت کی۔ چنانچہ آپ نے ان کو پکڑا اور فرمایا یہاں سے نکل کر چلے جاؤ، جہاں چاہو۔ وہ کہنے لگے کہ آپ ہمیں کہاں نکالنا چاہتے ہیں؟
آپ نے فرمایا "حشر کی طرف۔"

الحشر

منافقوں نے جب یہ سنا کہ اہل کتاب میں سے ان کے بھائیوں اور احباب کے ساتھ یہ ہورہا ہے تو انھوں نے ان سے کہا کہ ہماری موت و حیات تمہارے ساتھ ہے اگر

لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں نکالا جائے تو ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔
 یہود کا سردار ابوصفیہ جیسی بن اخطب تھا۔ جب منافقوں نے اس طرح ڈینگیں ماریں تو
 اس کا غرور بڑھ گیا، شیطان نے اسے غلبہ دکھانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس نے حضور اقدس اور
 آپ کے رفقا کو کہہ دیا کہ ہم جانے سے رہے، لڑائی ہے تو لڑائی سہی۔ اللہ تعالیٰ کے نبی
 نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر صحابہ کو حکم دیا، انھوں نے ہتھیار سنبھال لیے اور یہود
 کی طرف کوچ کیا۔ یہودی اپنے گھروں اور قلعوں میں پھپک گئے۔

حضور اقدس نے یہ پستندہ فرمایا کہ ان کے گھروں اور قلعوں میں ان سے لڑائی ہو۔
 اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی، آپ کی مدد کی، چنانچہ آپ نے ان کے ارد گرد کے
 لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے مکانات گرا دیں اور باغات کو کاٹ دیں اور آگ لگا دیں۔ اس طرح
 اللہ تعالیٰ نے ان کی اور منافقوں کی دست درازی سے آپ کو بچایا۔ منافق ان کی مدد کو
 نہ آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے دل میں رعب ڈال دیا۔

بعد ازاں یہودی ان قریبی مکانات میں چلے گئے جو منہدم ہونے سے بچ گئے تھے۔
 اللہ تعالیٰ نے ان کو مرعوب کر دیا اور اپنے مکانوں کو خود ہی منہدم کر دیا اور وہ آپ کے
 خلاف فوج کشی نہ کر سکے۔ وہ جس جس محلے آبادی کا رخ کرتے تھے یہی سلوک ان کے ساتھ
 ہوتا۔ آخری مرحلے میں جو آبادی رہ گئی اس میں آکر وہ منافقین کی امداد کا انتظار کرنے لگے
 لیکن مایوس ہو گئے تو حضور اقدس سے فریاد کی۔ آپ نے رحم فرماتے ہوئے جلاوطنی کی اجازت
 دے دی اور فرمایا کہ جتنا سامان ایک اونٹ لے جا سکے وہ لے جاؤ۔ ہاں ہتھیار وغیرہ کی اجازت
 نہیں۔

اس طرح وہ ہر جگہ سے اور ہر مقام سے جاتے شروع ہو گئے اور بنو ابی الحقیق کے پاس
 پہنچے۔ منع کرنے کے باوصف وہ اپنے ساتھ بہت سے چاندی وغیرہ کے برتن لے گئے
 جنہیں آپ نے اور آپ کے رفقا نے دیکھا۔ جیسی بن اخطب جب مکہ آیا تو اس نے قریش
 سے آپ کے خلاف استغاثہ کیا اور مدد طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام معاہدوں کا، جو
 ان کے، منافقین کے اور قریش کے مابین تھے، ذکر کر دیا اور بتلادیا۔ یہودی مسلمانوں کو

اُس وقت عار دلتے جب وہ مکان گوارا رہے تھے اور باغ کاٹ رہے تھے کہ تم درختوں کو کاٹتے ہو حالانکہ درختوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اس کے باوصف تمہیں مصلح ہونے کا دعویٰ ہے اس پر ارشاد ہوا۔

سَبِّحْ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝
هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ
مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَخْرُجُوْا وَظَنُّوْا اَنْهُمْ مَّا نَعْتَهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِنَ اللّٰهِ
فَاَنَّهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِي قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ
يُخْرِبُوْنَ بَنِيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمَوْمِنِيْنَ ۚ فَاَعْتَبِرُوْا يَا اُولِيَ الْاَبْصٰرِ
ۙ لَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلٰءَ لَعَذَّبَهُمُ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
عَذَابٌ اَلَدٌّ ۚ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ فَانِ
اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمْوهَا قَائِمَةً عَلٰٓى اَصْوَابِهَا
فَيَاۤذُنِ اللّٰهِ وَلِيُخْرِجَیْ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الحشر، ا تا ۵)

اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ وہی ہے جس نے نکال دیا اُن کو جو منکر ہیں کتاب والوں میں اُن کے گھروں سے پہلے ہی اجتماع پر لشکر کے، تم نہ گمان کرتے تھے کہ نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ اُن کو بچالیں گے اُن کے قلعے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے، پھر پہنچا اُن پر اللہ تعالیٰ جہاں سے اُن کو خیال (ملک) نہ تھا اور قاتل دی اُن کے دلوں میں دھماک، اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، سو عبرت پکڑو اسے آنکھ والو اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلا وطن ہوتا تو اُن کو عذاب دیتا دیتا میں اور آخرت میں ہے اُن کے لیے آگ کا عذاب۔

یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اُس کے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ سے تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔ جو کاٹ ڈالا تم نے

کھجور کا درخت یا رب سے دیا کھڑا اپنی جر پر، سوال اللہ کے حکم سے اور تاکہ رسوا کرے
نافرانوں کو۔ پھر اس کے نتیجے میں جو ملا اُس کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے رسول کے
لیے عطیہ قرار دیا، نہ کہ کسی دوسرے کے لیے، ارشاد ہے :

وَمَا آفَاغُ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا ذِكَابٍ
مَنْ لِكُلِّ اللَّهِ سُلْطَانٌ عَلَى مَنْ يَشَاءُ عِزُّ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الحشر: ۶)

اور جو مال کہ لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول کو اُن سے، سو تم نے نہیں دوڑائے اُس
پر گھوڑے اور تہ اونٹ، لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسول کو جس پر چاہے اور
اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مال کو تقسیم کر دیا مہاجرین اولین پر، جن کے
سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور انصار میں سے دو حضرات سماک بن اوس بن خرشہ
(الودجانہ) اور سہل بن احنف کو بھی دیا۔ اہل سیرت کا خیال ہے کہ آپ نے سعد بن معاذ
سیف بن ابی الحقیق کو بھی اس سے مال عطا فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

غزوہ اُحد ۳۲ھ

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھا اور فرمایا :
کہ میری تلوار (ذوالفقار) (البرجیل کی تلوار جو بدر میں غنیمت کے طور پر ملی اور رسول محترم
کے پاس رہی) اپنی نیام سمیت ٹوٹ گئی ہے، اور یہ کہ میں نے دیکھا کہ ایک گلے ذبح کی جارہا
ہے۔ اس سے آگے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ :

رسول اکرم اُحد کے موقع پر مدینہ میں ہی قیام کر کے مقابلہ کرنے کے حق میں تھے۔ لیکن
بہت سے حضرات باہر جا کر مقابلہ چاہتے تھے۔ اگر لوگ حضور اکرم کے ارشاد و حکم کے مطابق
رہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن ان پر تقدیر غالب آچکی تھی۔ باہر جا کر مقابلے کے سلسلے
میں سب سے زیادہ ان کی خواہش تھی جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور اہل بدر کے سلسلے میں جو
فضیلت ان کے کان میں پڑی، اُس نے اُس کا شوق بڑھا دیا تھا۔

مضروبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھائی، خطبے میں لوگوں کو نصیحت سے نوازا، انھیں جہد و سعی کی تلقین کی۔ خطبہ و نماز سے فراغت پر جنگی لباس پہن کر لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ اس کیفیت کو اصحابِ رائے حضرات نے دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ نے ہمیں مدینہ میں ہی رکے کا فرمایا تھا۔ اگر یہاں دشمن حملہ آور ہو تو اس کا ہمیں رہ کر مقابلہ ہو۔ رسولِ محترم اللہ تعالیٰ کے منشا کو زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔ آپ کے پاس آسمان سے وحی بھی آتی ہے، ہم نے آپ کو اس طرح باہر جانے پر توجہ دلائی۔ اس لیے اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کے مطابق مدینے میں قیام نہ کر لیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ جیب جنگی لباس پہن لے اور لوگوں کو دشمن کی طرف نکلنے کا حکم دے دے تو وہ قتال کیے بغیر لوٹے۔ میں نے تمہیں ایک بات کہی، تم نے نکلنے ہی کا تقاضہ کیا۔ اب تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ دشمن سے تمہاری ملاقات ہو اور امن سامنا ہو تو تقویٰ اور صبر سے کام لینا اور یاد رکھو کہ جس بات کا تمہیں حکم دوں اس پر عمل کرو۔ یہ فرما کر آپ مسلمانوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی واپسی

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتیٰ کہ آپ احد پہنچ گئے تو عبد اللہ بن ابی تین سو آدمیوں سمیت واپس آگیا اب آپ کے ساتھ سات سو حضرات باقی رہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال درجہ استقامت

حضرت عروہ بن زبیر سلام اللہ تعالیٰ علیہما ورضوانہ فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی کمال درجے استقامت اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کیا۔ مالک بن زبیر نے رسولِ محترم علیہ السلام پر تیر اندازی کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ ورضوانہ نے اپنے ہاتھ کو رسولِ محترم کے لیے ڈھال بنالیا۔ تیر آپ کی چھٹکی کو لگا جس سے وہ شل ہو گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحابہ کا

ابی بن خلف کو قتل کرنا

حضرت عروہ بن زبیر سلام اللہ تعالیٰ علیہما ورضوانہ فرماتے ہیں، ابی بن خلف نے مکہ میں قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور قتل کرے گا۔ اس کے حلف کا رسول مجرم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ”اللہ نے چاہا تو میں اسے قتل کروں گا۔“ وہ سب کے سب لڑنے لوہے میں غرق آیا اور کہنے لگا کہ ”اگر آج محمد بچ گئے تو میری خیر نہیں۔“

وہ مسلسل حضور اکرم پر حملہ آور ہو کر آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنو عبد الدار کے عزیز) حضور اکرم کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ ان سے اس کا سامنا ہوا، وہ شہید ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابی بن خلف کی زرہ اور فولادی ٹوپی کے مضبوط لوہے کے لباس میں سے ٹھوڑی کے نیچے کی ہڈی ننگی دیکھی تو اپنے چھوٹے نیزے کو وہاں تاک کر مارا، باوجودیکہ کسی قسم کا خون نہ نکلا تھا لیکن وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اپنے رفقا کے پاس لڑھکتا ہوا آیا۔ انھوں نے اسے سہارا دیا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ بیل کی طرح آوازیں نکال رہا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ آخر تو اس قدر جزع فزع کیوں کر رہا ہے، یہ تو برائے نام خراش ہے۔ اس نے انھیں بتلایا کہ محمد (ﷺ) نے مجھے قتل کرنے کا کہا تھا۔ اس کے بعد کہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرے ساتھ قذالمجاز کے بھی لوگ ہوتے تو وہ بھی مر جاتے (گویا اسے رسول اکرم کی بات پر اتنا یقین تھا لیکن وائے محرومی کہ اسلام قبول نہ کیا) پس وہ اسی حالت میں مر گیا (ہلاکت و بربادی ہے دوزخیوں کے لیے)

سید الشہداءؑ اَسَدُ اللہ وَاَسَدُ رَسولہ

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رونا

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدودِ مدینہ میں داخل ہوئے تو ہر گھر میں نوحہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ انصار کی عورتیں ہیں جو اپنے شہدا پر رورہی ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا میرے چچا حمزہ، تو ان پر کوئی رونے والا نہیں، سنا تھا ہی ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ یہ دردناک صدا حضرت سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل اور عبداللہ بن رواحہ نے سنی تو اپنے گھروں میں گئے اور تمام رونے والیاں جو مدینے میں تھیں انھیں جمع کر کے کہا۔

واللہ! انصار کے شہدا کو اس وقت تک مت روؤ جب تک رسولِ محترم کے چچا پر نہ ردو، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ اُن کے چچا پر مدینے میں کوئی رونے والی نہیں۔ خیال یہ ہے کہ رونے والی عورتیں حضرت عبداللہ بن رواحہ لے کر آئے۔ حضورِ اکرم نے اسی کوٹنا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ کو بتلایا گیا کہ انصار نے اپنی خواتین کو یہ نصیحت کی ہے۔ آپ نے ان سب کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے حق میں کلماتِ خیر فرمائے اور ارشاد فرمایا: میرا مقصد یہ نہ تھا اور نہ ہی مجھے رونا پسند ہے۔ اس کے بعد اس سے مستقلاً منع کر دیا حضرت عروہ بن زبیر سے بھی بالکل اسی طرح کی روایت ہے۔

احد کے بعض شہدا کے اسمائے گرامیؑ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احد کے شہدا میں سے لیے حضرات کا ذکر کیا ہے جو بدر میں بھی شریک تھے۔ ان کا ذکر یہاں ہوگا، باقی حضرات کا آئندہ ذکر ہوگا۔

۱: اوس بن المنذر الانصاری البخاری

۲: ایاس بن اوس الانصاری (بنو معاویہ بن عمرو)

غزوہ حمراء الاسد ۲۶

یہ مقام مدینہ منورہ سے ۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ احد سے صرف ایک دن بعد ۱۵ اشوال ۳ھ کو یہ واقعہ پیش آیا۔ چونکہ مسلمانوں کو احد کی جنگ میں شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس لیے بعض کفار قریش کا خیال تھا کہ مسلمان شدید ابتلا کا شکار ہوئے ہیں تو واپس پلٹ کر مدینہ منورہ میں ان پر کاری ضرب لگائی جائے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں شیر دل مسلمانوں کو لے کر نکلے تاکہ کافروں کو احساس ہو جائے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ہمت سے نوازا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ احد سے واپسی پر ایک شخص جو اہل مکہ سے تعلق رکھتا تھا، آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے ایوسفیان اور اس کے رفقاء کے متعلق پوچھا تو اس نے بتلایا کہ میں ان کے پاس ٹھہرا تو وہ ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مسلمان اُس وقت شدید پریشانی کا شکار تھے، آخر تم نے ان کا قلع قمع کیوں نہ کیا؟ اس شخص کے بقول وہ سب دوبارہ واپسی کا ارادہ کر رہے تھے۔

یہ سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دشمن اس قسم کے منصوبے گانٹھ رہا ہے، اس کے تعاقب میں نکلو۔ شدید زخموں کے باوجود صحابہ کرام نے ایثار کا مظاہرہ کیا اور چل نکلے۔ رسولِ مکرم کی ہدایت تھی کہ شرمکٹے احد کے علاوہ کوئی میرے ساتھ نہ چلے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المتافقین نے ہر چند چلنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے بالکل اجازت نہ دی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس شدید تکلیف کے باوصف جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی فرماں برداری کا راستہ اختیار کیا اور چل نکلے، اس کا ذکر اللہ رب العزت نے اس طرح کیا:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا آصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط
لَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴۳﴾ (آل عمران ۱۴۳)

جن لوگوں نے حکم مآتا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم

جوان میں نیک ہیں اور پرہیزگار، اُن کو ثواب بڑا ہے۔

تاہم آپ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو شرکائے احد میں سے تھے، مدینہ قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ ان کے والد احد کے غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی بہنیں بہت تھیں، گھر میں کوئی مرد نہ تھا، والد کی نصیحت تھی کہ حتیٰ الوسع مدینہ میں رہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمراء الاسد تک دشمن کا تعاقب کیا۔ حضرت عروہ بن الزبیر سے دوسری روایت بھی بالکل اسی طرح ہے۔

بعث الرجع ۲۷

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ خبیب بن عدی بن عبد اللہ الانصاری (بنو عمرو بن عوف) عاصم بن ثابت بن ابی الملقح بن عمرو بن عوف اور زید بن الدثنہ الانصاری (بنو سیاضہ) کا معاملہ یہ ہے کہ انھیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں بھیجا تاکہ وہاں سے قریش کے حالات کی خبر لائیں، یہ حضرات نجد کی پٹی کے راستے گئے، جب ”الرجع“ نامی مقام پر پہنچے تو قبیلہ ہزیل کی شاخ بنو لحیان نے انھیں آلیا، حضرت عاصم بن ثابت الانصاری کو تلوار مار کر شہید کر دیا۔

ان بد بختوں کی خواہش تھی کہ ان کا سر کاٹ کر مشرکیں کے پاس بھیج دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی کھینوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ ان کے چہروں پر اڑنے لگیں اور انھوں نے انھیں بری طرح کاٹ لیا اور ڈس لیا اور اس بات کے درمیان حائل ہو گئیں کہ وہ سر کاٹ سکیں۔ حضرت خبیب اور زید بن دثنہ پہاڑ پر چڑھ گئے، ان لوگوں کا ان تک پہنچنا ممکن نہ رہا تو انھوں نے بہت ہی زوردار عہد و پیمان کر کے ان کے نیچے اترنے کی سبیل کی اور جو تھی وہ اترے انھیں مضبوطی سے باندھ لیا اور مکہ لے جا کر انھیں قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔

حضرت خبیب کو عقبہ بن الحرث نے خریدا۔ اس کے ساتھ ابواہاب بن عزیز بن قیس بن سوید بن ربیعہ بن عدس بن عبد اللہ بن دارم شریک تھا۔ قیس بن سوید بن ربیعہ، عامر بن نوفل کا ماں شریک بھائی تھا۔ ان کی ماں کا نام بنت تمشل یتیمہ تھا، انھوں نے ابو عبید بن الحکیم السلمی امیر بن ابی عقبہ (بنو دارم) بنو الحضرمی، وسیعہ بن عبد اللہ بن ابی قیس (بنو عامر)

صفوان بن امیہ نے مل کر منصوبہ بنا لیا اور انھیں قید کر دیا۔ قید کے لیے عقبہ بن حارث کا گھر تجویز ہوا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ قید رہے۔ آل عقبہ کی ایک عورت ان کی بیڑیاں ڈھیلی کرتی اور انھیں کھانا وغیرہ کھلاتی۔ آپ نے اس خاتون سے کہا کہ جب لوگ میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے اس سے قبل مطلع کر دینا۔ چنانچہ انھوں نے قتل کا فیصلہ کیا تو اس عورت نے انھیں مطلع کر دیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ مجھے استرا فراہم کر دو تاکہ میں حجامت کا اہتمام کروں اور پاک صاف ہو جاؤں۔ اس عورت نے انھیں استرا فراہم کر دیا تو آپ نے اس کا لڑکا پکڑ لیا، اسے پیار کیا اور فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی مجھے طاقت نہیں دی کہ میں اس استرے سے اس کا کام تمام کر دوں۔ وہ عورت آپ کی نیکی سے اس حد تک متاثر تھی کہ اس نے کہا کہ میں آپ سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ آپ نے استرا اس کے سپرد کر دیا اور فرمایا یہ تو محض دل لگی تھی (کمال درجہ جو وصلہ ہے کہ موت سر پہ ہے لیکن پروا نہیں) بہر حال جو لوگ ان کی خریداری میں شریک تھے وہ اور اہل مکہ کی ایک بڑی تعداد انھیں تنعیم میں لے گئی ایک لکڑی پاس تھی۔ تنعیم میں آپ کو پھانسی دینے کی غرض سے اس لکڑی کو گاڑا۔ عقبہ بن الحرث کو قتل کا ذمہ دار بنایا گیا، حرث بن عامر جس کے بدلے انھیں قتل کیا گیا وہ بدر کے میدان میں مارا گیا تھا۔

حضرت خبیب نے ۲ رکعت نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے بیڑیاں کھول دیں۔ انھوں نے مختصر ۲ رکعت ادا کیں اور فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم کہو گے کہ موت سے ڈر گیا تو میں طویل رکعتیں پڑھتا لیکن اس خدشے سے میں نے مختصر رکعت ادا کیں۔ اس موقع پر انھوں نے رب العزت کے حضور عرض کیا۔

”اے اللہ ہر طرف دشمن کے چہرے ہیں۔ میرا پیغام تیرے رسول تک

پہنچانے والا کوئی نہیں تو میرا سلام ان تک پہنچانے کی تدبیر کر۔“

اسی وقت حضرت جبریل امین نے حضور اقدس کی خدمت میں ان کا سلام پہنچایا۔

حضرت خبیب کو جب لکڑی پر سولی کے لیے اٹھانے لگے تو انھوں نے عرض کیا:

”اے اللہ ان میں سے ایک ایک کو شمار اور گنتی میں رکھ، ان کو الگ الگ

کر کے قتل کر اور یہ حالات پیدا کر کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے ۔
 آپ کو ان مشرکین کے لڑکوں نے قتل کیا جو بدر میں مارے گئے تھے ۔ جب انھوں نے اپنے
 ہتھیار سنبھال لیے تو سولی پر چڑھے ہوئے خبیب کو انھوں نے پکار کر کہا کہ تجھے یہ پسند
 ہے کہ یہاں تیری جگہ محمد ہوں ؟ حضرت خبیب نے فرمایا ۔ واللہ العظیم میرے بدلے اُنھیں
 ایک کانٹا پیسے ، مجھے یہ بھی گوارا نہیں ۔ اس پر وہ نامراد ہنس پڑے ۔ حضرت خبیب نے سولی
 پر چڑھتے چڑھتے پڑھا ۔

لقد جمع الاحزاب حولی والیو	قبائلہم واستجمعوا کل مبع
وقد جمعوا ابناءہم ونساءہم	وقربت من جذع طویل ممنع
الی اللہ اشکو عن بتی ثم کربتی	وما اصد الاحزاب لی عند مصرعی
فذا العرش جہانی علی ما یواد بی	فقد یضعوا لحمی وقد بان مطعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشأ	یبارک علی اوصال شلو ممزع
لعمری ما احفل اذا مت مسلما	علی اسی حال کان للہ مضجعی

بہت سے گروہ میرے ارد گرد جمع ہیں ، ان کے قبائل شرا انگیزی پر اترے ہوئے ہیں اور
 مجمع جمع ہے ، ان کے بیٹے اور ان کی عورتیں تک جمع ہیں اور کھجور کے ایک طویل تنے کے قریب
 اکٹھے ہیں جو بہت مضبوط ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہی میں اپنی عزت و بیگانگی اور اپنے
 کرب و تکلیف کا شکوہ کر سکتا ہوں ، جب کہ مختلف گروہ میرے پچھاڑنے کے لیے گھات
 میں بیٹھے ہیں ۔

عرش والے مالک حقیقی نے اس تکلیف دہ صورت پر جو وہ لوگ میرے معاملے میں
 روا رکھے ہوئے ہیں ، مجھے اجر سے نوازا ۔ انھوں نے میرے گوشت کو چر کے لگائے اور نشتر
 مارے اور میرے معاملے میں طمع کی کیفیت ظاہر ہو گئی ۔ اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے ۔ یہ سب
 اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجے میں ہے اور وہ ذات پاک چاہے ہر کٹے ہوئے اور زخمی جوڑ
 کو یا برکت بنادے ۔ مجھے اپنی عمر عزیزہ کی قسم جب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی
 حالت میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں تو مجھے اس کی مطلق پروا نہیں کہ میں کس حال میں ہوں

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے میرا پہلو کے بل لٹایا جاتا ۔

حضرت زید بن وثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا۔ اُس نے انہیں اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کیا ۔ قتل کا کام نسطاس نے کیا جو بنو جحج کا غلام تھا، انہیں بھی تنعیم میں قتل کیا گیا ۔ حضرت خبیب کو عمرو بن امیہ نے دفن کیا ۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہا :

ولیت خبیبا لم یخنه ذمامہ ولیت خبیبا کان بالقوم عالما
شراک زہیر بن الاغر وجامع وکانا قد یما یوکیان المہاسما
اجہ تم فلما اُن اجہ تم غد دتم وکنتم باکساف الرجیع لہانرما
اے کاش کہ خبیب کے کیفیل ان سے خیانت نہ کرتے ۔ اے کاش خبیب قوم کے حالات سے باخبر ہو جاتے ۔ زہیر بن الاغر ان کے شریک سفر اور ہمراہ تھے اور وہ دونوں قدیم عرصے سے مشکلات و مصائب کی دُنیا کے شہ سوار تھے ۔ تمہیں ایسے انداز سے اجڑ دیا گیا کہ تم تنہا رہ گئے اور تم ”رجیع“ کی دادیوں میں دشمن کو شکست دینے والے تھے ۔

غزوہ بدر معونہ ۳۸

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت حرام ابن لیحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر لے کر اپنے رفقا سمیت عامر ابن طفیل کے پاس آئے ۔ اُس کے قبیلے کے دوسرے سردار بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے اُس تحریر کو پڑھنے کے بجائے عامر کو بھڑکایا اور اُس نے حضرت حرام کو قتل کر دیا ۔ اُنھوں نے ان کے خلاف بنو عامر کو بہت کچھ کہا لیکن اُنھوں نے پروا نہ کی ۔ عمار ابن مالک المعروف ابو براء قوم کی طرف نجد چلا گیا تھا۔ اور اُن کو اطلاع دی تھی کہ اُس نے محمد کے ساتھیوں کو امان دی ہے اس لیے اُن سے تعزّض نہ کیا جائے، لیکن اُنھوں نے کہا کہ ابو براء کی پناہ کا کوئی اعتبار نہیں ۔ اور بنو عامر نے ابن طفیل کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا ۔ جب بنو عامر نے انکار کر دیا تو اُس نے دوسرے قبائل کے لوگوں سے مدد طلب کی جس میں بنو سلیم، بنو عصبہ اور

بنور علا شامل تھے وہ اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔

عامر ابن طفیل نے کہا میں نے قسم کھائی تھی کہ میں تنہا ان کا سامنا نہیں کروں گا۔ اس لیے تم اُس کے پیچھے چلو تاکہ قوم کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور اپنے ساتھی کی مدد کر کے اُس کی رفاقت میں سامنا کرو۔ چنانچہ ان کی قوم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ منذر اُن کے ساتھ تھے تو بنو عامر نے قوم کے ساتھ اُن کو گھیر لیا اور لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہید کر دیے گئے اور منذر ابن عمرو باقی رہ گئے۔ اُنھوں نے ان سے کہا آپ پسند کریں تو ہم آپ کو امن دے دیں۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک اُس جگہ نہ پہنچ جائیں جو مقتل حرام ہے اُس وقت ایسا ممکن نہیں اُس کے بعد میرے معالے میں تمھاری پناہ کا قصہ ختم ہو جائے گا۔ پس اُنھوں نے مقتل حرام تک پہنچنے تک اُنھیں امن دے دیا۔ پھر وہ اُن کی پناہ سے بری الذمہ ہو گئے بلکہ اُن کے ساتھ لڑائی کی حتیٰ کہ وہ قتل ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مارنے کے لیے اُس کی گردن پکڑی جائے گی۔ حارث ابن صہمہ اور عمرو ابن اُمیہ سرح نامی مقام میں آئے۔ اُنھوں نے اپنی قیام گاہ کے قریب جانوروں کے پر سے دیکھے تو کہا اللہ کی قسم ہمارے احباب مادیے گئے۔ اللہ کی قسم ہمارے احباب نہیں مارے گئے بلکہ اہل نجد مادیے گئے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ ان کے ساتھی شہید پڑے تھے اور گھوڑے ویسے ہی کھڑے تھے۔ حارث نے عمرو سے کہا اب کیا خیال ہے۔ اُنھوں نے کہا میری خواہش ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچوں اور آپ کو حالات سے باخبر کروں۔ حارث نے کہا جس جگہ منذر قتل کیے گئے اُس سے دُور ہونا مناسب نہیں۔ پھر ان دونوں کا لوگوں سے اُمتنا سامنا ہو گیا تو اُنھوں نے اُن میں سے دو کو قتل کر دیا۔ دشمنوں نے اُنھیں پکڑ کر قیدی بنالیا اور عمرو ابن اُمیہ کو بھی قیدی بنالیا۔ دشمنوں نے حارث سے پوچھا ہم تجھے قتل نہیں کرنا چاہتے، تو خود بتا ہم تیرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ حضرت حارث نے کہا مجھے اُس جگہ پہنچا دو جہاں منذر اور حرام پچھاڑے گئے۔ پھر تم مجھ سے بری الذمہ ہو۔

اُنھوں نے کہا ٹھیک ہے ہم ایسا کر دیتے ہیں اور اُنھوں نے اُن کو پہنچا دیا۔ اُس وقت حارث دشمنوں پر چڑھ دڑے حتیٰ کہ ان میں سے دو کو ٹھکانے لگا دیا اور پھر خود شہید ہو گئے۔

دشمنوں نے اُنھیں نیزے مار مار کر شہید کر دیا۔ عامر ابن طفیل نے اپنے قیدی عامر ابن امیہ سے کہا کہ میری ماں کے ذمے ایک غلام کا معاملہ ہے، اس لیے تو آزاد ہے۔

عامر ابن طفیل نے عامر ابن امیہ سے کہا کیا تو اپنے ساتھیوں کو جانتا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا کیا اُن میں سے کوئی گم ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر ابن فہیرہ گم ہیں۔ اُس نے کہا وہ کیسے آدمی تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ وہ بہت بھلے اور ہمارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ اس نے کہا کیا میں تمہیں اُن کے متعلق بتلاؤں اور ساتھ ہی ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اس نے اپنے نیزے سے اُنھیں مارا تھا اور جب اس نے نیزہ کھینچا ایک شخص آسمان کی بلندیوں میں لے جایا گیا اور پھر زمین پر ہم نے اُس کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا وہی عامر ابن فہیرہ تھے۔ جس شخص نے اُنھیں شہید کیا وہ قبیلہ بنو کلاب کا ایک فرد تھا جس کا نام جبار ابن سلمی تھا۔ اُس کا کہنا ہے کہ جب اُس نے اُنھیں نیزہ مارا تو میں نے سنا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے۔ اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا اس کا کیا مقصد ہے۔ پھر میں ضحاک ابن سفیان کلانی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مقصد ہے۔ اُس نے بتلایا کہ اس سے مراد جنت ہے اور اُس نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ پس میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت عامر ابن فہیرہ کا آسمانوں پر اُٹھایا جانا اور اُن کا مجھے اسلام کی دعوت دینا اس جیسا منظر میں نے نہیں دیکھا۔ پھر ضحاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے مسلمان ہو جانے اور جو کچھ میں نے حضرت عامر کے متعلق دیکھا تھا اس کے بارے میں اطلاع دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں نے اس کے جسم کو بے حرمتی کے پیش نظر چھپایا اور اسے بلندیوں تک لے گئے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیر معونہ کے المناک حادثے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ابو براء عمرو دکا کا کارنامہ ہے اور میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر

آپ صبح کی نمازیں قاتلوں کے خلاف مسلسل بددعا کرتے رہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایسا پندرہ دن ہوا، اور بعض نے کہا کہ چالیس دن ہوا۔ صبح کی نمازیں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ہر دعا کی۔

اللّٰهُمَّ اشدّ دوطاً ثلث علی مضر، اللّٰهُمَّ علیک یٰ بنی لُحیان وعضل
والقارۃ اللّٰهُمَّ انج الولید بن الولید، وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن
ابی ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین، غفار غفر اللّٰہ لہا واسلم
سالمہا اللّٰہ۔

”اے اللہ مضر والوں کو روند ڈال۔ اے الہ بنو لحيان، عضل اور القارہ

کو برباد کر دے۔ ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ اور کثر مسلمانوں

کو نجات عطا فرما، غفار والوں کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامتی عطا فرما۔

اس کے بعد آپ سجدہ فرماتے، بعد میں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْأَمْرِ شَیْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ

ظَلُمُونَ ۝ (آل عمران: آیت ۱۲۸)

تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے اللہ تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے

کہ وہ ناحق پر ہیں۔

حضرت انس بن مالک عرض کرتے ہیں! اے اللہ انصار کے ستر حضرات برّ معونہ

کے دن شہید ہو گئے۔

حضرت ابوسعید الخدری روایت کرتے ہیں کہ کئی مقامات پر انصار کے ستر ستر حضرات

شہید ہو گئے (گو بعض مقامات پر ان میں مہاجرین بھی تھے لیکن اکثریت مراد ہے اور برّ معونہ

میں تو سب یہی تھے) احد، برّ معونہ، یمامہ کے دن اور حیرانی عبیدہ کے دن، لیکن حضور اقدس

کو جو صدمہ برّ معونہ کے شہداء پر ہوا وہ کسی اور موقع پر نہیں ہوا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں قرآن نازل کیا، یہاں تک کہ ہم ان سے

نقل کرتے تھے۔

واقفی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ شہداء بہرہ معونہ نے کہا اور ایسے وقت جب وہ موت کے منہ میں تھے کہ ”ہماری قوم کو ہمارا پیغام پہنچا دینا کہ ہماری اپنے رب سے ملاقات ہو گئی ہے۔ وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔“

حضرت عروہ سے ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت عروہ بن صلت کو امان دینے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ بنو عامر سے ان کی دوستی رہ چکی تھی لیکن (اپنے احباب سے الگ) انھوں نے اسے قبول نہ کیا حتیٰ کہ ان کی قوم بنو سلیم تک نے اس کی خواہش کی لیکن وہ نہ مانے اور فرمانے لگے کہ ”تمہاری امان مجھے قبول نہیں اور جہاں میرے رفقا شہید کیے گئے وہاں زندگی کی مجھے کوئی خواہش نہیں۔“ اور جب انھیں گھیرا گیا تو انھوں نے عرض کیا۔ ”اے اللہ! یہاں کوئی نہایت جو تیرے رسول کو میرا سلام پہنچا دے، پس تو یہ کام کر دے۔“ تو جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو فوراً مطلع کیا۔

بہرہ معونہ کے بعض شہداء

- ۱ : اوس بن معاذ بن اوس الانصاری ۔
- ۲ : الحکم بن کیسان المخزومی الانصاری ۔
- ۳ : الحارث بن الصمہ الانصاری ۔
- ۴ : سہل بن عمرو بن ثقیب الانصاری ۔
- ۵ : عامر بن فیرہ القرشی التیمی ————— رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عروہ بدر الآخرہ ۲۹

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے وعدہ کی جگہ بھیجا، جب کہ متافق لوگوں کو روکنے میں سرگرم عمل تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامت رکھا اور مسلمان حضور اقدس کی معیت میں بدر کی طرف تشریف لے گئے۔ انھوں نے سرمایہ اور پونجی ہمراہ لے لی اور کہا کہ ابوسفیان سے مڈبھیر ہو گئی تو ٹھیک ورنہ

بدر کے موسمی بازار اور منڈی میں تجارت کر لیں گے ۔

غزوہ الخندق یا الاحزابؓ

حضرت عروہ کے بقول حضور اقدس اور آپ کے رفقاء پر پھر ایک بار مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ ابتلا و آزمائش کا سلسلہ دراز ہو گیا، حتیٰ کہ بعض منافقین جو حضور اقدس کی معاذ اللہ رسوائی کے خواہاں تھے وہ کہنے لگے کہ اسے شہر والو! یہاں تمہارے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں اس لیے یہاں سے نکل جاؤ ۔

خندق کی کھدائی کے دوران ایک چٹان کا قصہؓ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے کہ ایک چٹان بڑی مشکل کا باعث بن گئی، سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی تھے۔ آپ نے میری کیفیت اور اس چٹان کی شدت کو دیکھا تو کدال میرے ہاتھ سے لے لی اور ایک زوردار وار کیا، کدال کے نیچے سے چمک محسوس ہوئی، تین بار ایسے ہی ہوا کہ آپ نے کدال ماری اور چمک پیدا ہوئی ۔ حضرت سلمان نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ آپ نے جب کدال ماری تو چمک نظر آئی، اس کا سبب اور یہ کیا چیز ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان تم نے اسے دیکھا؟

حضرت سلمان نے عرض کیا، جی ہاں ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی ضرب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یمن کی فتح کا باب کھولا، دوسری سے شام اور مغرب کے علاقے کی فتح کا دروازہ دیا کیا جب کہ تیسری کے ذریعے مشرق کی فتوحات کا دروازہ کھولا ۔

غزوہ بنی قریظہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھوکہ رہے تھے کہ جبریل امین اپنے گھوڑے پر تشریف لائے اور جنازہ پڑھانے کی جگہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے حضور اقدس تشریف

لئے تو جبریل امین نے عرض کیا، اللہ رب العزت آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ہتھیار اتار دیے، حضور نے فرمایا ہاں! جبریل نے فرمایا لیکن ہم نے ہتھیار نہیں اتارے اور اتاریں گے بھی نہیں جب تک آپ کے دشمن پر چڑھاؤ نہ کریں اور ان کے تعاقب میں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ انھیں شکست نہ دے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبریل کے چہرے پر غبار کے آثار تھے۔ آپ نے جبریل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا ہے، میں اپنے رفقا فرشتوں کے ساتھ ان ہی کی طرف جا رہا ہوں تاکہ ان کے مضبوط قلعے لرزہ بر اندام ہو جائیں، اس لیے آپ بھی لوگوں کو لے کر نکلیں۔ چنانچہ حضور اقدس، حضرت جبریل کے نشان ہائے قدم پر چل نکلے۔ بنو غنم کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ادھر کچھ گھڑ سوار گزرے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں ابھی حضرت وحید الکلبی اپنے سفید گھوڑے پر گزرے ہیں۔ ان کے گھوڑے کی زین ریشم کے ٹکڑے کی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بتلایا کہ وہ تو جبریل امین تھے۔ حضرت وحید الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل و شبہت میں حضرت جبریل کا رسول اکرم کے پاس آنا ہوتا۔ ہر حال آپ نے فرمایا بنو قریظہ کے علاقے میں مجھے آکر ملو اور وہاں آکر عصر کی نماز پڑھو۔ چنانچہ وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو جن مسلمانوں کا منظور تھا، انھوں نے اس میں شرکت کی۔ یہ حضرات بنو قریظہ کی طرف چل کھڑے ہوئے لیکن ابھی راستے میں ہی تھے کہ عصر کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگا، اس لیے انھوں نے نماز کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ بعض حضرات کا کہنا تھا کہ رسول اکرم نے فرمایا تھا کہ نماز بنو قریظہ کے علاقے میں آکر پڑھو، جب کہ بعض دوسرے کہتے تھے بھائی یہ عصر کی نماز ہے اور وقت جا رہا ہے۔ خیر بعض نے نماز پڑھ لی بعض چلتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے بنو قریظہ کے محلوں میں غروب شمس کے بعد عصر کی نماز ادا کی۔ اس نماز کے متعلق حضور اقدس سے ذکر ہوا تو آپ نے دونوں گروہوں میں سے کسی پر نکتہ چینی نہیں کی۔ حضرت علی اسی اثنا میں آپ سے ملے اور واپسی کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ کو اذیت دینے کی اللہ تعالیٰ ہی انھیں سزا دے گا۔ دراصل حضرت علی نے ان

ہر بختوں کی زبان سے آپ اور آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق بعض نازیبا باتیں سنی تھیں لیکن وہ انھیں حضور اقدس کے سامنے بیان کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ حضور اکرم نے ان سے پوچھا علی، تم واپسی کی بات کیوں کر رہے ہو؟ لیکن انھوں نے جو کچھ سنا تھا اسے چھپایا تو آپ نے خود فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ تم نے یہود سے میرے معاملے میں کوئی اذیت ناک جملہ سنا ہے، اس کی پروا نہ کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن مجھے دیکھ لیں گے تو ایسی بات نہ کریں گے جیسی آپ نے سنی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو چکے تھے، آپ نے ان کے رہنماؤں کے نام لے لے کر بلند آواز سے پکارا تاکہ وہ سُن لیں، اور فرمایا اے یہود کی جماعت، اے ان لوگوں کے برادرانِ توہیمانِ وقاپورا نہ کرنے کے سبب بندرِ مل کی شکل میں تبدیل ہو گئے، یقیناً اللہ رب العزت تمہارے لیے رسوائی کا فیصلہ فرما چکا ہے۔

حضور اقدس نے مسلمان شہسواروں کے دستوں کے ساتھ چند رات ان کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ احی بن اخطب کو بھی واپس لایا اور وہ بھی بنو قریظہ کے قلعے میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب جمادیا اور محاصرے سے پریشان ہو گئے تو ابولبابہ بن عبد اللہ نے ان کے نام کی دہائی دی۔ ایسا انھوں نے اس لیے کیا کہ یہ انصار کے حلیف تھے۔ لیکن حضرت ابولبابہ نے حضور اکرم کی اجازت کے بغیر ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ تاہم حضور اقدس نے اجازت دے دی تو ابولبابہ ان کے پاس گئے۔ انھوں نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے ابولبابہ یہ کیسا ہے جو تم دیکھ رہے ہو؟ اور ہمیں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں کیوں کہ ہم لڑائی کی توفیق نہیں رکھتے؟ حضرت ابولبابہ نے اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر اپنی انگلیوں کے اشارے سے انھیں بتلایا کہ ان کے قتل کا فیصلہ ہے۔ حضرت ابولبابہ واپس ہوئے تو ان کا ہاتھ گویا لڑھک سا گیا اور وہ سمجھے کہ وہ کسی ابتلا کا شکار ہو گئے ہیں اور کہنے لگے کہ میں حضور اقدس کے چہرہ اللہ کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ نہ کر لوں کہ میرے اندرونی راز سے وہی واقف ہے۔ اس لیے حضرت ابولبابہ واپس مدینہ چلے گئے اور ستر کے طور پر مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لیا۔ اہل سیرت کا گمان ہے کہ وہ بیس راتوں کے

لگ بھگ اس حال میں رہے (جب کہ جوامع السیرہ ص ۱۹۳ کے بقول چھدرات، بس نماز کے وقت کھولتے پھر اسی طرح ہو جاتے) ابولبابہ اس طرح غائب ہو گئے تو رسول اکرم نے پوچھا کہ ابولبابہ اپنے حلیوں سے فارغ نہیں ہوئے؟

لوگوں نے تفصیلات رسول اکرم کو بتلائی تو آپ نے فرمایا، میرے بعد وہ ابتلا کا شکار ہو گئے۔ اگر سیدھے میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا۔ اب جب کہ انھوں نے ان خود ایسا کیا ہے تو میں ان کی جگہ سے نہیں ہلاؤں گا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمائے۔ اُدھر حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو کی ایک رگ خندق کے دن تیر لگنے سے کٹ گئی تھی۔ خیال ہے کہ انھیں حبان بن قیس (یکے از بنو عامر بن لوی) نے یا ابواسامہ الجشمی نے تیر مارا تھا۔ حضرت سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ موت سے قبل بنو قریظہ کے معاملے میں مجھے اطمینان نصیب فرما۔ ان کے آنسو مجھے نہ تھے کہ رسول اکرم کھڑے ہوئے۔ بنو قریظہ نے درخواست کی کہ کسی حکم کو طے فرمائیں جو فیصلہ کر دے۔ حضور اقدس نے انہی کو اختیار دے دیا کہ میرے رفقاء میں سے کسی کو تجویز کر لو اور جو وہ فیصلہ کرے اس کو مان لو۔ انھوں نے حضرت سعد بن معاذ کو تجویز کیا تو حضور اقدس راضی ہو گئے۔ آپ نے ان سب کو اپنے اسلحہ سمیت ایک گھر میں جمع کرنے اور گویا قید کرنے کا حکم دیا حضرت اسامہ بن زید کے گھر کو اس مقصد کے لیے تجویز کیا (حافظ ابن حجر کی یہی روایت ہے جب کہ ابن اسحاق بنت الحارث کا گھر کہتے ہیں، حضرت جابر کی روایت کے مطابق دونوں گھروں میں یہ رکھے گئے تھے)

آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو بلا بھیجا تو وہ اپنے خچر پر تشریف لائے۔ تکلیف کے سبب ایک ایک چادر کے ساتھ انھیں خچر پر گانٹھ دے دی گئی تھی جب کہ بنو عبد اللہ شہل کا ایک شخص ساتھ ساتھ چلا آ رہا تھا جو بنو قریظہ کے معاملے میں گویا سفارش کر رہا تھا۔ وہ ان کے اخلاق، بے باک کے معاملات اور اس قسم کی چیزوں کا ذکر کر رہا تھا اور توہم دلا رہا تھا کہ ان بے چاروں نے آپ کو پسند کیا تھا اب آپ رحم کریں۔

آپ نے اس کی طرف کوئی توہم نہ دی حتیٰ کہ قریب آ گئے تو اس شخص نے کہا کہ میری ان

یا توں کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا ؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے معاملے میں کسی ملامت کرتے والے کی ملامت کی پروا نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ شخص الگ ہو گیا اور اپنی قوم کو آکر بتلایا کہ اس کی سعد کے ساتھ کیا باتیں ہوئی ہیں اور انھوں نے کیا کہا ہے۔ وہ مایوس تھا، حضرت سعد آگے بڑھے تو حضور اقدس نے فرمایا :

”اے سعد ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دو۔“

حضرت سعد نے فرمایا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے وہ لوگ جو لڑنے کے قابل ہیں انھیں قتل کر دیا جائے باقی قیدی بنا کر تقسیم کر دیے جائیں، ان کے مالی پر قبضہ کر لیا جائے اور بچے اور عورتیں قیدی بنالیے جائیں۔ حضرت رسول محترم نے فرمایا کہ سعد نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔ (اللہ تعالیٰ کی نشانی ہی تھی)

بعض حضرات نے کہا ہے کہ بنو قریظہ نے خود حضور اکرم کے حکم پر اتفاق کر لیا تھا لیکن آپ نے معاملہ حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد وہ گروہ درگروہ نکالے گئے اور انھیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے سردار حسیس بن اخطاب کو لایا گیا تو حضور اقدس نے اس سے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا نہیں کیا ؟ اس نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ آپ مجھ پر غالب آگئے اور میں اپنے معاملے میں آپ کو کوئی ملامت نہیں کرتا۔ چنانچہ حضور اقدس کے حکم پر کھلے بازار میں ”اجار الزیت“ پر اسے لایا گیا اور حضرت سعد کے سامنے اس کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماسؓ حضور اقدس کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ الزبیر یہودی میرے سپرد کر دیں، میں اس کو بدلہ دینا چاہتا ہوں کیوں کہ یعات کی جنگ کے سلسلے میں اس کا مجھ پر ایک احسان ہے۔ آپ نے ان کی درخواست مان لی۔

حضرت ثابت اس کے سامنے آئے اور فرمایا۔ اے ابو عبد الرحمن تم مجھے جانتے ہو ؟ اُس نے کہا ہاں اور کہا کہ کیا کوئی شخص اپنے بھائیوں کو بھی نہیں جانتا ؟ حضرت ثابت نے فرمایا، تم نے یعات کی جنگ کے سلسلے میں میرے ساتھ جو احسان کیا تھا میری خواہش ہے کہ میں اس کا بدلہ چکاؤں۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا، کیوں کہ شریف کے ساتھ ایسا

ہی سلوک کرتے ہیں۔ حضرت ثابت نے بتلایا کہ میں نے رسول اکرم سے درخواست کر کے
 تمہیں لے لیا ہے، تم اب آزاد ہو۔ زبیر یہودی نے کہا کہ میرے پاس کیا ہے۔ میری
 بیوی بچے تم نے لے لیے ہیں۔ حضرت ثابت نے حضور اقدس سے درخواست کر کے اس
 کے بیوی بچے واپس کر دیے۔ پھر اُس نے اپنے باغ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کی بوزی کا وہی
 ذریعہ ہے۔ حضرت ثابت نے حضور اقدس سے درخواست کر کے باغ بھی دلوادیا۔ اب حضرت
 ثابت نے اسے دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے تیرے اہل و عیال اور
 تیرا مال تیرے سپرد کر دیا ہے۔ اب تو مسلمان ہو جا تو حقیقی سلامتی تجھے حاصل ہو جائے گی۔ اس
 نے پوچھا کہ اس کی قوم کے لوگوں کا کیا ہوا؟ حضرت ثابت نے بتلایا کہ ان کا کام تمام ہو چکا،
 حضور اقدس فارغ ہو گئے، شاید کہ تیرے زندہ رہنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مفیر ہو۔
 زبیر نے کہا بعات کی بات پوری ہو گئی، میرا ایک دشمن تیرے پاس تھا، تو نے مجھے دے دیا
 لیکن اب میری قوم کے لوگ مارے گئے تو ان کے بعد زندگی میں کیا مزہ؟ یہ بات حضرت
 ثابت نے حضور اقدس سے عرض کی تو آپ نے الزبیر کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ قتل
 ہو گیا۔ ایک متصل روایت یہ ہے کہ حضرت سعد نے بات چیت کی، غم ناک انداز سے
 دُعا مانگی اور عرض کیا کہ ”اے آسمان وزمین کے رب! اس قوم سے بڑھ کر
 کوئی میرے نزدیک مبغوض نہیں، جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور اس کو نکلانے کی تدبیریں
 کیں، میرا خیال یہ ہے کہ ان کے اور ہمارے درمیان جنگ نہ ہوگی۔ ہاں اگر جنگ کا قصہ
 ہے تو مجھے صحت و ہمت دے کہ تیری رضا کے لیے ان سے لڑائی کر سکوں اور اگر تو اپنے
 کرم سے جنگ کا قضیہ ختم کر چکا ہے تو فیاضی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسی مکان اور اسی جگہ
 میری موت کا سامان کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی فیاضی سے اس طرح نوازا کہ وہ
 رات کو وہیں اونگھ رہے تھے اور لوگ ان کی موت سے ڈر رہے تھے اور پھر ایسا ہی ہوا
 کہ ان کے زخموں سے کسی قسم کا خون وغیرہ نہ نکلا لیکن وہ اپنے آقا و مولیٰ کے جوار میں
 پہنچ گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔

غزوہ المر یسبع کے دوران پیش آنے والا واقعہ

غزوہ مر یسبع، غزوہ بنی المصطلق کا دوسرا نام ہے۔ شعبان ۶ھ میں اس کا وقوع ہوا جب کہ بعض حضرات شعبان ۵ھ کہتے ہیں۔ (اس سلسلے میں تفصیلات امام بخاری نے کتاب المغازی میں، ابن ہشام نے سیرت ج ۳، ص ۲۹۲ میں، ابن عبد البر نے ص ۲۰۰ وغیرہ میں دی ہیں) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عسقان کے راستے میں ایک وادی میں قیام پذیر ہوئے تو لوگ بھی بے تکلفی سے اپنے معاملات میں لگ گئے اور اپنے اونٹوں کو چرانا شروع کر دیا۔ لیکن اچانک شدید آندھی نے آیا تو لوگ خوف زدہ ہو گئے اور انھوں نے حضور اقدس سے پوچھا کہ یا رسول اللہ، اس آندھی کا کیا معاملہ ہے، اغلباً رسولِ محترم نے یہ جواب دیا کہ آج ایک بڑا منافق مر گیا ہے۔ اس لیے یہ تیز ہوا چلی، تمہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے کوئی ڈر نہیں۔ اس منافق کی موت منافقوں کے لیے سخت الجھن و پریشانی کا باعث تھی۔ یہ حال دل کے آخری حصے میں ہوا رک گئی تو لوگ اپنی سواریوں کے پاس جمع ہو گئے، اسی دوران حضور اقدس کی سواری گم ہو گئی تو لوگ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ایک منافق جو بعض انصار کا ملٹے والا تھا اس نے ماجرا پوچھا تو لوگوں نے اسے بتلایا کہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی تلاش کر رہے ہیں جو گم ہو گئی ہے۔ اس نے مسخر کے انداز میں کہا کہ تمہارا رب اس کے متعلق تمہیں بتلاتا نہیں؟

انصار نے اس کی بات کا بہت بُرا مانیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے، تو آیا ہی کیوں تھا۔ جب کہ تیرے دل میں یہ باتیں ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ شاید کچھ دینی فائدہ ہوئے۔ اور محمد تو ہمیں ایسی ایسی باتوں کی خبر دیتے ہیں جن کا معاملہ اونٹنی سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ (گویا مسخر کیا)

اس پر صحابہ نے اسے سخت سبست کہا اور کہا کہ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اگر تمہاری قلبی خباثتوں کا ہمیں علم ہوتا تو ہم لمحہ بھر کو تمہیں اپنے ساتھ نہ رکھتے۔ اس کے بعد منافق کچھ وقت ان کے ساتھ رہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور انہیں چھوڑ کر حضور کے

پاس لیا جو یہ باتیں سماعت فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں ڈالا اور آپ نے فرمایا۔
 یہ زمانہ اس وقت تھا جب منافق سُن رہا تھا۔ کہ منافقوں میں سے ایک شخص کا کہنا ہے کہ
 اگر رسول کی اذیت ہو گئی ہے تو اللہ اس کی جگہ بتلا کیوں نہیں دیتا؟

فرمایا کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے تاہم وہ اپنے کرم سے رہنمائی کر دیتا ہے اور
 اب اس نے مجھے بتلا دیا ہے کہ وہ اس گھاٹی میں ہے جو بالکل ہمارے سامنے ہے اور اس کی
 ہمدردی کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔

یہ سُن کر صحابہ اُس طرف گئے اور منافق بھی گیا۔ وہاں جو لوگ تھے ان سے کہا کہ تمہیں اللہ
 کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھا ہے؟ یا محمد کے پاس آیا ہے کہ اُس
 نے اُسے اس کے متعلق خبر دی ہو۔ (کہ اذیت وہاں ہے) اُنھوں نے کہا بالکل نہیں، نہ ہم میں سے
 کوئی آپ سے ملانہ اس جگہ سے اٹھا۔

اس منافق نے کہا کہ میرا لوگوں کے ساتھ ایک بات کا تنازعہ ہو گیا تھا، گویا میرے اسلام
 کا آج ہی وقت مقرر تھا، جب کہ اب تک تو میں شک و شبہ کا شکار تھا۔ اب میں گواہی دیتا
 ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اُس کے رفقاء نے اُسے کہا کہ رسولِ محترم کی خدمت
 میں چلو تاکہ آپ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کریں۔ چنانچہ وہ گیا اُس
 نے اپنے جرم و قصور کا اعتراف کیا تو آپ نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔

غزوہ الخندق

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ کے بقول یہ غزوہ ذی قعدہ ۶ھ میں ہوا۔ اس غزوے کے
 سلسلے میں حافظہ ابن حجر عسقلانی نے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ
 نے (پانی کی تکلیف کے سبب) ایک تیرکنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا تو پانی کناروں تک آگیا۔
 (یاد رہے کہ اس واقعہ کا سبب یہ ہے کہ حضور اقدس عمر کے نیت سے تشریف لے
 گئے کسی قسم کی لڑائی پیش نظر نہ تھی، عمر کے سبب قربانی کے جانور ساتھ تھے لیکن قریش
 اُسے آئے۔ ابن ہشام ج ۳، ص ۸، ۳۲۷۔ البخاری کتاب المغازی، مسلم

کتاب الجہاد، ابن حزم ص ۲۰۷ وغیرہ میں تفصیل ہے)

حدیبیہ میں بیعت

حضرت عروہ کے بقول، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حدیبیہ پہنچے تو آپ نے مناسب سمجھا کہ کسی کو قریش کے پاس بھیج کر انھیں اپنے ارادے سے مطلع کر دیں (تاکہ ان کا تعرض کارویہ نہ رہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے بلا کربات کی تو انھوں نے عرض کیا کہ انھیں اپنے معاملے میں اطمینان نہیں، (آخر وہ اشد علی الکفار تھے) اس لیے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور انھیں فرمادیا کہ اب تک جو غریب مسلمان مکہ میں محبوس ہیں انھیں بھی تسلی دے دینا کہ عن قریب فتح ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر کے چھوڑے گا۔ حضرت عثمان تشریف لے گئے تو قریش "بلاح" میں جمع ہو کر اتفاق کر چکے تھے کہ حضور اقدس کو مکہ میں نہیں آنے دینا۔ حضرت عثمان کو ابان بن سعید بن العاص نے اپنی پناہ میں لے لیا۔

ادھر قریش نے بدیل بن ورقاء اور سہیل بن عمرو کو حضور اقدس کی خدمت میں بھیجا۔ پھر شرائط کی تفصیل کا مصنف ذکر کر کے کہتے ہیں کہ لوگوں کو اطمینان ہو چلا تھا کہ صلح ہو جائے گی کہ اچانک ایک شخص نے دونوں فریقوں میں سے دوسری طرف پتھر پھینکا تو تلخی کی فضا پیدا ہو گئی، اور ادھر ادھر پتھر پھینکے جانے لگے۔ ہر فریق اپنی اپنی طرف سے حالات کا رخ سمجھنے لگا تو حضور اقدس نے سب کو بیعت کے لیے طلب فرمایا۔ ایک دم تمام مسلمان بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ حضور اقدس اس درخت کے نیچے تھے جس کے سائے میں آپ آرام فرما تھے۔ جب بیعت ہوئی تمام حضرات نے اس مقصد سے بیعت کی کہ وہ فرار نہ ہوں گے اس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ صلح کے لیے جلدی سے بھاگ دوڑ کرتے لگے۔

صلح نامہ کی کتابت

صلح کے سلسلے میں مشہور بات یہ ہے کہ کفار کے نمائندوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا اور تقاضا کیا کہ بجائے "محمد رسول اللہ کے" محمد بن عبد اللہ لکھا جائے۔ بہر حال صلح کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ
 أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ (الفتح: ۲۴)

وہی ہے جس نے روک رکھا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے بیچ شہر مکہ کے بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگادیا اُن کو، اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ :

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا أَلْوَلَّوْا إِلَّا دِبَارًا ثُمَّ لَا يَجِدُونَ دِيَارًا
 لَنَصِيرُوا ۝ (الفتح: ۲۲)

اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے پیٹھ پھرنے پاتے کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

بہر حال قریش نے مجبور ہو کر آپ سے صلح کر لی، یہ صلح دس برس کے لیے تھی۔

ایک شرط یہ تھی کہ فریقین ایک دوسرے کے معاملے میں پرامن رویہ اختیار کریں گے۔

کسی کو قید نہ کریں گے، کسی پر تلوار نہ نکالیں گے۔

جو مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے آئے یا مین یا طائف کی طرف آنے چلنے والا مومن

ہوگا۔

جو مشرک شام یا مشرقی علاقوں میں جانے کی غرض سے مدینہ سے گزرے اسے بھی امن ہوگا۔

مدت معاہدہ میں رسول اکرم کے حلیف بنو کعب اور قریش کے حلیف بنو کنانہ بھی اس کے پابند ہوں گے۔

اور یہ کہ کوئی شخص اِدھر کا مسلمان ہو کر رسول اکرم کے پاس چلے گا تو آپ اسے لوٹا دیں گے

لیکن جو مسلمانوں کی طرف سے اصرار آجائے گا (مکہ میں) اسے لوٹنا یا نہ جلے گا۔
 (ان شرائط سے مسلمان پریشان ضرور تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کو تسلی دی اور آپ کو
 اطمینان قلب نصیب فرمایا جس سے مسلمان بھی مطمئن ہو گئے اور بالآخر اس کا بے حد فائدہ ملنے
 آیا)

غزوہ خیبر الاولیٰ

یعنی وہ سر یہ جس کے امیر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، انھیں "اسیر
 بن رازم" کی طرف شوال ۶ھ میں بھیجا گیا۔

حضرت عروہ کے بقول حضرت عبداللہ بن رواحہ نے خیبر کی طرف دو مرتبہ جنگی سفر کیا۔
 پہلی مرتبہ حضور اقدس نے انھیں تین حضرات کے ہمراہ رمضان میں خیبر بھیجا، اس سے مقصد
 حالات کی دیکھ بھال تھی اور یہ معلوم کرنا تھا کہ وہاں کے لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ان کے
 عزائم کیا ہیں، کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ خیبر کے اندر تک تشریف لے گئے۔ قلعے کے اندر
 پہنچ کر ان کے رفقا ضمنی قلعوں نطاة، شق اور کیتبہ میں متفرق ہو گئے اور اسیر بن رازم
 وغیرہ کی باتیں سن کر انھیں محفوظ کر لیا اور تین رات قیام کے بعد اُس وقت واپس پہنچے جب
 رمضان کی چند راتیں باقی تھیں، اور حضور اقدس کو تمام حالات سے مطلع کر دیا جو سنا اور
 دیکھا، پھر شوال میں اسیر کی طرف کوچ کیا۔^{۳۲}

اس سلسلے کی باقی تفصیلات

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم نے حضرت عبداللہ بن عقیل کو تیس سواروں کے
 ہمراہ بھیجا۔ ان میں عبداللہ بن انیس بھی تھے، ان کا ہدف بشر بن رازم یہودی تھا، حتیٰ کہ یہ
 حضرات خیبر پہنچ گئے۔ حضور اقدس کو خبر مل گئی تھی کہ وہ غطفانیوں کو جمع کر رہا ہے تاکہ
 اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ لڑائی کرے۔ یہ حضرات پہنچے تو انھوں نے اس سے کہا کہ ہمیں
 رسول محترم نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے خیبر کا عامل بنا دیا جائے۔

یہ حضرات برابر اس کے ساتھ مختلف النوع تدابیر اختیار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ ان بے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ تیس سوار تھے اور ہر سوار کے ساتھ ایک مسلمان روایف جی تھا۔ قرقرہ نامی مقام جو خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر ہے، وہاں پہنچے تو بیشتر ہمت نادم ہوا۔ اس نے اپنی تلوار کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی اس کے قتل کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی اس نے اس کے پاؤں سمجھ گئے، اُنھوں نے اسے بری طرح ڈانٹا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن ابی اس نے اس کے پاؤں پر وار کر کے اسے کاٹ پھینکا۔ اب بشر نے بڑا کر وار کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جس کا سر اڑا ہوا تھا، اس سے ہی اس نے حضرت عبداللہ پر وار کیا جس سے ان کے سر میں زخم آگیا، اس کی اس حرکت پر ہر مسلمان نے جو یہودی سوار کا روایف تھا، اس نے اپنے سوار کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور مسلمان کامیاب و کامران حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت عبداللہ کے سر کے زخم میں اپنا لعاب دہن لگایا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ تندرست ہو گئے، پھر اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

ہرقل کی ابوسفیان کے ساتھ گفتگو ۳۳

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام گئے۔ انہی ایام میں ہرقل کو حضور اقدس کے متعلق علم ہوا۔ (آپ کا خط پہنچ چکا تھا) اس نے معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اپنے اہل کاروں کے ذریعے ان عربیوں کو بلوایا جو اس وقت اس کے ملک میں تھے تاکہ ان سے معلومات حاصل کر سکے۔ تیس حضرات اس کے پاس آئے جن میں ابوسفیان بھی تھے، ایلیا کے مشہور کنیسر میں اجتماع ہوا۔ ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کے پاس اس لیے پیغام بھیجا تھا کہ یہ صاحب جو مکہ کے ہیں، ان کے متعلق باخبر ہو سکوں۔

وہ کہنے لگے کہ صاحب وہ جادوگر اور جھوٹا ہے، نبی نہیں۔ ہرقل نے پوچھا کہ تم میں سے اسے زیادہ جاننے والا کون ہے اور قرابت داری کے

اعتبار سے قریب تر کون ؟

وہ کہنے لگے کہ یہ ابوسفیان ہیں جو اس کے ابن عم ہیں اور اس کے ساتھ لڑائی بھی کر چکے ہیں ۔ یہ معلوم ہونے پر اس نے حکم دیا چنانچہ وہ لوگ چلے گئے محض ابوسفیان رہ گئے ۔ ہرقل نے ابوسفیان کو بٹھایا اور اس سے معلومات چاہیں ۔

ہرقل نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ وہ کون ہیں ؟

ابوسفیان نے ساحر و کذاب کہہ کر جواب دیا ۔ ہرقل نے کہا کہ دیکھو یہ تو سب و شتم ہے ، مجھے اس سے سروکار نہیں ، مجھے ان کا نسب کا بتلاؤ ۔

ابوسفیان نے اعتراف کیا کہ وہ قریش ہیں ۔

ہرقل نے حضور اقدس کی عقل و رائے کا پوچھا ۔ ابوسفیان نے کہا کہ ان کی رائے کبھی غلط نہیں ہوتی ۔

ہرقل نے پوچھا کہ وہ معاملات میں جھوٹ بولتے ہیں ، قسمیں کھاتے ہیں اور دھوکہ دہی کرتے ہیں ؟ ابوسفیان نے اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں ہیں ۔

ہرقل نے پوچھا کہ ممکن ہے اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ یا بڑا آدمی ہوا ہو ، یہ اس کا شاخسانہ ہو ؟ ابوسفیان نے کہا کہ ایسا بالکل نہیں ۔

ہرقل نے پوچھا کہ تم میں سے جو لوگ اس کے پیروکار بن گئے ہیں ان میں سے کوئی تمہارے پاس واپس آیا ؟ ابوسفیان نے کہا کہ بالکل نہیں ۔

ہرقل نے پوچھا کہ کوئی معاہدہ ہوا ہو تو اس نے اس میں گڑبڑ کی ہو ؟ ابوسفیان نے کہا کہ اس سے پہلے تو ایسا نہیں ہوا ۔ اب ایک معاہدہ ہے (صلح حدیبیہ) اس کا دیکھا جائے گا ۔

ہرقل نے پوچھا کہ اس مدت کے معاملے میں تمہیں خوف یا ڈر ہے ؟ ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی اس کے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے جب کہ وہ ابھی تک مدینہ میں ہے (یعنی حضور اقدس نے ابھی کوئی اقدام نہیں کیا)

ہرقل نے کہا کہ ابتدا کرنے والے تم ہو ، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قدر وید عمدی کرتے والے تم ہو ۔ اس پر ابوسفیان غضب ناک ہو گیا اور کہا کہ وہ ایک مرقبہ ہم پر غالب آئے

ہیں اور وہ بھی اُس وقت جب میں نہ تھا (یعنی بدر کے میدان میں) پھر دوم رقبہ لڑائی ان کے گھر میں ہوئی جس میں ہم نے پیٹ پھاڑ دیے اور کان کاٹ دیے (یعنی ان پر غالب آئے) ہر قتل نے پوچھا اچھا آپ اُنہیں صادق کہتے ہیں یا کاذب ؟ نیز کہا کہ دیکھو اگر وہ نبی ہیں تو انہیں قتل نہ کرنا، یہ کام کثرت سے یہود نے کیا (ان کا انجام معلوم) چنانچہ اس گفتگو کے بعد ابوسفیان واپس چلے گئے۔

غزوہ خیبر

(محرم، ۵ھ - البخاری کتاب المغازی، ابن حزم ص: ۲۱۱-۲۱۸۔ ابن ہشام ج ۱، ص ۳)

ص: ۵۳-۳۲۸، ابن سید الناس ج ۲، ص: ۱۱۳)

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پہلا غزوہ جس میں باقاعدہ جھنڈے تھے، یہی تھا۔ اس سے پہلے بعض علامتی نشانات تھے۔ حضرت عروہ کے بقول اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح فرمادیا، جنہیں موت کے گھاٹ اُترنا تھا اُتر چکے تو زینب بنت الحارث یہودیہ نے جو مرحب کے بھائی کی بیٹی تھی، ایک بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں تحفہ دی اور اس میں زہر ملا دیا۔ کندھے اور دستی کے حصے جو حضور اقدس کو زیادہ پسند تھے، اور اسے معلوم تھا، ان میں زیادہ زہر بھر دیا۔ حضور اقدس تشریف لے گئے تھے تو آپ کے ساتھ بشر بن البراء بن المعرور بھی تھے آپ کی خدمت میں بکری رکھی گئی تو آپ نے اس سے گوشت نوچا، بشر نے بھی گوشت لیا، حضور اقدس کے لیتے لیتے بشر نے ٹکڑا منہ میں ڈال لیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ کھینچ لو کیونکہ گوشت کے ٹکڑے (دستی کے حصے) نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ذریعے خیانت کی گئی ہے۔ بشر نے عرض کیا، اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو صاحبِ عزت بنایا کہ جو ٹکڑا میں نے منہ میں رکھا اس میں میں نے کراہت محسوس کی، اس کی تنظیف کی طرف میں نے اس لیے توجہ نہ دی کہ میں نے پسند نہ کیا کہ آپ کا کھانا منقص و مکدر کروں۔ جب میں نے منہ میں ڈالا تو مجھے اس میں رغبت نہیں ہوئی، خیال آیا کہ کہیں اس میں زہر کے اثرات نہ ہوں۔

مختصر یہ کہ وہاں سے اُٹھنے سے قبل ہی حضرت بشر کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس حد

ہم وہ اذیت کا شکار ہو گئے کہ ہلنا مشکل تھا اور اس واقعہ کے تین سال سے کچھ زیادہ مدت رسولِ محترم زندہ رہے حتیٰ کہ وفاتِ شریفہ کے وقت اس کا اثر محسوس ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خیر منجے، اللہ تعالیٰ نے وہاں کے قلعے فتح کر دیے، وہیں صفیہ بنت حبیبہ بنی اخطب کے حسن و جمال اور عروسی کا ذکر آیا، اُن کے یہودی خاوند قتل ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے اس خاتون کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ اُن کے ساتھ ہی خیر سے نکلے۔ میں نے رسولِ محترم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے پیچھے اپنی عبا سے ان کے لیے پردے کا اہتمام کیا پھر اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت صفیہ آپ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر سوار ہو گئیں۔ جب کہ حافظ ابن حجر کے بقول وہ آپ کی مان پر چڑھ کر اونٹ پر سوار ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

شہدائے خیر

۱ : ثقف بن عمرو قرشی (بنو عبد مناف، حلیف بنو اسد بن خزیمہ)

۲ : مسعود بن سعد بن خالد الانصاری (بنو زریق)

۳ : ابو الصباح یا ابو ضیاح الانصاری (بنو عمرو بن عوف)

خیر کے ضمن میں اسود الراعی کا معاملہ

وہ سیاہ فام غلام جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن واحد میں ایمان و شہادت کی نعمت سے نوازا، اُس کے متعلق حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام حبشی غلام جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا، آیا تو اہل خیر نے ہتھیار سنبھال لیے اور اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اہل خیر نے جواب دیا کہ یہ شخص جو نبی ہونے کا مدعی ہے، اس سے ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کے کان میں نبی کا لفظ پڑا تو دل میں گھر کر گیا اور اپنی بکریوں سمیت رسولِ محترم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا آپ کی دعوت کیلئے ہے؟ فرمایا کہ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اس بات کی دعوت کہ تو گواہی دے کہ

اللہ تعالیٰ ایک ہے، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور یہ کہ تم عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرو گے۔ غلام نے پوچھا کہ اگر میں اس دعوت کو قبول کر لوں، شہادت کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤں تو پھر مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا، اگر تو اسی عقیدے پر قائم رہا اور اسی پر تیری موت ہوئی تو جنت تجھے میسر آئے گی۔ چنانچہ وہ غلام ایمان لایا اور عرض کیا کہ میرے پاس یہ بکریاں ہیں جو امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ فرمایا انھیں لشکر سے نکال کر لے جاؤ، کنکریوں سے ہانک دو، اللہ تعالیٰ تیری طرف سے اس امانت کو ٹھکانے لگا دے گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا تو بکریاں اپنے مالک کے پاس پہنچ گئیں، جس پر یہودی سمجھ گیا کہ اس کا غلام مسلمان ہو گیا ہے۔ آخر میں حضور اقدس کھڑے ہوئے، لوگوں کو نصیحت کی، سیدنا علی کو جھنڈا عطا کرنے، یہود کے قلعے کے قریب ہونے، مہربان کو قتل کرنے وغیرہ کا ذکر کیا اور بتلایا کہ وہ غلام سیدنا علی کے ساتھ تھا کہ قتل ہو گیا۔ اب مسلمان اس کو اپنے لشکر میں اٹھلائے اور خیمے میں رکھ دیا، پھر آپ کو اور آپ کے رفقا کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ۔

”اللہ تعالیٰ نے اس بندے پر کرم کیا اس کو خیر سے اسی طرح رخصت کیا (کہ وہ مسلمان ہو گیا) یقیناً اس کے دل کی گہرائیوں میں اسلام حقیقت بن کر جم گیا تھا۔ میں نے اس کے سر کے پاس جنت کی دو جوئیں کھڑی دیکھی ہیں۔“

عمرۃ القضاء

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذی قعدہ ۷ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے، سال گزشتہ اسی مہینے میں آپ کو روکا گیا تھا۔ اس سفر کا مقصد اُس عمرے کی قضا تھا جو پچھلے سال روکے جانے کے سبب آپ نہ کر سکے تھے۔

ابن اسحاق، حضرت عروہ اور زہری سے اسی قسم کی روایات ہیں۔ آپ کے ساتھ مختلف النوع ہتھیار تھے، لیکن مکہ معظمہ پہنچتے ہی تمام ہتھیار باہر ہی محفوظ کر کے صرف ایک تلوار شمیت آپ کا قافلہ شہر میں داخل ہوا۔ تلوار بھی معاہدے کے مطابق بنیام میں تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب کو میمونہ بنت الحارث العامریہ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ ان کی ہمیشہ "ام الفضل" حضرت عباس کے نکاح میں تھیں اس لیے انھوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس ہی کے سپرد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا جس کے سبب یہ نیک نخت خاتون امہات المؤمنین کے زمرے میں شامل ہو گئیں۔

جب رسولِ محترم مکہ معظمہ پہنچے تو اپنے صحابہ سے حکم فرمایا کہ کندھے کھول دو اور طواف میں ذرا تیز رفتاری اور سینہ تان کر چلنے کا مظاہرہ کرو تا کہ مشرکین مکہ ان کی قوت و طاقت کو دیکھ لیں۔

آپ نے اسلامی قوت و شہمت سے ان کو مرعوب کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی اور وہ تھے کہ آپ کو اور آپ کے رفقا کو طواف کرتے دیکھ رہے تھے۔ اس معاملے میں کیا مرد کیا عورتیں اور کیا بچے سبھی شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تلوار لیے چل رہے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلَوَابِنِي الْكَفَّار عَنْ سَبِيلِهِ اَنَا الشَّهِيدُ اَنْهُ رَسُولُهُ
مے کافروں کی اولاد، حضور اقدس کا راستہ خالی کر دو، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي تَنْزِيلِهِ فِي صَحْفٍ تَتْلٰى عَلٰی رَسُولِهِ
اللہ تعالیٰ نے جو رحمن ہیں اپنی وحی کو ان صحائف میں نازل کیا جو اس کے رسول پر پڑھی جاتی ہے۔

فَالْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰی تَاْوِيلِهِ كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلٰی تَنْزِيلِهِ
آج ہم تمہارے سامنے اس کی تفسیر و تشریح بیان کریں گے جیسا کہ ہم نے (پہلے) اس کی وحی کے الفاظ کو تمہارے ساتھ بیان کیا۔

ضَرْبُ يٰ اِيْزِيْلُ الْهَامِ عَنْ مَقِيلِهِ وَيَنْ هَلِ الْخَلِيلِ عَنْ خَلِيلِهِ

وہ بیان ایسا ہو گا کہ اس کے سبب کھوپڑی اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گی اور دوست دوستوں سے غافل ہو جائیں گے۔

مشرکین کے سردار اور رؤسا غیظ و غضب اور حسد کے سبب غائب ہو گئے اور خدمہ نامی مقام کی طرف چلے گئے۔ انھیں گوارا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو یہاں دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلح حدیبیہ کی شرط کے پیش نظر مکہ معظمہ میں تین رات مقیم رہے۔ چوتھے دن کی صبح آپ کے پاس سہیل بن عمرو اور حویط بن عبد العزی آئے، آپ اس وقت انصار کے پاس بیٹھے حضرت سعد بن عبادہ سے مصروف گفتگو تھے۔ حویط بن عبد العزی چیخا اور کہا کہ تین دن گزر گئے اور طے شدہ معاہدے کے مطابق آپ ہماری زمین سے نہیں نکلے حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، یہ تمھاری اور تمھارے آیا و اجداد کی زمین نہیں۔ اللہ کی قسم اللہ کے رسول یہاں سے نہیں نکلیں گے۔ لیکن حضرت رسول محترم نے حضرت سعد کو چپ کرنے کی تلقین فرمائی اور پھر خود ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے تمھارے شہر کی ایک خاتون سے نکاح کیا ہے تو اس میں کیا حرج کی بات ہے کہ شب زفاف کے لیے میں یہاں ٹھہر جاؤں۔ اور پھر ہم تم ملی کر ولیمہ کھالیں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ بالکل نہیں، آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضور محترم نے حضرت ابورافع کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور تیاری کا ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی آپ سوار ہو کر ”بطن سرف“ میں پہنچے اور وہاں مسلمانوں نے چندے قیام فرمایا۔

حضور اقدس کے پیچھے حضرت ابورافع تھے، مقصد نئی دہن حضرت میمونہ کے لیے اہتمام تھا۔ حضرت رسول اکرم سرف میں ہی مقیم رہے، وہیں حضرت میمونہ کے ساتھ آپ نے شب بسر کی۔ جب کہ مشرکین مکہ کے نادان اور احمق لوگ یہاں تک حضرت میمونہ کو اذیت پہنچانے آئے، آوارہ چھوکر سے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور مشیت ایزدی نے بعد میں اسی ”سرف“ نامی مقام میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موت مقدر کی اور جہاں ان کے ساتھ حضور اقدس نے شب بسر کی تھی وہیں ان کی موت واقع ہوئی۔

اسی موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا قصہ پیش آیا کہ امام بخاری کے بقول وہ حضور اقدس کے پیچھے آئیں اور چچا چچا کہہ کر پکارا۔ حضرت علیؑ، ان کے بھائی حضرت جعفرؑ اور حضرت زید نے اپنے اپنے طور پر غرض کیا کہ یہ بچی ان کے سپرد کر دی جائے۔ حضرت علیؑ کہتے تھے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، حضرت جعفرؑ کہتے تھے کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور ان کی حقیقی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زیدؑ عرض کرتے تھے کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے حضرت جعفرؑ کے سپرد کر دیا۔ اسی عمر القضا کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط (البقرہ: ۱۹۷)
حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا اور ادب رکھتے میں بدلا ہے۔
اس لیے اللہ تعالیٰ کے نبی نے اسی مہینے میں عمرہ ادا کیا جس میں آپ کو سال گزشتہ عمرہ ادا کرنے سے روکا گیا تھا۔

غزوہ موتہ

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں پیش آیا۔ رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "الحارث بن عمیر الاذری" کو ایک گرامی نامہ کے ذریعے شام بھیجا، مقصد تھا کہ اس خط کو روم کے بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے یا بعض روایات میں "ملک یصری" کا ذکر آیا ہے۔ شرجیل بن عمرو الفسانی سے آپ کا واسطہ پڑا۔ اُس نے کہا شاید کہ تمہیں محمدؐ نے بھیجا ہے؟ آپ نے کہا کہ ہاں میں اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رسول (نمائندہ) ہوں۔ اس نامہ ادا کرنے پر آپ کو بندھوا دیا اور پھر شہید کر دیا۔ رسول محترم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور لوگوں کو اس کا انتقام لینے کی تلقین کی اور صحابہ کو روانہ فرمایا۔

حضرت عروہ کے بقول جمادی الاولیٰ ۸ھ میں اس قافلے کو روانہ فرمایا حضرت زید بن حارثہ اس کے امیر تھے۔ ارشاد فرمایا کہ انہیں کچھ ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب قیادت کریں، انہیں بھی حادثہ پیش آئے تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ آپ نے لوگوں کو تیار کیا، پھر انہیں چل نکلنے کا حکم دیا۔

یہ حضرات تین ہزار کی تعداد میں تھے ۔ لکھنے کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امر السمت ان کو رخصت کیا ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے وداع ہونے کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے دنیا کی قطعاً محبت نہیں ، نہ ہی اس میں رہنے کی خواہش ۔ لیکن میں نے حضور اقدس سے سنا ہے کہ آپؐ یہ آیت پڑھ رہے تھے جس میں جہنم کا ذکر ہے ۔

وَإِنْ مِنْكُمْ الْوَاصِلُ فَاجْزَأْكَ عَنْ رِبِّكَ خَشْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم: ۱۷)

اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ، ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر ۔
 کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس پر گزرنے سے بعد میرا کیا انجام ہوگا ؟ مسلمانوں نے انھیں تسلی دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے گا ، تم سے خطرات کو دور کرے گا اور تمہیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ واپس لوٹائے گا ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا ، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور ایسے مقابلے کا جو سارے داد و دہش کا خاتمہ کر دے یا میرے ہاتھ میں موجود نیزے کے ساتھ ایسی لڑائی ہو جو ہر قسم کے کفر و شرک کو ملیا میٹ کر دے ، حتیٰ کہ جب لوگ میرے جسم سے گزریں اور اس کو دیکھیں تو بے ساختہ دعا دینے لگیں کہ جس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو رشد و ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا ۔

جب قوم کے افراد کوچ کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رسولِ محترم کے پاس آئے ۔ رخصت ہوتے ہوئے انھوں نے کہا ” اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت موسیٰ کی طرح کی ثابت قدمی عطا فرمائے کیا خوب پیغام لے کر آپ آئے ، اور آپ کو اسی مدد سے نوازے جیسے کہ اُس نے ان کی مدد کی ۔ میں نے آپ کی ذات میں وہ فطانت و فراست دیکھی جو اس سے بالکل مختلف ہے جو دشمنوں کو نظر آتی ہے ۔ آپ بلاشبہ رسول ہیں ۔ پس جو آپ کی شفقتوں سے محروم رہے گا اس کا چہرہ تقدیر کے ہاتھوں محفوظ نہ رہے گا ۔“ اس کے بعد رسولِ محترم نے اجاب کو رخصت کیا یہاں تک کہ جب رسولِ اکرم الوداع کہہ کر واپس لوٹے تو عبداللہ بن رواحہ نے کہا :
 ” ہمارے مشن اور ہم کو بعد میں سلامتی نصیب ہو ، آپ نے کھجوروں کے

جھنڈ سے ہمیں رخصت کیا۔ آپ کا رخصت کرنا ایسا ہے کہ آپ کی دنیا میں
کبھی ساتھ چھوڑنے والی نہیں تھیں۔

یہ حضرات جب شام کے علاقے میں "معان" نامی جگہ میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ
ہر قل ایک لاکھ رومی فوج کے ساتھ "ارض البلقا" تک پہنچ چکا ہے اور قبائل الحکم
جذام، بلقین، بہرام اور بلی ایک لاکھ کی تعداد کے ساتھ جمع ہیں۔ قبیلہ "بلی" کا ایک شخص
"ملک بن زانہ" پرچم اٹھائے ہوئے ہے۔ مسلمان "معان" میں دو دن قیام پذیر رہ کر
حالات کا جائزہ لیتے رہے اور خیال ہوا کہ حضور کو لکھ کر دشمن کی تعداد سے متعلق اطلاع
دی جائے۔ پھر آپ مزید کمک بھیجیں یا جو بھی فرمائیں اس کے مطابق اگلا قدم اٹھایا جائے۔
حضرت عبداللہ بن رواحہ نے دلیرانہ خطاب فرمایا اور کہا۔

"اے قوم! تم تو طلب شہادت میں نکلے ہو، اب اس کیفیت سے پریشانی
کیسی؟ ہمارے مقابلے عدد، قوت اور کثرت کی وجہ سے کبھی نہیں ہوئے
بلکہ ہمارے مقابلے اس دین کے سہارے پر ہوئے ہیں جس کے ذریعے سے
اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت سے نوازا۔ دو بھلائیوں میں سے ایک کے حصول کے
لیے چلو یا غلبہ و کامیابی یا شہادت!"

بہر حال لوگ اس تقریر کو سن کر چل نکلے بلقائے قریب، ماب نامی قصبے میں ہر قل کی
فوج سے ان کا ٹکراؤ ہوا۔ مسلمان اور قریب ہو کر "موتہ" نامی قصبہ کے دامن میں آ گئے۔
اپنے لشکر کے میمنہ پر بنو عذرہ کے قطیبہ بن قتادہ کو اور میسرہ پر ایک انصاری عبادہ بن مالک
کو مقرر کیا۔ پھر عام مقابلہ شروع ہوا تو حضرت زید بن حارثہ رسول محترم کے عطا فرمودہ علم ہدایت
مردانگی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ پھر اس جھنڈ سے کو حضرت جعفر بن ابی طالب نے
پکڑا، لڑائی گھسان کی شروع ہو گئی تو وہ اپنے گھوڑے "شعرا" سے اتر کر لڑنے لگے حتیٰ کہ
شہید ہو گئے۔ ان کے پاؤں کاٹ دیے گئے اور اسلام میں اس قسم کا سلوک سب سے
پہلے ان سے ہوا۔ تیسرے نمبر پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے شہادت پائی۔ (حضرت
عروہ کے بقول) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن الولید کو موقع میسر فرمایا تو ان کی قیادت میں

ردی غائب و خاسر ہوئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ:

”پھر جھنڈے کو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تے سنبھالا (خالد) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح کا فیصلہ فرمایا۔ (حافظ ابن حجر۔ فتح الباری

ج ۱، ص ۱۳-۵۱۴)۔

موسیٰ بن عقبہ کے معاذی میں ہے کہ تین حضرات کی شہادت کے بعد جن کا رسول محترم نے ذکر فرمایا تھا، مسلمانوں نے حضرت خالد کا انتخاب کیا اور انھیں قیادت سونپ دی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبے سے نوازا اور دشمنوں کو شکست دی۔

شہدائے موتہ

۱: الحرث بن النعمان بن یساف بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم الانصاری۔

۲: زید بن حارثہ بن غنم۔

۳: سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنسا۔

۴: مسعود بن الاسود بن حارث۔

۵: ابو کلیب۔

۶: دہیب بن سعد بن ابی نرح العامری۔

۷: ابو کلیب کے بھائی جابر (ابن عمرو بن زید)۔

۸: عباد بن قیس۔

۹: عمر۔

۱۰: عامر ابن سعد بن الحارث۔

غزوہ ذات السلاسل

جمادی الآخری ۸ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اصل میں قبیلہ قضاعہ کے کچھ لوگ جمع

ہو کہ اطرافِ مدینہ میں گڑبڑ کا پروگرام بنا رہے تھے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اسلامی پدجم ان کے سپرد فرمایا۔ شام کے دیہاتی علاقے میں ذاتِ السلاسل کی طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ قضاعرہ کے گرد، عبداللہ اور ان کے رفقاء کی سرکوبی کو تشریف لے گئے۔ بنو عاص بن وائل کے ماموں تھے۔ ابتدائی لشکر کے مقابلے میں دشمن کی تعداد زیادہ تھی تو رسولِ اکرم نے امداد کے لیے اور حضرات کو بھیجا جن میں مہاجرین اولین بھی تھے۔ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ، اور ان کا امیر "ایمن ہذہ الامۃ" حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استفسار پر حضرات مہاجرین نے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ امدادی قلعے کے امیر ہیں اور پہلے آنے والے حضرات کے سربراہ۔ تاہم بعد میں حالات کی بہتری کے سبب حضرت ابوعبیدہ نے اپنے سمیت تمام حضرات کو عمرو بن العاص کی قیادت میں دے دیا۔ حضرت ابوعبیدہ حد درجہ حسنِ اخلاق اور نرم عادات کے مالک تھے۔ انھیں حضرت نبی محترم نے چلتے ہوئے آخری ہدایت بھی اسی قسم کی فرمائی تھی جس کا مفاد ایسا ہی تھا، اور ساتھ کے ساتھ امت کے اجتماعی مفاد کا تقاضا بھی یہی تھا۔

فتح مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ

رمضان ۸ھ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا موقع فراہم کیا۔ صلح حدیبیہ میں یہ طے ہوا تھا کہ مختلف قبائل جس کے چاہیں حلیف بن جائیں۔ مسلمان اور قریش جو معاہدہ کر رہے ہیں، ان کے حلیف بھی اس کے پابند ہوں گے۔ بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اور خزاعہ مسلمانوں کے قریشیوں کے حلیفوں نے مسلمانوں کے حلیفوں پر چڑھائی کر دی حتیٰ کہ قریش نے اس میں اپنے حلیفوں کا خفیہ طریق سے ساتھ دیا۔ خزاعہ پناہ لینے کی غرض سے حرم میں جا پہنچے۔ لیکن وہاں بھی ظالم باز نہ آئے اور ان کے تقاضے کے باوجود کہنے لگے کہ آج کوئی اللہ اور اللہ نہیں جس سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے، حتیٰ کہ انھوں نے منبہ نامی ایک خزاعی کو مار ڈالا۔ یہ گویا صلح حدیبیہ کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ ان اسباب کے تحت یہ مرحلہ پیش آیا۔

متعدد راوی بیان کرتے ہیں کہ بنو الایل (بنو بکر والے) نے بنو کعب (خزاعی) پر
 پرمٹائی کر دی اور یہ وہ وقت تھا جب کہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان صلح تھی۔ بنو کعب
 والے حضور اقدس کے اور بنو نفاثہ (بنو بکر ہی کا نام ہے) قریش کے حلیف تھے۔ خلاف
 معاہدہ قریش نے اپنے حلیفوں کی اس طرح مدد کی کہ انھیں ہتھیار اور غلام فراہم کیے۔ چنانچہ
 بنو کعب کے کچھ سوار حضور اقدس کے پاس آئے، آپ کو صورت حال کی اطلاع دی۔
 اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ اس موقع پر وہ تفصیلات
 نظر انداز کر دی گئی ہیں جو حضرت عباس اور ابوسفیان سے متعلق ہیں کہ حضرت عباس "مرا الظہران"
 ہیں انھیں لے کر حضور اقدس کے پاس آئے، ان کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا بھی تھے
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۲ ہزار مسلمان تھے جن میں ہاجر، انصار، بنو
 اسلم، بنو غفار، جہینہ اور بنو سلیم کے لوگ تھے۔ انھوں نے اپنے گھوڑے دوڑا دیے حتیٰ کہ
 "مرا الظہران" پہنچ گئے۔ اور قریش کو علم تک نہ ہوا۔ یہاں انھیں پتہ چلا تو انھوں نے حکیم بن
 حزام اور ابوسفیان کو رسول محترم کے پاس بھیجا۔ مقصد پناہ حاصل کرنا یا جنگ کی بات تھی۔ یہ
 دونوں جا رہے تھے کہ بدیل بن ورقا مل گئے، انھیں بھی ساتھ لے لیا۔ عشاء کے وقت مکہ کے قریب
 ہی انھوں نے خیمے اور لشکر دیکھا۔ گھوڑوں کے ہنہانے کی آوازیں سنیں تو وہ گھبرا گئے اور ڈر گئے
 اور کہنے لگے کہ اس جنگ کے بھڑکانے کا سہرا بنو کعب کے سر ہے۔ بدیل نے کہا کہ یہ معاملہ بنو کعب
 کے معاملے سے کہیں بڑھ کر ہے، وہ فساد جس کی بنیاد ہماری زمین سے رکھی گئی، اسی کا یہ
 شافسانہ ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ بنو ہوازن ہماری زمین کو بچالیں؟ محض اتنی سی بات نہیں یہ قصہ
 بہت ہی سنگین ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی کچھ سوار بھیج دیے تھے
 جنھوں نے پانی کے مراکز پر قبضہ کر لیا تھا۔ ادھر خزاعہ والے ایسے راستے میں تھے کہ وہ کسی کو
 گزرنے نہ دیتے تھے۔

ابوسفیان اپنے رفقا سمیت آئے تو انھیں سواروں نے قابو میں کر لیا اور اس طرح
 لے کر آئے کہ وہ قتل کی وجہ سے خوف زدہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے، اس
 لگڑن سے اسے پکڑ لیا اور لے کر رسول اللہ کے پاس آئے۔ وہ برابر قتل سے خوف زدہ

تھے۔ حضور اکرم کے چچا حضرت عباس سے ابوسفیان کی جاہلیت کے زمانے میں دوستی تھی، اس لیے ابوسفیان نے زور سے آواز دی، کیا تم مجھے عباس سے بات کرنے کا موقع نہ دو گے؟ فوراً عباس پہنچے، اس کو بچایا اور رسول اکرم سے درخواست کی کہ اسے ان کے سپرد کر دیا جائے۔ تمام لوگ اپنی جگہ موجود تھے، حضرت عباس سوار ہو گئے۔ سارے لشکر نے اس معاملے کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر نے ابوسفیان سے اس وقت کہا جب اُنھوں نے اس کی گردن قابو کی کہ تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے رسول کے قریب نہیں جاسکتا جب تک تو مر نہ جلتے۔ اس پر ابوسفیان نے حضرت عباس سے اس طرح مدد چاہی کہ میں مارا گیا۔ اس پر حضرت عباس نے اسے بچایا۔ اس نے لوگوں کا ہجوم اور ان کا جذبہ اطاعت دیکھا تو تسلیم کیا کہ آج کی طرح میں نے کوئی قوم اس طرح متحد العمل نہیں دیکھی۔ بہر طور حضرت عباس نے اسے لوگوں کے ہاتھ سے بچایا اور اس سے کہا کہ اب بھی اگر تو نے رسولِ محترم کے رسول ہونے کی گواہی نہ دی تو مارا جائے گا۔ وہ حضرت عباس کے کہنے سے یہ بات کہنا چاہتا تھا، لیکن اس کی زبان ساتھ نہ دیتی تھی۔ آخر اُس نے رات حضرت عباس کے ساتھ گزاری۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے، مسلمان ہو گئے اور آپ کو اہل مکہ کے حالات کی خبر دی۔ صبح کی نماز کے وقت جب لوگ اکٹھے ہوئے تو ابوسفیان نے گھبرا کر حضرت عباس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عباس نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں، رسول اکرم کے پاس حاضر ہو رہے ہیں۔ حضرت عباس ساتھ ہی اسے لے کر نکلے۔ جب ابوسفیان نے مسلمانوں کو دیکھا تو کہا کہ اسے عباس اگر محمد اُنھیں کوئی حکم کریں تو وہ تعمیل کرتے ہیں؟

حضرت عباس نے کہا کہ اگر وہ اُنھیں کھانے پینے سے روک دیں تب بھی وہ لوگ آپ کی اطاعت کریں گے۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کو مشورہ دیا کہ تم حضور اقدس سے اپنی قوم کے معاملے میں درگزر کی بات کرو۔ چنانچہ حضرت عباس کے ساتھ وہ آیا۔ حضور اقدس کی خدمت میں پہنچ کر حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ یہ ابوسفیان ہیں۔ ابوسفیان نے کہا اے محمد، میں نے اپنے اللہ سے مدد چاہی، تم نے اپنے اللہ سے، واللہ میں نے دیکھ لیا کہ آپ مجھ پر غالب آ گئے۔ اگر میرا اللہ سچا ہوتا اور تیرا جھوٹا تو میں تجھ پر غالب آجاتا۔ ساتھ ہی اس نے

کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی قوم کے پاس جا کر انھیں اس بات سے آگاہ کر دوں جو آپ پر نازل ہوئی اور انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دوں؟ حضور اقدس نے اجازت دے دی تو حضرت عباس نے عرض کیا، میری اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں کہ میں انھیں کیا کہوں تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔

حضور اقدس نے فرمایا کہ انھیں کہو کہ جو شہادتین کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائے اسے امن۔ جو کعبہ کے پاس بیٹھ جائے اور ہتھیار اتار دے اسے امن۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن۔

حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوسفیان ہمارے چچا زاد ہیں، میری خواہش ہے کہ وہ بھی میرے ساتھ لوٹیں، اگر آپ ان کے معاملے میں کوئی خصوصیت کا برتاؤ فرمائیں تو۔ حضور اقدس نے فرمایا۔ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امن۔

ابوسفیان کا گھر مکہ کی چوٹی پر تھا، وہ بات کو سمجھ گئے۔ اور ساتھ آپ نے حکیم بن حزام کے لیے بھی اسی قسم کی تخصیص کا اعلان فرمادیا۔ ان کا گھر مکہ معظمہ کی سطح کے اعتبار سے پختی طرف تھا۔ حضور اقدس نے اُس سفید چھر پر اپنے چچا عباس کو سوار کیا جو وحیہ کلبی نے آپ کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عباس نے حضرت ابوسفیان کو اپنا ردیف بنا کر ساتھ لے لیا۔ وہ چلے ہی تھے کہ حضور اقدس نے کسی کو بھیج کر واپس بلایا۔ لوگوں نے آپ سے ابوسفیان کے معاملے میں بعض اشکالات کا ذکر کیا تھا۔ بہر حال آپ کے ایلچی نے عباس کو جا کر پیغام دیا۔ عباس نے پسند نہ کیا اور کہا کہ کیا حضور اقدس کو اس بات کا ڈر ہے کہ ابوسفیان لوٹ کر جائے گا تو اسلام کے بعد کافر ہو جائے گا؟ ایسا ہے تو میں اسے قید کر لیتا ہوں۔ چنانچہ اسے قید کر لیا گیا۔

ابوسفیان نے کہا، اسے بنو ہاشم یہ کیا بد عہدی ہے؟ حضرت عباس نے کہا ایسا نہیں، ہم بد عہدی نہیں کرتے البتہ تیرے ساتھ کوئی خاص حاجت و معاملہ ہے۔

اُس نے کہا! وہ کیسا ہے؟ تاکہ میں اسے پورا کر دوں۔

حضرت عباس نے کہا کہ جب خالد بن ولید اور زبیر بن عوام آجائیں گے تو تجھے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس اثنا میں حضرت عباس اصل راستہ چھوڑ کر ایک تنگ راستے پر کھڑے رہے۔ ابوسفیان ان کی باتوں پر غور کرتے رہے۔ حضور اکرم نے بعض گھڑ سوار بھیجے جو یکے بعد دیگرے آئے۔ آپ نے گھڑ سواروں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت زبیر کے ساتھ قبیلہ اسلم، غفار اور قضاعہ کے سوار تھے۔ ابوسفیان نے کہا کہ عباس یہ رسول اللہ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ نہیں یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ دوسری طرف حضرت سعد بن عبادہ کو رسول محترم نے انصار کے دستے کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سعد نے کہا:

اليوم يوم الملحمة ، اليوم تستحل الحمية

آج مقابلے کا دن ہے، مکہ اور شہر حرام کی حرمت بھی آج حلال ہو گئی ہے۔

پھر حضور اقدس انصار و مہاجرین کی ٹکڑیوں کے ساتھ داخل ہوئے۔ ابوسفیان نے بہت سے لوگ دیکھے تو وہ معلّمے کو سمجھ نہ سکا، اور اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ان قافلوں کو اپنی ہی قوم پر بھیج رہے ہیں۔ حضور اقدس نے فرمایا ایسا نہیں، یہ کام تو آپ نے اور آپ کی قوم نے کیا۔ ان لوگوں نے تو میری تصدیق کی اور اُس وقت جب تم نے مجھے جھٹلایا اور تم نے مجھے نکالا تو انھوں نے میری مدد کی۔ حضور اقدس کے ساتھ الافرع بن ہابس، عباس بن مرداس، عیینہ بن حنظل بن بدر الفزازی تھے۔ ابوسفیان نے ان حضرات کو دیکھا تو پوچھا اے عباس یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت عباس نے کہا، یہ حضور اقدس کے وہ شہ سوار ہیں جن کے ساتھ موت کا پیغام ہے، یہ مہاجرین و انصار ہیں۔ ابوسفیان نے کہا عباس جلنے دو، آج کی طرح کا لشکر اور جماعت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

حضرت زبیر لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ "حجون" نامی جگہ پر جا کھڑے ہوئے اور حضرت خالد مکہ کی گہرائی والے حصے سے داخل ہوئے۔ وہاں ابوباش بن بکر کی ان سے مدد بھڑ ہو گئی۔ آپ نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوا کیا۔ مسلمانوں نے انھیں قتل کر دیا اور باقی گھروں میں گھس گئے۔ ایک گروہ ان میں "خندمہ" نامی پہاڑی پر چڑھ گیا تو مسلمان بھی ان کے پیچھے چڑھ دوڑے۔ آخر میں حضور اقدس داخل ہوئے تو ایک منادی نے بکارا۔

جو اپنا دروازہ بند کر لے اور ہاتھ روک لے اسے مکمل امن ہے۔

اُدھر ابوسفیان نے زور سے کہا :

لوگو اسلام قبول کر لو سلامتی حاصل کر لو گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں حضرت عباس کے ذریعے بچایا۔ ہند بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) نے سامنے آکر اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ لی اور چیخ کر کہنے لگی ”اے آلِ غالب! اس بڑھے احمق کو قتل نہ کرو۔“ ابوسفیان نے کہا بد تمیزی مت کرو۔ واللہ العظیم اگر تم مسلمان نہ ہوگی تو تمہاری گردن مار دی جائے گی۔ تجھے ہلاکت ہو اب حق آگیا ہے اپنے گھر میں داخل ہو جا اور خاموشی اختیار کر۔ اُدھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”ثنیۃ کذا“ پر چڑھے تو ایک گروہ کو پہاڑ پر مشرکوں سے الجھتے ہوئے دیکھا، فرمایا یہ کیلے۔ ہمیں تو جنگ سے منع کر دیا گیا ہے۔ مہاجر حضرات نے کہا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ خالد جنگ میں الجھا دیے گئے ہیں اور دشمنوں نے پہل کی ہے۔ کیونکہ وہ ایسے ہرگز نہ تھے کہ جو ان سے لڑے وہ پھر اُس سے نہ لڑیں۔ وہ رسول اللہ کی نافرمانی کریں یا آپ کے حکم کی مخالفت کریں، ممکن ہی نہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم وہاں سے اُتر آئے۔ ”جھون“ پر تشریف لا کر حضرت زبیر کو اُدھر بھیجا اور کعبہ کے دروازے پر خود کھڑے ہو گئے، اس کے بعد غام معانی کا قصہ ہے۔ اور جب آپ کی خالد سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔ ”لڑائی کا سبب کیا ہوا جب کہ ہمیں روک دیا گیا تھا، اُنھوں نے عرض کیا دشمنوں نے پہل کی، ہم پر ہتھیار اُٹھالے، نیزوں سے ہمیں پریشان کرنا چاہا۔ میں نے ہر طرح اپنے ہاتھ کو روکا لیکن بالآخر مجبور ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا، خیر ہے اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر یہی تھی۔“

عکرمہ بن ابی جہل کا فرار

عکرمہ فرار ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ میں چلے جائیں۔ ان کی بیوی ام الحکم بنت الحرث بن ہشام مسلمان تھیں۔ اُنھوں نے حضور سے اجازت چاہی کہ اپنے خاوند کو واپس لائے۔ آپ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ پروانہ امن عطا فرما دیا۔ ام الحکم ایک رومی غلام کے ساتھ گئیں، وہ برابر تلاش کرتی رہیں۔ ”غلط“ کے علاقے میں لوگوں سے مدد مانگتی رہیں حتیٰ کہ تہامہ

میں اپنے خاوند کو پایا جو کشتی پر سوار ہو چکا تھا۔ جب وہ کشتی میں سوار ہوا تو اس نے سفر کی ابتدا کرتے ہوئے لات وعزلی کا نام لیا۔ کشتی والوں نے کہا کہ یہاں صرف ایک اللہ کو خلوص و اخلاص کے ساتھ پکارو۔ عکرمہ نے اسی وقت کہا کہ اگر سمندر میں وہ تنہا ہے تو خشکی میں بھی تنہا ہے، اللہ کی قسم مجھے لوٹنا نصیب ہوا تو سیدھا محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس جاؤں گا۔

اس کے بعد وہ اپنی اہلیہ سمیت واپس آئے، حضور کی خدمت میں حاضری دے کر آپ کی بیعت کی اور آپ کا دین قبول کر لیا۔ ہذیل کا ایک شخص اس وقت اپنی بیوی کے پاس آیا جب بنو بکر نے انھیں شکست دے دی۔ یہ شخص چونکہ بھاگا ہوا آیا تھا، اس لیے اس کی بیوی نے اسے ملامت کی، فرار پر عار دلائی تو اس بھاگ کر آنے والے نے کہا:

”اے کاش تو ہماری بے کسی کا تماشا خندہ میں دیکھتی، جب صفوان اور عکرمہ جیسے بہادر بھاگ گئے۔ وہ مضبوط اور سالم تلواریں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں جن سے کوئی کلائی اور کوئی پیشانی محفوظ نہ تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر تو مجھے ملامت کے طور پر ایک جملہ بھی نہ کہتی۔“

حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو مکہ معظمہ میں معلم قرآن مقرر کرنا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین کے لیے نکلے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مکہ کے لیے اپنا نائب متعین کرتے ہوئے انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو قرآن سکھلائیں اور انھیں دین کی بنیادی باتوں سے آگاہ کریں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے اور حضرت معاذ اسی طرح اہل مکہ کے یہاں آپ کی نمائندگی کرتے رہے۔

صفوان بن اُمیہ سے غزوہ حنین کے لیے

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلحہ مستعار لینا

حضرت عروہ بن الزبیر اور موسیٰ بن عقبہ کی مشترکہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ کے پاس پیغام بھیجا، مقصد اس جنگی سامان کا حصول تھا جس کے متعلق آپ کو علم ہوا تھا کہ اُس کے پاس ہے۔ اُس سے اس کے متعلق سوال ہوا تو اس نے ضمانت کی بات کی کہ کہیں آپ غصب ہی نہ کر لیں۔ حضور محترم نے فرمایا کہ سامان تو تمہارا ہے نہ دو، تمہاری مرضی، عاریت کے طور پر دے دو تو واپسی پر میری ضمانت۔ اس پر صفوان نے کہا کہ ضمانت ہے تو پھر کوئی بات نہیں، میں عاریتہ دے دوں گا، اور اُس نے اسی دن دے بھی دیا۔ اہل سیرت کا خیال ہے کہ سوزر ہیں اور متعلقہ سامان تھا۔ اصل یہ ہے کہ صفوان کے پاس بہت اسلحہ تھا۔ ”وہ کثیر السلاح“ مشہور تھا، اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں بات کی وہ مان گیا۔

غزوہ حنین

یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ہی متصل ۸ھ میں پیش آیا۔ سبب یہ بنا کہ بنو ہوازن دشمن تیر انداز قبیلہ) کو فتح مکہ کی خبر ملی تو ان کو مالک بن عوف النضری نے جمع کیا اور ساتھ ہی ساتھ بنو ثقیف، بنو نصر بن معاویہ اور بنو سعد وغیرہ کو بھی جمع کیا۔ یہ سب جمع ہو کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف چل نکلے اور لوگوں نے اپنے مال و منال، خواتین اور بچے تک ساتھ لے لیے ”او طاس“ میں یہ پہنچے تو اور لوگ بھی ان کے پاس مجتمع ہو گئے۔ حضور اقدس نے اس کی تفصیلات سنیں تو عبد اللہ بن ابی حدردہ اسلمی کو حالات کی خبر لانے کی غرض سے بھیجا۔ وہ تشریف لے گئے اور واپس آ کر حضور اقدس کو ان کے عزائم سے آگاہ کیا، چنانچہ آپ آگے بڑھ کر ہوازن کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت عروہ اور موسیٰ بن عقبہ

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے مکہ معظمہ کو فتح کر دیا اور اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں تو آپ ہوازن کی طرف تشریف لے چلے۔ اہل مکہ بھی ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ کسی کے پیش نظر لڑائی نہ تھی۔ جدنے والے پیدل بھی تھے سوار بھی، حتیٰ کہ عورتیں بھی تھیں اور اس طرح کہ وہ مسلمان نہ تھیں، وہ محض تماشا بین کے طور پر ساتھ تھے کہ حالات کو دیکھیں اور شاید کوئی مالی فائدہ بھی ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں اس بات کی قطعاً پروا نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کے رفقا کو کوئی صدمہ پہنچے۔ گویا پہنچتا ہے تو پہنچے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب ساتھ تھے، صفوان بن امیہ مشرک ہونے کے باوصف ساتھ تھا اس کی اہلیہ مسلمان ہو گئی تھیں، لیکن ابھی تک دونوں کے درمیان تفریق نہ ہوئی تھی۔

ان دنوں مشرکین کا سربراہ مالک بن عوف النصری تھا اور اس کے ساتھ درید بن الصمہ، حالت یہ تھی کہ تکبر و غرور کے سبب اکڑ رہا تھا اور غصے سے کانپ رہا تھا۔ انھوں نے عورتیں اور بچے تک ساتھ کر لیے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی حدرہ کو بھیجا۔ انھوں نے رات وہاں گزاری اور وہ گفتگو سنی جو مالک بن عوف اپنے رفقا سے کر رہا تھا، اس نے کہا :

”صبح کے وقت تم ان پر پل پڑو۔ اس طرح جس طرح ایک شخص ہوتا ہے

یعنی یک جہتی کے ساتھ۔ اپنی تلواروں کی نیائیں توڑ ڈالو۔ ایک صف اپنے

مولشیوں کی بنا لو اور ایک اپنی عورتوں کی۔ (مقصد یہ تھا کہ واپسی ممکن نہ

رہے پس یا انھیں ختم کر دیں یا خود ختم ہو جائیں)

انھوں نے جب صبح کی تو ابوسفیان، صفوان اور حکیم بن حزام لشکر سے الگ ہو کر ان کے پیچھے کی جانب ہو گئے اور دیکھنے لگے کہ مرکزی کردار کون ادا کرتا ہے۔ لوگوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور حضور اقدس اپنے خچر پر سوار ہو گئے جو جنگی سامان سے خوب لدا ہوا تھا۔ آپ صفوں کے سامنے تشریف لائے، لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور فتح کی خوش خبری سے لوازا، بشرطیکہ صبر سے کام لیا گیا، اور مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اسی اثنائیں مشرکین نے یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کر دیا، جس سے مسلمان ہراسیمہ ہو گئے اور پشت پھیر کر واپس ہونے لگے۔ حارث بن النعمان کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس کے اس وقت ساتھ اور گویا پہرہ دار تھا، جب لوگ بھاگ نکلے۔ میرا خیال ہے کہ لگ بھگ سو افراد کے باقی رہ گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ قریش کا ایک شخص صفوان بن امیہ کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا کہ تمہیں خوش خبری ہو کہ محمد اور اس کے رفقا شکست سے دوچار ہو گئے، واللہ اب یہ لوگ کبھی نہ ابھر سکیں گے۔ صفوان نے اس سے کہا کہ تم بدویوں کے غلبے کی خوش خبری سنار ہے ہو؟ واللہ مجھے بدویوں کے رب سے قریش کا رب زیادہ محبوب ہے اور ساتھ ہی صفوان اس بات سے شدید غضب ناک ہو گیا۔ اور عروہ کے بقول صفوان نے اپنے غلام کو بھیجا اور اس سے کہا کہ سنو کہ ”شعار“ کیلے؟ (جنگی اصطلاح جس سے لوگ جنگ میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں) غلام آیا تو اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ اس طرح پکار رہے ہیں — یا بنی عبد الرحمن، یا بنی عبد اللہ یا بنی عبید اللہ۔ صفوان نے کہا کہ محمد یقیناً غالب ہوں گے۔ یہ الفاظ جنگ میں مسلمان استعمال کرتے تھے اور ان کے جنگی کوڈورڈ

بھی تھے۔ حضور اقدس کا یہ حال تھا کہ جب جنگ و قتال نے پوری طرح مسلمانوں کو لپیٹ میں لے لیا تو آپ اپنے خچر پر رکابوں میں پاؤں ڈال کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے لگے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَنشَدُكَ مَا وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ لَا يَنْفَعُنِي لَهْمَانِ يَظْهَرُونَ عَلَيْنَا۔

اے اللہ اس مقصد کے لیے میری فریاد ہے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا۔ یا اللہ، دشمنانِ دین کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہم پر غلبہ حاصل کریں۔ اور ساتھ ہی اپنے رفقا کو آواز دی۔ اور الگ الگ جماعتوں کو نام لے کر پکارا اور فرمایا۔

لے حد پیہ والے دن کٹ مرنے کی بیعت کرنے والو! اپنے اللہ سے ڈرو،

اپنے اللہ سے ڈرو، تمہارا نبی ناپائیدہ کیفیت میں مبتلا ہے۔

اور ان کو جہاد پر ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! اے بنو فزرج، اے سورہ یقر

کی تلاوت کرتے والو!

الغرض اسی طرح آپ آواز دیتے رہے اور بعض موجود حضرات کو مامور کیا کہ وہ اسی طرح آواز لگائیں۔ ادھر آپ نے کنکریوں سے مٹھی بھری اور انھیں زور سے مشرکوں کے چہروں اور پیشانیوں کی طرف پھینکا اور فرمایا "شَاهَتِ الْوَجُوہ" یعنی چہرے پھر گئے۔

چنانچہ آپ کے رفق جلدی سے واپس پلٹے اور آپ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا "حُمِ الْوَطِيسُ" — میدانِ کارزار گرم ہو گیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کنکریوں کے سیب جو آپ نے پھینکی تھیں اور جن کے پیچھے دستِ قدرت کار فرما تھا، آپ کے دشمنوں کو شکست دی۔ مسلمان و جمعہ سے لڑے، دشمنوں کو

دور تک بھگایا اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ مالک بن عوف بھاگ گیا اور اس نے اپنی قوم کے بعض سرداروں سمیت طائف کے قلعے میں پناہ لی۔ اس موقع پر اہل مکہ کی بڑی تعداد

مسلمان ہو گئی، کیوں کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کی اور اپنے دین کو عزت و سر بلندی سے سرفراز فرمایا (البیہقی)

غزوہ طائف

حنین کی جنگ کے معاً بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ کیوں کہ رؤسائے مشرکین حنین سے بھاگ کر اس کے قلعے میں قلعہ بند ہو گئے تھے، فوراً ان کا تعاقب ضروری تھا۔ حضرت عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس قیدیوں کو "حجرانہ" میں چھوڑ کر خود طائف تشریف لے گئے۔ مکہ کی زمین قیدیوں سے بھر گئی۔

حضور اقدس "الاکمہ" نامی مقام میں قلعہ طائف کے پاس چند رات مقیم رہے، اہل ثقیف جو قلعہ میں محفوظ تھے وہ پتھروں اور چھوٹے نیزوں سے اندر سے حملہ کرتے رہے،

ادھر سے بھی جوابی کارروائی ہوتی رہی حتیٰ کہ دونوں طرف سے بہت سے لوگ کام آئے۔ اس حالت کو دیکھ کر مسلمانوں نے بنو ثقیف کے کھجوروں کے باغات پر ہاتھ ڈالنا تاکہ وہ غضب ناک ہو کر باہر آجائیں۔ حضور اقدس نے مسلمانوں میں سے ہر شخص کو حکم دیا کہ وہ کم از کم پانچ بیلے کاٹے اور ساتھ ہی ایک منادی کے ذمے لگایا کہ وہ زور سے منادی کرے کہ جو نکل کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد و مومن ہوگا۔ اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ ان میں سے ایک جماعت نے نکل کر مسلمانوں کے پاس ہجوم کر لیا اور پناہ لے لی، انہی میں ابو بکرہ بن مسروح بھی تھے جو زیاد بن ابی سفیان کے مال شریک بھائی تھے۔

آپ نے ان سب کو آزاد کر کے ایک ایک شخص ایک ایک مسلمان کے سپرد کر دیا تاکہ مسلمان ان کو پوری حفاظت سے سنبھالیں اور خدمت کریں۔ جب حضور اقدس نے ہر شخص کو پانچ پانچ بیلے کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عمر فاروق حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ تو ایسی سوغات اور اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ اسے کھایا کیوں نہ جائے؟ حضور اقدس نے اس کی اجازت دے دی اور ارشاد فرمایا کہ ”الاول فالاول“ کے اصول کے تحت یہ بیلے ان کی ہیں جنہوں نے کاٹا۔ عیینہ بن معن نے ہر کار کی خدمت میں حاضر ہو کر مخالفین سے گفتگو کی اجازت چاہی شاید کہ الیہ ہدایت کا دروازہ وا ہو جائے۔ حضور اقدس نے اجازت دے دی تو وہ ان کے پاس قلعے میں گئے اور فرمایا۔

”مجھے اپنے باپ کی قسم، تم اپنی اپنی جگہوں پر رہو، واللہ ہم تو بہت گئے گزرے غلام تھے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم حقیقت حال کو پہچان لو تو تم عرب کے مالک بنو جاؤ گے۔ تم اپنے قلعوں میں رہو، اور دیکھو اپنے ہی ہاتھوں سے تمہیں سب کچھ دے دیا جائے گا اور تمہارے درختوں کا نقصان نہ ہوگا۔

پھر وہ رسول اکرم کے پاس گئے تو حضور نے فرمایا عیینہ، تم نے ان سے کیا کہا؟ انہوں نے کہ کہا کہ میں نے انہیں اسلام کا کہا، اس کی طرف دعوت دی، جہنم سے ڈرایا، جنت کی راہ دکھلائی۔ حضور اقدس کو وحی سے علم ہو چکا تھا، آپ نے فرمایا تم صحیح نہیں کہتے

تم نے تو انھیں یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ عیینہ بول اٹھے، اے اللہ کے رسول آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں اس معاملے میں آپ کے سامنے بھی اعتراف جرم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور بھی توبہ کرتا ہوں۔

حین کے مال غنیمت کی تقسیم

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولقۃ القلوب کو ایک ایک سواونٹ مرحمت فرمایا۔ ابوسفیان بن حرب، علقمہ بن علاشہ، مالک بن عوف کو سو سواونٹ عطیہ، لیکن عباس بن مرداس کو سو سے کم دیے، ان کے سوا تک نہ پہنچ پائے۔ عباس بن مرداس نے اس پر کہا۔

کانت تہا با تلاً فیتہا	بکری علی المہر فی الاجماع
والقاضی الحی ان یرقدوا	اذا ہجع الناس لم اہجع
فاصح نہی ونہب العبید	بین عینہ والاقرع
وقد کنت فی الحرب ذات درئ	فلما عطا شیئا ولم امنع
الا اقابل اعطیتہا	عدید فوالئہا الاس بع
وما کان حصن ولا حابس	یفوقان مرداس فی المجمع
وما کنت دون امرئ منہما	ومن تصنع الیوم لا یرفع

حضور اکرم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ تو نے یہ کہا ہے کہ:

اصح نہی ونہب العبید بین الاقرع وعینہ

جناب ابو بکر نے کہا کہ یا رسول اللہ اس نے ایسا نہیں کہا اور میں واللہ العظیم شاعر نہیں، اور آپ کی ذات رحمت سے یہ غصہ؟ آپ نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ تو آپ نے اس کا کہا ہوا مصرعہ پڑھا: بین عینہ والاقرع۔ آپ نے فرمایا دونوں (عینہ اور اقرع) میں سے جس سے ابتدا کرو کوئی نقصان کی بات نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ”میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دو۔“ لوگ ڈر گئے کہ شاید آپ اس کے مثلہ کرنے کا فرما رہے ہیں، لیکن

آپ کا مقصد مزید عطیہ تھا تاکہ زبان بند ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حنین میں آپ کو بہت ہی مال و منال سے نوازا۔ آپ نے تالیفِ قلب کی غرض سے ایسے لوگوں کو تو دیا لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ انھوں نے اس کو محسوس کیا تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اے برادرانِ انصار، کیا یہ واقعہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت سے نوازا الخ۔ آپ جو بات پوچھتے وہ اس کی تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ تیری قوم نے تجھے جھٹلایا اور ہم نے تصدیق کی۔ انھوں نے نکالا ہم نے مدد کی۔ انھوں نے بے ٹھکانہ کیا، ہم نے ٹھکانہ دیا۔ لیکن انصار نے حد درجہ سعادت مندی کا مظاہرہ کیا اور حیبِ رسولِ محترم نے فرمایا کہ:

”تم اس پر خوش نہیں کہ لوگ مال کے ساتھ گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے نبی کے ساتھ“
تو ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور بعض نوجوان جنھوں نے یہ بات کی، لجاجت سے معافی چاہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کے ساتھ غایت درجہ محبت و مروت کا سلوک فرمایا۔

شہدائے حنین

- ۱ : زید بن ربیعہ القرشی (بنو اسد بن عبد العزی)
- ۲ : زید بن زمعہ القرشی (بنو اسد بن عبد العزی)
- ۳ : سراقہ بن الحباب الانصاری (بنو عمرو بن عوف کی ذیلی شاخ بنو عجلان میں سے)

غزوہ تبوک

یہی غزوہ عشرہ کملات ہے جو حیب ۹ھ میں پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکر کی تیاری کا اہتمام فرمایا۔ مقصد شام کی طرف روانگی تھی، آپ نے لوگوں میں اعلان فرمادیا۔ شدید گرمی کا موسم، موسم خریف کا زمانہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ سستی دکھانے لگے اور دومی قوت سے گھبرانے لگے، لیکن راہِ حق میں ثواب کے امیدوار نکل کھڑے ہوئے اور منافق دیک کر بیٹھ گئے اور آپس میں ایسی باتیں کرنے لگے کہ اب محمدؐ کبھی واپس نہ آئیں گے۔

(بلکہ معاذ اللہ رومیوں کے مقابلے میں فنا ہو جائیں گے) اور حضور اکرم کی اطاعت کرنے والوں کو بھی روکنے کی کوشش کرنے لگے جس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ہاں ایسے مسلمان رہ گئے جنہیں غدر تھے۔ (شرعی اعذار تو معتبر ہیں)

حضور اکرم مسجد میں تشریف فرما تھے ”جد بن قیس“ ایک جماعت سمیت حاضر ہوا، اپنی کمزوری وغیرہ کا عذر کر کے مدینہ میں رہ جانے کی درخواست کی۔ حضور اقدس نے اس سے فرمایا تمہیں طاقت و وسعت حاصل ہے۔ تیاری کرو شاید تمہیں رومی عورتوں کے کپڑے اور زیورات غنیمت میں مل جائیں۔ لیکن وہ ٹالتا ہی رہا اور کہنے لگا کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں رومی عورتوں کے حسن کا فریقتہ ہو کر کسی ابتلا کا شکار نہ ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اور اس کے رفقا کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ اٰذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ط اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ط وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ط بِالْكَافِرِيْنَ ط اِنْ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ تَسُوْهُمُ ط وَاِنْ تُصِيبَكَ مُصِيْبَةٌ يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا اٰمُرًا مِّنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُوْنَ ط قُلْ لَّيْ نَصِيْبُنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ط قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا اَحَدَى الْحُسَيْنِيْنَ ط وَحَنُّ نَّتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُصِيبَكُمْ اللّٰهُ بَعْدَ اِيٍّ مِّنْ عِنْدِهِ اَوْ يَأْتِيَنَا ط فَتَرَبَّصُوْا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ط قُلِ الْفَقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّقْبَلَ مِنْكُمْ ط اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِيْنَ ط وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ يَقْبَلُوْا مِنْهُمْ نَفَقَاتِهِمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَرِهُوْنَ ط فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِمَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهِقَ الْاَنْفُسُ ط وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ط وَيَخْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لِمُكْبَرٌ ط وَمَا هُمْ بِمِنْكُمْ وَاَلَيْسَ لَهُمْ قَوْمٌ يُّفَرِّقُوْنَ ط لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَا اَوْ مَغْرَبًا اَوْ مَدَّةً خَلَالًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ ط هُمْ يَخْلَمُوْنَ ط (التوبہ : ۷۹ تا ۸۷)

اور بعضے ان میں سے کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور مگر ابھی (فتنہ) میں نہ ڈال
 بے شک وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہے ہیں کافروں کو
 اگر تجھ کو پہنچے کوئی بخوبی تو وہ بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے کوئی سختی تو کہتے ہیں
 ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور پھر کرب جانیوں خوشیاں کرتے۔ تو کہہ دے
 ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے، وہی ہے کار ساز
 ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ کریں مسلمان۔

تو کہہ دے تم کیا امید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم
 امید واریں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ تعالیٰ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے
 ہاتھوں، سو منتظر ہو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔ کہہ دے مال خرچ کرو خوشی
 سے یا ناخوشی سے، ہرگز قبول نہ ہو گا تم سے، بے شک تم نافرمان لوگ ہو۔ اور
 موقوف نہیں ہو قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے
 اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر ہمارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے
 مگر برے دل سے۔

پس تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے، یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو
 عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں اور نکلے ان کی جان اور
 وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں۔ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کہ وہ بے شک
 تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں بلکہ وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں۔ اگر وہ پائیں کوئی پناہ
 کی جگہ یا غار یا سرگھسانے کو جگہ تو لٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں تڑاتے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو کل علی اللہ کی دولت کے سہارے نکل کھڑے
 ہوئے۔ جو رہ گئے ان میں ایک صاحب ابن عثمہ (یا محض عثمہ) بھی تھا جو بنو عمرو بن عوف
 سے تعلق رکھتا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ تو کیوں رہ گیا؟ اس نے کہا کہ محض "بخوص اور لعب" کے
 سبب میں رہ گیا (بات چیت، گپ شپ اور دل لگی میں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
رَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۚ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كُفِّرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنَّ
نَعْفَ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَآئِفَةٌ ۚ إِنَّمَا أَنْتُمْ مُتَجَرِّمُونَ ۚ الْمُنَافِقُونَ
وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّنْ بَعْضٍ مَّا مَرُّونَ بِالْمُنْكَرِ وَيُنْفِقُونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ
وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۚ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۚ

اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو بات سچیت کرتے تھے اور دل لگی
تو کہہ کیا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے حکموں سے اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے
تھے، بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے، اظہار ایمان کے پیچھے، اگر ہم معاف
کر دیں گے تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے
کہ وہ گنہ گار تھے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے، سکھائی
بات بُری اور چھڑائی بات بھلی اور بند رکھیں اپنی مٹھی، بھول گئے اللہ تعالیٰ کو
سو وہ بھول گیا ان کو۔ تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان۔

تبوک ہی کے سلسلے میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ جب واپس تشریف لا رہے تھے تو بعض
منافق جو بغلیں بجاتے تھے کہ آپ واپس نہ آئیں گے پریشان ہوئے اور راستے میں آگئے، انھوں
نے تدبیر ایسی کرنا چاہی کہ آپ کو راستے میں کسی گھاٹی میں پھینک دیں لیکن واللہ خیر الماکرین
ع — دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔

حجۃ الوداع

حضرت عروہ اپنی خالہ جان سیدتنا عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا ورضوانہ
سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسولِ محترم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال مدینہ سے نکلے، بعض نے
عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا، جب کہ بعض نے دونوں کا۔ حضرت رسولِ محترم
حج کے احرام میں تھے۔ جو محض عمرہ کے احرام میں تھے وہ تو عمرہ کرتے ہی فارغ ہو گئے،
جن کا احرام حج کا تھا یا مشترکہ وہ یومِ نحر تک اسی حال میں رہے۔

جناب مؤلف نے اس کئے بعد ایک نوٹ دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا عروہ جن کی روایات کے حوالے سے یہ تالیف مرتب ہوئی، ان میں جو روایات حجۃ الوداع سے متعلق ہیں ان میں شدید اضطراب ہے اور ویسے بھی یہ مشہور ترین قصہ ہے جس کی تفصیل احادیث و سیرۃ کی کتب میں موجود ہے، اس لیے حضرت عائشہ کی روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت رسول مکرم کا مرض وفات

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول محترم صحت مند تھے تو فرماتے کہ کوئی بنی دینا سے رخصت نہیں ہوتا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔ اس کے بعد اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ بہر طور جب آپ بیمار ہوئے اور سیدنا عمر راضی حاضر ہوئے تو آپ کا سر ان کی گود میں تھا، اچانک غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو آنکھیں چھت کی طرف لگی کی لگی رہ گئیں اور یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْإِسْلَامَ

تو میں سمجھ گئی کہ آپ نے ہمیں پسند نہیں کیا بلکہ اپنے خالق کی ملاقات کو پسند فرمایا اور ساتھ ہی سمجھ گئی کہ آپ ایسی بات فرماتے تھے کہ نبی کو اختیار دیا جاتا ہے۔ اب آپ گویا اپنی مرضی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ جبریل امین نے حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دیا کہ اب کیا خیال ہے؟ روایات میں ہے کہ وفات شریفہ طلوع شمس کے بعد ہوئی۔ اسی سلسلے میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور لوگوں کو سختی سے کہہ رہے تھے کہ خبردار رسول محترم کی موت و قتل کا کیا سوال ہے، آپ پر تو حالت غشی طاری ہے۔ ایسا کہنے والے کی خیر نہیں۔ جب کہ عمرو بن قیس بن زائدہ بن الاصم بن ام مکتوم مسجد کے آخری حصے میں اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ جَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران، ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں، ہو چکے ان سے پہلے بہت رسول۔

در لوگ مسجد میں اس قدر رو رہے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اسی اثنا میں آپ کے عم مکرم حضرت عباس تشریف لائے اور کہا :

”اے لوگو! تم میں سے کسی کے پاس آپ کی وفات کے سلسلے میں کوئی بات ہو تو بتلائے اور کسی کا کوئی مطالبہ ہو تو بھی ؟“

لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے حضرت عمر سے پوچھا۔ انھوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا، تب حضرت عباس نے اعلان کیا ۔

”اے لوگو! اس بات کے گواہ رہو کہ کسی شخص نے آپ کی وفات پر آپ کی طرف کسی قسم کے مطالبے کا تقاضا نہیں کیا۔ اس ذات پاک کی قسم جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی موت سے ہم کنار ہو چکے اور آپ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا۔“

حضرت ابوبکر اپنے گھر سے سوار ہو کر حاضر ہوئے، وہ شدید پریشانی اور غم و اندوہ میں مبتلا تھے۔ مسجد نبوی کے دروازہ پر آکر انھوں نے اپنی بیٹی عائشہ کے حجرے میں جانے کی اجازت مانگی تو اجازت مل گئی، وہ داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ لیٹر وفات پر ہیں اور عورتیں (ازواج مطہرات وغیرہ) اپنا چہرہ ابوبکر سے چھپانے لگیں۔ ہاں حضرت عائشہ نے چہرہ نہ ڈھانپا کہ وہ تو آپ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے رسول محترم کا چہرہ اقدس کھولا۔ اس سے چمٹ گئے، بوسے دیے اور روتے ہوئے کہا کہ وہ بات نہیں جو عمر کہتے ہیں کہ آپ پر غشی ہے بلکہ آپ تو چلے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوبکر کی جان ہے۔ اے اللہ کے رسول آپ پر رحمت ہو آپ کا جینا اور مرنا سبھی خوب ہیں ۔

پھر انھوں نے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور جلدی سے منبر کی طرف تشریف لائے حضرت عمر نے انھیں آتے دیکھا تو بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر منبر کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو آواز دی جس پر وہ بیٹھ گئے اور چپ ہو گئے۔ پھر آپ نے جو دیکھا تھا اس کی شہادت دی اور فرمایا :

”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنی طرف سے موت کا پیغام بھیج کر اس سے ہم کنار

کر دیا ، جب کہ اللہ تعالیٰ خود زندہ ہیں اور ہر وقت تمہارے پاس اور سامنے ہیں اور اسی طرح موت تم میں سے ہر ایک پر مسلط ہوگی حتیٰ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی نہ رہے گا۔

ع اللہ بس باقی ہو س

س موت ہے آخر کوئی کتنا ہی ہو صاحب کمال
حی و قیوم ہے اک فقط ذات رب ذو الجلال
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ الْخ (التوبہ: ۶۵ تا ۶۷)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ، ہو چکے ان سے پہلے بہت رسول۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید کر دیے جائیں ، تو تم پھر جاؤ گے اٹھے پاؤں ؟ اور جو کوئی پھر جائے گا اٹھے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ تعالیٰ کا کچھ ۔ اور اللہ تعالیٰ ثواب دے گا شکر گزاروں کو ۔

» حضرت عمر بول اٹھے کیا یہ آیت قرآن میں ہے ؟ واللہ ، مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے ۔

اور حضرت حق جل و علی مجدد نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا :

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِلَهُمَّ مَيِّتُونَ ۝ (الزمر: ۳۰)

بے شک تجھے بھی مرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں گے ۔

اور ارشاد باری ہے :

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ط لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (القصص: ۲۸)

ہر چیز فنا ہے مگر اس کی ذات ، اُسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ۔

اور ارشاد ربانی ہے :

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهِي ط ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

(الرحمن ۲۶)

جو کوئی ہے زمین پر فتنہ ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے رب کی ۔
(جو) بزرگی اور عظمت والا ہے ۔

مزید ارشاد ہے :

كُلُّ نَفْسٍ ذَآلِقَةٌ الْمَوْتِ ط وَإِنَّمَا تُؤْتَوْنَ أَجُورَ كُثْرَتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ط
(آل عمران : ۱۸۵)

ہر جی کو چھکنی ہے موت ، اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن ۔
حضرت ابو بکر نے مزید فرمایا کہ :

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زندگی عطا فرمائی اور انھیں
اس وقت تک دنیا میں باقی رکھا جب کہ اللہ تعالیٰ کا دین قائم ہو گیا ۔ اللہ تعالیٰ
کا حکم غالب آگیا ، آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ، اس کے راستے میں جدوجہد
کی ۔ پھر اسی راستے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر موت طاری ہوئی ۔
آپ تم سب کو ایک متعینہ راستے پر چھوڑ گئے ۔ پس کوئی ہلاک کرنے
والا ہلاک نہیں کرتا مگر حقیقت حال کی وضاحت کے بعد ۔ پس ہر وہ شخص جو
اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے کبھی اس
پر موت طاری نہیں ہوگی ، اور جو کوئی حضرت محمد کی عبادت کرتا تھا اور ان کو اللہ
معبود کے مقام پر لاتا تھا تو اس کا معبود درخصت ہو گیا ۔

اے لوگو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو ، دین اسلام کو مضبوطی سے تھام لو ، اپنے
رب پر بھروسہ کرو ، دین اسلام قائم رہنے والی چیز ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا
کلمہ مکمل ہو چکا ہے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مدد سے نوازے گا جو اس کے
دین کی عزت و سر بلندی کے لیے جدوجہد کرے گا ۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے سامنے ہے ، وہ روشنی اور شفا کا ذریعہ ہے
اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت سے
سرفراز فرمایا ۔ اس میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیں اور

حرام کیں۔ اللہ کی قسم، ہم اس کی بالکل پروا نہ کریں گے جو ہم پر چڑھائی کرے گا اور ہمیں دھمکائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تلواریں اس وقت تک نیام میں نہ جائیں گی جب تک ہم ان کو اس کے بعد رکھ نہ دیں گے۔ دین اسلام کے مخالفین کے ساتھ اسی طرح جہاد کریں گے، جس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ پس اپنا نفس ہی ایسی چیز ہے جس پر ہر شخص کو پابندی لگانی اور جبر کرنا چاہیے (تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مخالف سمت نہ چل سکے)

پھر آپ مہاجرین سمیت حجرہ رسول کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے بعد غسل، کفن اور جنازے کا اہتمام ہوا۔ فصل اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

وہ وثائق جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کے سلسلے میں تحریر کیے

اہلِ بخران کے لیے آپ کی تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم !

یہ وہ تحریر ہے جو محمدؐ نے، جو نبی اور اللہ کا رسول ہے، اہلِ بخران کے لیے لکھی۔ یہ تحریر اس حق کی بنا پر ہے جو اسے ان پر ایک حکم کے طور پر حاصل ہے۔ اس کا اطلاق ہر کالے، سفید، سُرخ، زرد، آزاد و غلام پر ہوگا اور وہی ان کے متعلق فیصلہ کرے گا۔ معاہدے کے مطابق دو ہزار چلے چھوڑ دیے ہیں، جن میں سے ایک ہزار زنانہ ہوں گے ایک ہزار مردانہ۔ متعینہ خراج سے جو کمی بیشی ہوگی اس کی ذمہ داری متعلقہ جماعت پر ہوگی کہ وہ حساب کتاب کر کے پورا کرے اور جو وہ سوار یوں، گھوڑوں اور زرہوں کے متعلق فیصلہ کریں گے وہ بھی ان سے حساب کے مطابق لیا جائے گا۔ اہلِ بخران کے پاس میرے نمائندے بیس رات قیام کریں گے یا اس سے کچھ کم، اس دوران ان کے ذمہ تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زریں ہوں گی۔ یمن میں کسی قسم کا عذر ہوگا تو ان پر ذمہ داری ہوگی۔ اور میرے نمائندے جو

چیزیں عاریت کے طور پر لیں گے، ان میں سے جو ان سے ضائع ہوگئی اس کی ذمہ داری میرے نمائندوں پر ہوگی تاکہ وہ اس کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

نجران اور اس کے رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پوری پوری ذمہ داری ہے۔ ان کے خون، ان کے مال، ان کی ملت، ان کے گرجے، ان کے مذہبی رہتلا، ان کے اسقف (پادری) ان کے موجود و غائب سب کے حقوق کی ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ہر اس چیز کی حفاظت کی ہم پر ذمہ داری ہوگی۔ چاہے وہ تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں۔ اسی طرح ہمیں یہ حق نہ ہوگا کہ ہم ان کے کسی پادری، بشپ یا مذہبی رہنما کو تبدیل کریں۔ نہ ہی انھیں جنگی لہماں کے لیے جمع کیا جائے گا نہ ہی ان سے عشر لیا جائے گا۔ نہ ہی کسی قافلے کے ذریعے ان کی زمین کو پامال کیا جائے گا، اور جس نے ان سے کچھ ایسا مطالبہ کیا تو اس میں سے نصف اہل نجران کا ہوگا بشرطیکہ اس میں سود کی آمیزش نہ ہو۔ جو سود کھائے گا اس سے ہماری ذمہ داری ختم اور وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ ان کے فتنے و محنت و مشقت اور خیر خواہی ہوگی، ان پر ظلم اور زیادتی کسی طرح کی نہ کی جائے گی۔

اس معاہدے پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معیقیب نے گواہ کے طور پر دستخط کیے۔

اہل نجران کے لیے جو معاہدہ لکھا گیا وہ ایک دوسری روایت سے بھی منقول ہے، جس میں بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ مثلاً حاکم کے ضمن میں چاندی سے منقش کا ذکر ہے، اس کا بھی کہ وہ پورے پورے ہوں گے۔ اسقف یعنی پادری کا ذکر نہیں اور گواہی کے طور پر حضرت ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف نظری، اقرع بن حابس الحنظلی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہے (اس سلسلے میں تفصیلات کتاب الاموال لابن عبید میں فراہم ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح الوثائق السیاسیہ میں بھی تفصیلات مل سکتی ہیں)۔

اہل ثقیف کے لیے معاہدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ محمد النبی، رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تحریر ہے جو اہل ثقیف کے لیے ہے
ان کے حقوق کی ذمہ دار اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے جس کے بغیر کوئی الہ نہیں اور ساتھ ہی محمد
النبی بن عبد اللہ ذمہ دار ہیں۔ مراد وہ حقوق ہیں جن کا ذکر اس تحریر میں ہے۔

ان کی وادیاں اور کھیت ایسے ہیں کہ ان سے کوئی چیز لینی حرام ہے۔ ان میں شکار، کسی
قسم کا ظلم، چوری وغیرہ سب نادرست ہیں۔

”وج“ کے وہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ ان کے گروہوں کے متعلق کوئی خفیہ پلاننگ
نہ ہوگی۔ کوئی مسلمان ان پر غالب ہو کر داخل نہ ہو سکے گا۔ جو وہ چاہیں گے اپنے علاقے
اور زمین میں عمارت وغیرہ بنائیں گے یا ان کو دیسے ہی برابر رکھیں گے۔

انہیں جنگی مہمات کے لیے جمع نہ کیا جائے گا، عشر نہ ہوگا۔ جان و مال کسی معاملے میں انہیں
مجبور نہ کیا جائے گا۔ وہ گویا مسلمانوں میں سے ایک جماعت کے طور پر ہوں گے، وہ مسلمانوں میں
جہاں شامل ہونا چاہیں گے ہو سکیں گے، اور جہاں داخل ہونا پسند کریں گے کوئی پابندی نہ
ہوگی۔

ان کا کوئی قیدی ہو جائے گا تو وہ انہی کا ہوگا، وہ باقی لوگوں کے مقابلے میں اس کے زیادہ
حق دار ہوں گے کہ جو چاہیں سلوک کریں۔ جو ان کے رہن کے سلسلے میں قرضے ہیں ان کی مدت پوری
ہوگی کیوں کہ یہ تو ایسی ذمہ داری ہے جو چپکلی ہوئی ہے، حقوق اللہ سے اس کا تعلق نہیں (بلکہ
ان کا آپس کا معاملہ ہے)

جو قرضے رہن کی شکل میں عکاظ کی منڈی سے متعلق ہیں وہ اس منڈی کے موسم کے اختتام
تک ادا ہوں گے۔ جو قرضے بنو ثقیف کے ایسے ہیں کہ ان کی تحریرات میں ان کا ذکر ہے اور
ان کے پاس ان کی دستاویزات ہیں، تو ان کا اعتبار ہوگا۔ اور جو ان کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں
یا نقد مال ہے یا کوئی جان ہے (حیوان یا انسان) جو غنیمت میں آیا، اس کو انہوں نے سپرد
کر دیا یا ضائع کر دیا ہر شکل میں وہ ادا شدہ متصور ہوگی۔

جو اہل ثقیف سے تعلق رکھنے والا فرد ہے جو غائب ہے یا مال ہے جو موجود نہیں تو
وہ امن کے دور کی طرح اس کا ہی ہوگا بشرطیکہ گواہ ہوں۔ ایسا مال جو اونٹ وغیرہ کی شکل میں

ہو اور جس کو اسی طرح کسی مقصد کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوگا کہ وہ انہی کا ہوگا بشرطیکہ ان کے ذمے کوئی ٹیکس نہ ہو۔

جو ثقیف والوں کا حلیف ہو یا تاجر ہو جو ان سے تجارت کرے اور مسلمان ہو جائے تو اس کے لیے بھی یہی شرائط ہوں گی۔ کوئی شخص ان پر طعن کرے گا یا ظلم کرے گا تو اس کی کسی طرح مدد نہ کی جائے گی بلکہ رسول اور مسلمان ان کی مدد کریں گے۔ جو ان سے نہ ملنا چاہے گا اس کی کوئی پابندی نہ ہوگی۔

منڈیاں اور تجارت گھروں کے صحن میں ہوگی۔ کسی موقع پر ان پر کسی کو امیر بنانا پڑے گا تو ان میں ہی سے کسی کو بنایا جائے گا۔ مثلاً بنی مالک کا امیر ان ہی میں سے ہوگا اور "اخلاف" پر ان کا امیر، اور ثقیف والے قریشیوں کے انگوڑوں کو جو سیراب کریں گے تو اس کے مطابق انھیں حصہ ملے گا۔

کوئی ایسا قرض ہے جس کے ذمہ دار کا علم نہیں تو اس کی تلاش ہوگی۔ مل گیا تو ادا ہوگا ورنہ آئندہ سال جمادی الاولیٰ تک انتظار کیا جائے گا۔ نہ کوئی ملا تو کچھ نہ ہوگا۔

لوگوں کے ذمے جو قرض ہوگا وہ محض اس المال ملے گا (سود وغیرہ بالکل نہیں) کوئی ایسا قرض ہو جس کو اس کے نگران نے فروخت کر دیا ہو تو وہ بیع ہی شمار ہوگی اور نہیں بیچا تو اس کو ایک خاص تناسب سے معاوضہ دیا جائے گا یعنی ۶۔ اونٹ بن کی مختلف عمریں ہوں گی یعنی نصف تین سال کے، نصف دو سال کے لیکن لچھے پلے ہوئے۔ جس کسی نے کوئی کاروبار کیا یا خرید و فروخت کی تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

بنو ثقیف میں مسلمان ہو جانے والے حضرات کے سلسلے میں

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریر

اس تحریر کو حضرت خالد بن سعید نے حضور اکرم کے حکم سے لکھا اور اس پر حضرت علی، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دستخط کیے۔ اس میں تھا کہ:

ان کا چھوٹا کانٹے دار درخت بھی محفوظ ہوگا، اسے کاٹنا نہ جائے گا۔
 شکار نہ کیا جائے گا۔ شکار کو مارا نہیں جائے گا۔ جس نے ایسا کیا اس کے کپڑے
 اتار کر اُسے بید لگائے جائیں گے۔ جس نے زیادتی کی ہو اسے گرفتار کر کے حضور
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے جایا جائے گا۔ کوئی زیادتی نہ کرے گا،
 جن معاملات کا حکم دیا جا رہا ہے ان میں گڑبڑ کرنے والا اپنے اوپر زیادتی کرے گا
 اور وہ تمام ذمہ داریاں جو باقی بنو تقیف کے لیے ہیں ان کے لیے بھی ہوں گی۔

اہل ہجر کے لیے تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے اہل ہجر کے لیے ہے۔ تم سلامت ہو، میں تمہاری
 طرف سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد واضح ہو کہ
 میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ کبھی ہدایت کے بعد گمراہ
 ہو جاؤ اور رشد و سعادت حاصل ہو جانے کے بعد مبادا تم غواہیت و گمراہی کے گڑھے میں
 جا گرو۔

تمہارا وفد میرے پاس آیا، اس وفد میں وہی لوگ تھے جو صاحب حیثیت تھے۔ تم پر
 میرا جو حق ہے اس کو استعمال میں لاؤ تو میں تم سب کو ہجر سے نکال سکتا ہوں، جو تم سے غائب
 ہیں ان کی میں سفارش کروں گا، اور جو موجود ہیں ان کے صاحب فضیلت ہونے کا اعلان
 کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جس سے اُس نے تمہیں نوازا۔ تمہاری کارِ یگری کے
 نمونے میرے پاس پہنچے جو تم سے اچھا ہوگا اس پر بروں کا بوجھ نہیں لادا جائے گا۔ پس جب
 میرے نمائندے آئیں تو ان کی اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سلسلے میں ان کی مدد
 کرنا۔ جو تم میں سے اچھے عمل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ اور میرے نزدیک گمراہ نہ ہوگا۔

اہل ایلہ کے لیے تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے یوحنا بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے پیغام امن ہے۔ ان کی کشتیاں بھی محفوظ اور بری راستوں کی سواریاں بھی امن میں۔ اس پیغام کا تعلق سمندروں سے بھی ہے اور خشکی کے علاقے سے بھی۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے اور ہر اس شخص کی جو اُن کے پاس ہے، اور اس کا فائدہ ہر اس شخص کو ہوگا جو شام، یمن، اور بحیرہ کے علاقے سے یہاں آنے والا ہے۔

جس نے کسی بدعت کا ارتکاب کیا اور نیا طریقہ ایجاد کیا تو اس کا مال درمیان میں رکاوٹ نہ بنے گا بلکہ اس کی سزا اس کو اپنے جسم پر بھگتنا ہوگی۔ رہ گیا مال تو وہ جسے ملے گا اس کے لیے پاک ہوگا۔ یاد رکھو یہ درست نہیں کہ لوگ کسی کو پانی سے روکیں یا سمندر و خشکی کے راستے پر چلنے والے کسی شخص کو منع کریں اور اس کی راہ میں روڑا بنیں۔ (جناب جہیم نے اس تحریر کو لکھا)

اہل خزاعہ کے لیے تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے بدیل، یسر، سروات بن عمرو کے لیے یہ تحریر ہے۔ میں تمہاری طرف سے اس مالک حقیقی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں جو تمہارے اس کا کوئی سوا بھی نہیں۔ میں تمہارے دکھ پہنچانے کی وجہ سے دکھی نہیں ہوں اور نہ ہی تمہیں نصیحت کرنا چھوڑوں گا۔

اہل تہامہ میں سے تم سب سے زیادہ میرے لیے قابلِ اکرام ہو اور صلہ رحمی کے سبب تم اور تمہارے متبعین میرے بہت زیادہ قریب ہیں۔۔۔ تم میں سے جس نے ہجرت کی اس کے

لیے میں نے اسی طرح حق لیا جس طرح اپنے لیے، اگرچہ وہ اپنی ہی زمین پر ہو۔ مکہ میں رہ جانے والوں کا معاملہ بھی ایسا نہیں۔ ہاں حج اور عمرہ کرنے والے کی بات دوسری ہے۔ میں تمہیں سلامتی کا پیغام دیتا ہوں۔ میری طرف سے تمہیں کسی طرح ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مگر لو! علقمہ بن علاشہ اور اس کے بیٹے نے اسلام قبول کر لیا، ہجرت کر لی اور انھوں نے اپنے متبعین سمیت بیعت کر لی اور اپنے متبعین کے لیے اسی طرح حصہ لیا جس طرح اپنے لیے لیا۔ حل و حرمت میں ہمارے بعض کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ میں تمہارے دعوؤں میں تمہیں جھٹلاتا نہیں اور نہ تمہیں مطعون کرتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تمہاری حیات ابدی کے لیے درخواست کرتا ہوں۔

زرعہ بن ذی یزن کے لیے تحریر

حضور اقدس محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے زرعہ بن ذی یزن کو لکھا: میرے نمائندے — معاذ بن جبل، عبد اللہ بن رواحہ، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نبار، مالک بن مرارہ تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ میں تمہیں ان کے ساتھ خیر اور بھلائی کا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔

تمہارے پاس جو صدقات اور جزیہ کی رقوم ہیں وہ میرے نمائندوں کے سپرد کر دو۔ اس قافلے کے امیر معاذ بن جبل ہوں گے۔ لازم ہے کہ یہ تمہارے پاس سے ہنسی خوشی واپس آئیں۔ یاد رکھو — محمدؐ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ مالک بن مرارہ راہوی نے مجھے بتلایا ہے کہ آل حمیر میں سے تمہیں سب سے پہلے اسلام لانے کی توفیق نصیب ہوئی اور یہ کہ تم نے مشرکوں کی رفاقت چھوڑ دی ہے۔ میری طرف سے تمہیں خیر کی بشارت ہو۔ اسے آل حمیر، میں تمہیں خیر کی نصیحت کرتا ہوں، خیانت سے کام نہ لینا، آپس میں جھگڑنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول تم میں سے ہر شخص کا دوست اور ہی خواہ ہے چاہے وہ غنی ہو یا فقیر۔

جہاں تک صدقے کا تعلق ہے، وہ محمدؐ اور اس کے گھر والوں کے لیے حلال نہیں

یہ زکوٰۃ ہے جسے تم مومن فقیروں کے لیے علیحدہ کرتے ہو اور اس کے ذریعے اپنی پاکیزگی کا اہتمام کرتے ہو۔ مالک نے خبر صحیح صحیح پہنچائی اور مخفی امور کی خوب خوب حفاظت کی اور میں نے اپنے متعلقین میں صالح ترین اور نہایت دین دار حضرات کا انتخاب کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ میرے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ میں تمہیں ان کے ساتھ بارگاہِ خیر اور بھلائی کی تلقین کرتا ہوں۔ ان کی طرف سے بھی (یعنی نمائندگانِ رسول کی طرف سے) خیر ہی کی امید ہے۔

والسلام

ضمیمہ جات:

ضمیمہ: ۱

خلیفہ عبد الملک بن مروان

اور دوسرے حضرات کے نام حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب

جس کا تعلق بیعت عقبہ اور ہجرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل حبشہ کی طرف بہت سے خوش قسمت

لوگوں نے ہجرت کی اور پھر حالات کے کسی قدر پرسکون ہو جانے پر ان میں سے بہت سے

حضرات واپس آ گئے۔ اب صورت یہ تھی کہ اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا اور ان کی

نفری بڑھ رہی تھی۔ اُدھر مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور برابر ہو رہے

تھے اور مدینہ میں اسلام پھیل رہا تھا اور مدینہ کے لوگ مکہ آرہے تھے۔ قریش نے یہ صورت

دیکھی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ مسلمانوں کو مزید ابتلا میں ڈالا جائے اور ان پر سختی کی جائے۔

چنانچہ انھوں نے اپنے اس منصوبے اور مہم پر عمل شروع کر دیا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب

دی، جس کے نتیجے میں مسلمان ایک بار پھر شدید آزمائش اور پریشانیوں کا شکار ہو گئے۔

یہ تو گویا آخری آزمائش اور آخری فتنہ تھا۔ اس طرح گویا دو فتنے اور دو آزمائشیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو وہ جب وہ حالات کے ابتلا کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے حبشہ گئے اور انھیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اور دوسرا جب وہ واپس آئے اور انھوں نے دیکھا کہ مدینہ سے بہت سے لوگ آ کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ سے ستر نقیب آئے (آخری بیعت ہو ۱۳ نبوی میں ہوئی)۔ اس میں ۳۰ مرد اور دو عورتیں تھیں۔ اہل عرب کے اصول کے مطابق دھائی کا ذکر کر کے اکائی کو چھوڑ دیا)

یہ لوگ ان لوگوں کے سردار تھے جنہیں مدینہ منورہ میں اسلام کی توفیق میسر آئی تھی۔ انھوں نے حج کے موقع پر ملاقات کر کے عقبہ میں بیعت کی اور ان سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کا عہد و پیمان کیا کہ ”میں تمہارا اور تم میرے“۔ اور اس بات پر عہد ہوا کہ صحابہ رسول میں سے جو ان کے پاس آئے گا اسے وہ ٹھکانہ دیں گے اور آپ خود آئیں گے تو اسی طرح خدمت و دفاع کریں گے جس طرح اپنے معاملے میں کی جاتی ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر قریش نے اور سختیاں شروع کر دیں تو رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رفقا کو مدینہ منورہ چلے جانے کی اجازت دے دی۔ یہ گویا مکہ معظمہ کی زندگی کی آخری آزمائش تھی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے رسول نے اپنے صحابہ کو نکلنے کا حکم دیا اور خود بھی نکلے، اور اس کے بعد پھر یہ مرحلہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونََ الَّذِينَ كَفَرُوا كَلِمَةً لِلَّهِ ج (الانفال، ۳۹)

اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ تعالیٰ کا

واقعہ بدر الکبریٰ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلیفہ عبد الملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ نے مجھے خط لکھا ہے اور مجھ سے ابوسفیان کے معاملے سے متعلق دریافت کیا ہے کہ اس کے حالات صحیح معنوں میں کیسے تھے؟ تو سنیے کہ ابوسفیان لگ بھگ تتر سواروں

کے شام سے واپس آرہے تھے۔ یہ سب لوگ قریش تھے اور تاجر تھے۔ ان کی واپسی اس حال میں ہو رہی تھی کہ تجارتی اموال ان کے ہمراہ تھے۔ اس کا ذکر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ہوا۔ اس سے پہلے فریقین میں جنگی جھڑپیں ہو چکی تھیں اور چند آدمی مارے جا چکے تھے جن میں ابن الحضرمی بھی تھا جو نخلہ کے مقام میں مارا گیا تھا اور قریش کے چند افراد قیدی بھی ہوئے تھے جن میں سے بعض بنو مغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہی میں ابن کیسان بھی تھا جو ان کا غلام تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش کے قافلے نے انھیں زد میں لے لیا تھا۔ واقعہ بھی ہمراہ تھے جو بنو عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ اس سلسلے میں بھیجے گئے تھے۔ یہی واقعہ حضور اکرم اور قریش کے درمیان جنگ بھڑکانے کا ذریعہ بن گیا اور یہی واقعہ ہے جس میں بعض کا بعض سے مقابلہ ہوا، جنگ کی نوبت آئی۔ یہ واقعہ ابوسفیان اور ان کے رفقا کے شام جانے سے قبل کا ہے۔ پھر جب ابوسفیان اپنے رفقا کے ساتھ واپس آرہے تھے تو انھوں نے ساحل راستہ اختیار کیا۔

چونکہ یہ تجارتی قافلہ اس نیت سے گیا تھا کہ جو نفع ہو اسے اجتماعی طور پر مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جائے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو توجہ دلائی اور مشورہ کیا اور بتلایا کہ اس طرح ان کا آئندہ منصوبہ متاثر ہوگا، اور یہ لوگ بھی تھوڑے ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام محض ابوسفیان اور اس کے رفقا کے تعاقب میں نکلے، مقصد مال غنیمت کا حصول تھا۔ یہی چوڑی لمبائی پیش نظر نہ تھی۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ (الانفال: ۷)

اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے۔

ابوسفیان کو علم ہوا کہ اصحاب محمدؐ اس کا تعرض کرنے والے ہیں تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ یہ صورت ہے۔ تم اپنے تجارتی قافلے کو بچاؤ۔ قریش کو خبر پہنچ گئی۔ قافلے میں کعب بن لوی کی تمام شاخوں کے افراد تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا کو ان حالات کا علم نہ تھا کہ یہ کھچڑی پک رہی ہے حتیٰ کہ آپ بدر پہنچ گئے۔ بدر اس راستے میں واقع تھا جس سے وہ قافلہ آرہا تھا، اس لیے ابوسفیان نے نیچے کا راستہ اختیار کیا،

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حالات کی خبر گیری کے لیے سفر کا ارشاد فرمایا۔ اسی شخص کے حوالے سے حضرت عروہ کی دوسری روایت ہے جن میں عبد الملک بن مردان کے خط اور حضرت عروہ کے جواب کا ذکر ہے۔ اس میں ابوہریرہ کی روایت کے مطابق حالات کا اعادہ ہے اور آخر میں ہے کہ مسلمانوں کے لشکر اور قریش کے لشکر اور تجارتی قافلے کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمائیں۔

إِذَا أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ الدُّنْيَا ۖ (الانفعال: ۴۲)

ابن کيسان جو قیدی غلام تھا، اُس نے بتلا دیا کہ تمہیں مارنے کی غرض سے قریش آگئے اور وہ گیا البوسفیان تو وہ نکل گیا اور باوجودیکہ اُس نے قریش کو روکنا چاہا لیکن اس کی بات قریش نے بھی نہیں مانی اور اب سر پہ آگئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری صورت حال کو دیکھا اور ملاحظہ فرمایا تو آپ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے، وہ تمام گفتگو جو ان کی ہوئی آپ نے سنی تو حضور اقدس نے فرمایا:

مجھے قسم ہے اُس ذات اقدس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر وہ سچ کہہ رہا ہے تو تم یقیناً اُنھیں مارو گے، اور وہ جھوٹا ہے تو تم اُنھیں چھوڑ دو گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ قریش تو آگئے۔ آپ نے فرمایا وہ سچ کہہ رہا ہے، اصل یہ ہے کہ قریش تو اپنے تجارتی قافلے کو بچانے لکھے تھے۔ پھر آپ نے غلام کو بلا کر اُس سے پوچھا تو اُس نے قریش کے متعلق وہی بات بتلائی اور کہا کہ البوسفیان کا مجھے علم نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کتنے افراد ہیں، اُس نے کہا صحیح علم تو نہیں البتہ وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اُنھیں کل شام کھانا کس نے کھلایا تو اُس نے نام بتلایا۔ پھر پوچھا کہ اُس نے اُن کے لیے کتنے اونٹ ذبح کیے؟ اُس نے بتلایا کہ نو اونٹ۔ اگلے وقت کے کھانے کا پوچھا کہ کس نے کھلایا؟ تو اس نے نام بتلایا۔ پھر پوچھا کہ اونٹ کتنے ذبح کیے؟ اُس نے بتلایا کہ دس۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نتیجہ نکالا کہ قوم آج کے دن ۹۰۰ افراد ہزار کے۔ اور واقعہ یہی تھا کہ قریش کا جنگی لشکر اُس دن ۹۵۰ افراد پر مشتمل تھا۔

ان اطلاعات کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ بدر کے کنوئیں

پر قیام فرمایا۔ بعد میں بارش کے سبب اس کے حوضِ پانی سے بھر گئے۔ آپ کے صحابہ نے وہیں صفیں درست کیں اور مخالفین بھی وہیں آگئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر پہنچے تو فرمایا کہ دشمنانِ دین کے ہتھیار نے جانے کی یہی جگہ ہے، یہی ان کا مقتل ہے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ان سے سبقت لے گیا اور بدر میں اس نے پڑاؤ ڈال لیا۔ دشمن جب وہاں آدھکے تو اللہ تعالیٰ کے نبی کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

”اے اللہ۔ یہ قریش ہیں جو فخر و غرور کا سرمایہ لے کر آئے ہیں۔ انھوں نے تجھ سے

لڑائی مول لی، میرے رسول کو جھٹلایا۔ اے میرے رب، جس نصرت و امداد کا وعدہ

ہے، اس کا میں آج سوالی ہیں۔“

وہ سامنے آگئے تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کے چہروں کی طرف مٹی کی مٹھی پھینکی، اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دے دی۔ حضور اقدس کے ساتھ ان کی مڈ بھڑ سے قبل ابوسفیان کا نمائندہ ان کو مل کر بتا چکا تھا کہ قافلہ تجارت سلامت رہ گیا ہے واپس آجاؤ۔ یہ اس وقت ”حجفہ“ نامی مقام میں تھے لیکن انھوں نے اکڑتے ہوئے کہا کہ اب لوٹنے کا سوال نہیں، ہم بدر تک تو جائیں گے اور وہاں تین دن قیام کریں گے۔ دیکھیں گے کون ہمارے سامنے آتا ہے جو آئے گا اس سے لڑیں گے۔ یہ ان کی گیدڑ بھبھکیاں تھیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرَأْيَا النَّاسِ وَايُضِدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (الانفال: ۲۷)

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں

کے دکھانے کو، اور روکتے تھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے، اور اللہ تعالیٰ کے قابو

میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

پس اس کے بعد ان کی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مڈ بھڑ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح سے نوازا، کفر و ضلالت کے ناخداؤں کو شکست و رسوائی سے دوچار کیا اور مسلمانوں کے سینے ان کی رسوائی سے ٹھنڈے ہوئے۔

فتح مکہ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب خلیفہ عبدالملک بن مروان کے نام —۔
 اما بعد! آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فتح مکہ کے دن
 کیوں پرٹھائی کی اور کس کے حکم سے کی؟ اصل قصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت خالد، رسول اکرم
 کے ساتھ تھے۔ جب بنی کریم "بطن مر" سے مکہ معظمہ کے لیے سوار ہوئے، تو اس سے پہلے قریش
 ابوسفیان اور حکیم بن حزام کو رسول اکرم سے ملاقات کے لیے بھیج چکے تھے۔ جب قریش نے
 انہیں بھیجا تو اس وقت انہیں اندازہ نہ تھا کہ رسول اکرم کا رخ ان کی طرف ہے یا طائف کی طرف
 ان دونوں نے بدیل بن ورقا کو ساتھ ملایا اور چاہا کہ وہ ان کے ساتھ جائے۔

یہی تین آدمی تھے جو تھا کوئی نہ تھا۔ قریش نے اُس وقت، جب انہیں بھیجا تو اُن سے کہا،
 تمہارے ساتھ کوئی نہ جائے۔ اس لیے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ محمدؐ کا ارادہ کیا ہے یہ وہ ہماری طرف
 آرہے ہیں یا سوازن کی طرف یا ثقیف کی طرف؟ اس کا سبب یہ تھا کہ ان دنوں حضور اقدس اور
 قریش کے درمیان حدیبیہ کی صلح تھی اور اس کی مدت متعین تھی (دس برس) اس کی کچھ شرائط تھیں،
 انہی کے پیش نظر اس صلح کے دوران بنو بکر قریش کے ساتھ ہو گئے اور معاہدہ دوستی کر لیا۔ بنو کعب
 جو مسلمانوں کے حلیف تھے، ان کا اور بنو بکر کا جھگڑا ہوا، جس میں بنو بکر کی پہل تھی۔ حالانکہ
 معاہدہ صلح میں طے تھا کہ کوئی کسی قسم کا دھوکہ یا تدبیر نہ کرے گا اور نہ ہی تلواریں نکالی جائیں گی۔
 لیکن قریش نے اسلحہ کے ذریعے بنو بکر کی مدد کی۔ بنو کعب نے قریش پر الزام دھرا، اس وجہ
 سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قریش سے جنگ ہوئی۔ اسی دوران "مر الظهران" کے مقام
 پر ابوسفیان، حکیم، اور بدیل کی حضور اقدس سے ملاقات کی۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ آپ یہاں
 تک پہنچ گئے۔ جب ان تینوں کو اس جگہ کا علم ہوا تو وہ حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے
 آپ نے ان تینوں کو اپنے مقدمہ الجیش کے طور پر مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔
 ابوسفیان کا گھر مکہ معظمہ کی اوپر والی چوٹی پر تھا، حکیم کا زیریں حصے میں، ان کے لیے
 اعلان ہوا کہ جو ان کے گھر چلا جائے اسے امن ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اور ہاتھ

روک لیے اسے بھی امن ہے۔ حضرت ابوسفیان اور حکیم کے جانے کے بعد آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ انھیں علم نبوی عطا فرمایا، مہاجرین و انصار کے کچھ سوار ہمراہ کیے اور فرمایا مکہ معظمہ کے بالائی حصے میں ”حجون“ کی جگہ جھنڈا گاڑ دینا۔ نیز فرمایا میری آمد سے قبل آگے نہیں بڑھنا، اور جھنڈے کو گاڑ دینا ہے اور بس۔

اسی کے ساتھ حضور اکرم داخل ہوئے اور خالد بن الولید کو حکم دیا کہ وہ دوسرے رخ سے مکہ میں داخل ہوں۔ اس سے تھوڑی دیر قبل بنو قضاعہ، بنو سلیم اور بعض دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جس رخ سے حضرت خالد کو جانے کا حکم تھا ادھر بنو بکر، بنو الحارث بن عبدمنہ اور بعض دوسرے لوگ تھے جو قریش کے حلیف تھے۔ قریش نے انھیں ادھر بٹھایا ہوا تھا جو ظاہر ہے خالصتہً مقابلے کی غرض تھی۔ اس لیے حضرت خالد کو کسی وجہ میں مقابلہ کرنا پڑا۔ روایات میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ حضور اقدس نے حضرت خالد اور زبیر کو ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں بھیج رہا ہوں جو تم سے لڑنے کی کوشش کرے اور حملہ آور ہو اس کا مقابلہ کرنا۔

جو نبی حضرت خالد مکہ معظمہ کی گھاٹی کی طرف سے داخل ہوئے بنو بکر وغیرہ نے مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دی، اس موقع پر اس کے سوا مکہ معظمہ میں کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ ہاں بنو محارب بن قہر کا ایک شخص کرز بن جابر اور ابن الاشعر جو بنو کعب سے متعلق تھے، اور یہ دونوں حضرات حضرت زبیر کے قافلے میں تھے، انھوں نے وہ راستہ چھوڑ کر ”کدۃ“ کا راستہ اختیار کیا، وہاں قریش کی ایک ٹکڑی تھی ان سے ان کی مڈ بھیڑ ہوئی۔ ان دو جزوی واقعات کے علاوہ کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ حضور اقدس مکہ معظمہ تشریف لائے، لوگ آپ کی خدمت میں ٹوٹ پڑے، اسلام پر بیعت کی اور اس طرح اہل مکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسلمان ہو گئے۔ آپ ان کے پاس لگ بھگ نصف مہینہ ٹھہرے رہے، اس کے بعد ہوازن و ثقیف کے پاس حنین میں آتا ہوا۔

حنین اور ہوازن سے متعلق

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال ۸ھ میں

لگ بھگ نصف ماہ مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد ہوازن و ثقیف کی شہر اتوں کا قلعہ قمع کرنے کی عرض سے حنین تشریف لائے۔ حنین، قدامتِ حجاز کی طرف ایک وادی کا نام ہے، ہوازن و ثقیف والے ان دنوں حضور اکرم سے لڑائی کے ارادے کر رہے تھے اور وہ اسی وقت سے تیاریوں میں مشغول تھے اور جمع ہو رہے تھے، جب سے انھوں نے حضور اکرم کی مدینہ سے روانگی کا سنا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ حضور اقدس نکل ہی ہمارے لیے رہے ہیں، جب انھیں یہ خبر پہنچی کہ آپ مکہ معظمہ پہنچ چکے ہیں تو ہوازن نے آپ کا قصد کر لیا اور عورتیں، بچے حتیٰ کہ مال و منال سب ہمراہ لے لیا۔ بنو نصر کا ایک فرد مالک بن عوف اُن دنوں ہوازن کا سردار تھا۔ اُدھر ثقیف والے اُن کے ساتھ مل گئے اور یہ حنین آپہنچے۔ اب ان کا مقصد صرف حضور اقدس سے لڑنا تھا۔ مکہ معظمہ میں حضور اقدس کو اس کی اطلاع ملی کہ ہوازن و ثقیف حنین آچکے ہیں اور مالک بن عوف انھیں دھکیل کر لانے کا ذمہ دار ہے جو ان کا رئیس ہے تو آپ نے بھی قصد کر لیا اور ان پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو شکست دی۔ اس کا ذکر قرآن عزیز میں بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے (دیکھیے سورہ توبہ) اور جو مال و منال اور عورتیں بچے وہ ساتھ لائے تھے، اللہ تعالیٰ نے بطور غنیمت مسلمانوں کو عطا فرمائے۔ آپ نے یہ تمام چیزیں اور سامان ان قریشیوں کے مابین تقسیم کر دیا جو مسلمان ہو گئے تھے۔

غزوہ طائف

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے فوری طور پر روانہ ہو گئے اور طائف پہنچ گئے۔ نصف مہینہ وہاں قیام رہا۔ بنو ثقیف قلعہ بند تھے ان سے اسی حال میں جنگ ہوئی۔ اس اثنا میں ان میں سے کوئی باہر نہ نکلا اور ارد گرد کے سب لوگ مسلمان ہو گئے اور ان کے وفود حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نصف مہینے کے محاصرے کے بعد حضور اقدس ”جعرانہ تشریف لائے تھے۔ حنین میں جو جنگی قیدی ملے تھے وہ سب آپ کے ساتھ تھے۔ اہل سیرت کے بقول ان قیدیوں کی تعداد چھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ”جعرانہ“ میں ہوازن کے وفد مسلمان ہو کر آئے تو آپ نے ان کی

درخواست پر تمام قیدی آزاد کر دیے اور وہیں سے عمرے کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔
یہ ذی قعدہ کا قصہ ہے ۔

پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مکہ کے
یہاں بطور خلیفہ چھوڑا اور انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو حج کرائیں اور ان کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کریں
اور یہ بھی فرمایا کہ جو ان میں سے حج کرے اسے پروانہ امن دے دیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ہدایات دے کر مدینہ منورہ واپس آگئے۔
جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو اب تکیف کے وفد حاضر ہوئے تو اس قضیہ کا فیصلہ ہوا جس کا
ذکر ہو چکا ہے اور انھوں نے بیعت اسلام کر لی اور جو دستاویز ان کے پاس تھی اس پر گواہیاں
ثبت ہوئیں ۔

ضمیمہ ۲

شرکائے بدر میں سے بقیہ حضرات کے اسمائے گرامی

حضرات شرکائے بدر کے اسمائے گرامی پہلے گزر چکے ہیں، یہاں وہ نام دیے جا رہے ہیں
جنھیں حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر نہیں کیا ۔ بعض اسماء میں اسی طرح اختلاف ہے جس
طرح بعض شخصیات کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بدر میں شریک تھے یا نہیں ؟ بہر حال
مختلف کتب سے حروف تمجی کی ترتیب سے نام لے کر فہرست دی جا رہی ہے ۔

۱ : ابی بن ثابت ۔

۲ : ابو شیخ الانصاری ۔ حضرت حسان کے بھائی ۔

۳ : اربید جمیر

۴ : ابو مخشی ۔ داؤد بن الحصین کے بقول ان کا نام سوید بن مخشی ہے جب کہ ابو مخشر

کہتے ہیں کہ سوید بن عدی نام ہے ۔

۵ : اسعد بن یزید بن الفاکہ الانصاری ۔ لیکن ابن اسحاق سعد بن یزید کہتے ہیں ۔

- ۶ : اسیر بن عمرو بن ابوسلیط الانصاری -
 ۷ : انس بن قتادہ الانصاری - ایک روایت میں ان کا نام "انس" اور ایک میں "الیاس" آیا ہے -
 ۸ : اوس بن خولی الولی الانصاری -
 ۹ : اوس بن معاذ الانصاری (ابو نعیم کے بقول شریک بدر ہیں)
 ۱۰ : یاس بن البکیر بن عبدیلیل -

حرف الباء

- ۱ : بحیر بن ابی بحیر -
 ۲ : بحاث بن ثعلبہ (یہ تو ابن عقبہ کی روایت ہے) اور ابن اسحاق کے بقول یہ لفظ نجاب ہے یعنی نون مکسورہ کے ساتھ -

حرف الشاء

- ۱ : ثابت بن ثعلبہ بن زید الانصاری - ثعلبہ کو "الجذع" بھی کہتے ہیں -
 ۲ : ثابت بن حارث الانصاری (ابو نعیم نے انھیں شرکائے بدر میں شمار کیا ہے)
 ۳ : ثابت بن حسان بن عمرو الانصاری (ابو نعیم کے بقول شرکائے بدر میں سے ہیں)
 ۴ : ثابت بن خالد بن نعمان الخزرجی -
 ۵ : ثابت بن خنسا بن عمرو الانصاری (واقدی کی روایت کے مطابق بدر میں شریک تھے)
 ۶ : ثابت بن ربیعہ الانصاری (ابن عقبہ اور ابی معشر اور واقدی کی روایت کے مطابق بدری ہیں لیکن ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا)
 ۷ : ثابت ہزال بن عمرو الانصاری -
 ۸ : ثعلبہ بن حاطب بن عمرو الانصاری -
 ۹ : ثعلبہ بن ساعدۃ الساعدی (سہل کے بھائی) ابو نعیم انھیں بدری شمار کرتے ہیں -

- ۱۰ : تعلیم بن قیظی بن صخر الانصاری — ابو نعیم کے بقول بدری ہیں ۔
 ۱۱ : ثقف بن عمرو (مالک اور مدح کے بھائی)

حرف الجیم

- ۱ : جاریہ بن حیل الاشجعی ۔ (ابن سائب کے بقول بدری ہیں جب کہ اور کوئی ان کا متبائع نہیں)
 ۲ : جبر بن عتیک بن قیس الانصاری ۔

حرف الحاء

- ۱ : الحارث بن افس — بعض انیس کہتے ہیں اور بعض اوس بن رافع ۔
 ۲ : الحارث بن اوس بن معاذ الاشہلی ۔
 ۳ : الحارث بن ظالم ابو الاعدور الانصاری ۔
 ۴ : الحارث بن عرفجہ بن الحارث الاوسی (ابن عقبہ ، ابن عمارہ ۔ واقدی انھیں بدری شمار کرتے ہیں ، جب کہ ابو معشر اور اسحق نے ذکر نہیں کیا)
 ۵ : الحارث بن قیس بن ہیشہ (صرف ابن عمارہ نے انھیں بدری شمار کیا)۔
 ۶ : حارث بن النعمان بن رافع الانصاری ۔ (بعض نے الحارث لکھا ہے)
 ۷ : حارث بن النعمان بن نفع الانصاری ۔
 ۸ : حاطب بن عمرو بن عبد شمس (سمیل کے بھائی)
 ۹ : حبیب بن الاسود (بنی حرام کے غلام)
 ۱۰ : الحباب بن المنذر بن الجوح (سبھی کا اتفاق ہے کہ یہ بدری ہیں ۔ البتہ ابن اسحق نہیں مانتے لیکن یہ غلط ہے)
 ۱۱ : حرام بن لمحان — لمحان کا نام مالک بن خالد الانصاری ہے ۔
 ۱۲ : الحصین بن الحارث بن المطلب ۔

۱۳ : حمزہ بن المطلب — رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا — سید الشہداء
— شہید احد —

حرف الخاء

- ۱ : خالد بن البکیر (ایاس کے بھائی)
- ۲ : خالد بن زید ابوالیوب الانصاری —
- ۳ : خالد بن قیس بن مالک الانصاری —
- ۴ : خارجہ بن زید الخزرجی (بعض نے عارثہ کہا ہے)
- ۵ : جناب ابویحییٰ (عقبہ بن غزوہ ان کے غلام)
- ۶ : حبیب بن عدی الانصاری (ابو نعیم کے بقول بدری ہیں)
- ۷ : حبیب بن یساف بن عقبہ الانصاری —
- ۸ : خراش بن الصمہ بن عمرو الانصاری
- ۹ : خرم بن الاخرم — فاسک کے بیٹے ہیں — ابو نعیم کے بقول بدری ہیں —
- ۱۰ : خلاد بن رافع بن مالک الزرقی — بعض نے خالد کہا ہے —
- ۱۱ : خلاد بن سؤید الخزرجی —
- ۱۲ : خلاد بن عمرو بن الجموح الانصاری —
- ۱۳ : خلاد بن قیس بن النعمان — ابن عمارہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے بھائی خالد کے ساتھ شریک
بدر تھے — دوسرے حضرات ذکر نہیں کرتے —
- ۱۴ : خلیل بن قیس بن النعمان الانصاری — اسحق اور واقدی نے اسی طرح کہا ہے، جب
کہ عقبہ اور ابو معشر ان کا نام "خلیدہ" بتاتے ہیں اور ابن عمارہ خالد کہتے ہیں۔ دوسرے
حضرات ان کا نام "لبدہ خلیفہ بن عدی الانصاری" بتاتے ہیں —
- ۱۵ : خنیس بن خداقہ بن قیس —
- ۱۶ : خولی بن ابی خولی — ان کا نام عمرو بن خیشمہ ہے —

۱۷: خوات بن جبیر الانصاری — آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، لیکن ”روحاً“ نامی مقام میں انھیں پتھر لگ گیا۔ جس سے زخمی ہو گئے، اس لیے آپ نے انھیں مدینہ منورہ واپس کر دیا اور انھیں مالِ غنیمت میں برابر کا حصہ دیا اور اجر کا حق دار بتایا۔

الذال

۱: ذو شالمین بن عبد عمرو بن قصبہ الغبشانی۔

الراء

- ۱: ربیع بن رافع بن الحارث الانصاری
- ۲: ربیع بن عمرو الانصاری — ابو نعیم کے بقول بدری ہیں۔
- ۳: رخیلہ بن ثعلبہ بن خالد الانصاری۔
- ۴: رفاعہ بن عبد المنذر بن زبیر ابولبابہ — آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی طرف نکلے، لیکن آپ نے انھیں مدینہ منورہ میں امیر بنا کر وہیں چھوڑ دیا اور انھیں سب شہر کا کے ساتھ باقاعدہ حصہ دیا۔

النزاع

- ۱: الزبیر بن العوام بن خویلد۔
- ۲: زید بن الاخرش الجہنی — بعض نے ان کا نام ”زیادہ“ کہا ہے۔ امام زہری انھیں شہر کاٹے بدر میں شمار کرتے ہیں۔
- ۳: زیاد بن کعب بن الخزرج الانصاری۔

السین

- ۱ : سالم بن عمیر بن ثابت الانصاری -
- ۲ : السائب بن عثمان بن مظعون - ابن اسحق ، ابی معشر اور واقدی انھیں بدری شمار کرتے ہیں۔ ابن عقبہ نے ذکر نہیں کیا اور ہشام الکلبی نے کہا ہے کہ جو شریک بدر ہوئے وہ السائب بن مظعون ، عثمان کے بھائی ہیں۔ واقدی اسے وہم کہتے ہیں۔
- ۳ - سبیح بن قیس بن عقبہ الانصاری -
- ۴ - سراقہ بن عمرو الانصاری -
- ۵ - سراقہ بن کعب الانصاری -
- ۶ - سعد بن عثمان بن خلدہ الزرقی -
- ۷ - سعد بن عمیر - کہا جاتا ہے کہ ابو عبیدہ ہی ابو زید الانصاری ہیں -
- ۸ - سعد بن ابی وقاص - ان کا اسم گرامی مالک بن وہیب القرشی ہے -
- ۹ - سعید بن زید بن عمرو بن نفیل - ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ کے ساتھ قریش کے قافلے کی خبر لینے کی غرض سے بھیجا۔ یہ اسی دن کا قصہ ہے ، جس دن حضور اکرم کی بدر میں دشمنوں سے ٹکبھیر ہوئی۔ ان دونوں کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ بھی تجویز فرمایا ، جیسے باقی مجاہدین کو دیا اور انھیں اسی طرح اجر کی خوش خبری دی - پس یہ بدر میں موجود لوگوں کی طرح قرار پائے -
- ۱۰ - سفیان بن نسر بن عمرو الانصاری - بعض نے سفیان بن بشر کہا ہے - ابن سعد

ج : ۲ ، ص : ۸۶)

- ۱۱ - سلمہ بن اسلم بن حریش الانصاری الاشہلی -
- ۱۲ - سلمہ بن ثابت بن وقش -
- ۱۳ - سلیم بن الحارث بن ثعلبہ السلمی -
- ۱۴ - سلیم بن عمرو بن حدیدہ الانصاری -

- ۱۵۔ سلیم بن فہد الانصاری -
 ۱۶۔ سلیم بن ملجان الانصاری -
 ۱۷۔ سلیم ابو کبشہ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم) -
 ۱۸۔ سلیط بن قیس بن عمرو الانصاری -
 ۱۹۔ سماک بن سعد بن ثعلبہ الانصاری -
 ۲۰۔ سنان بن صیفی بن صخر الانصاری -
 ۲۱۔ سنان بن سنان بن محض
 ۲۲۔ سواد بن رزین بن زید الانصاری - واقفی اور ابن عمارہ نے تو ایسے ہی لکھا ہے، لیکن
 ابن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ اسود بن رزن ہیں اور ابن اسحاق اور معشر کے بقول یہ سويد بن
 ذریق ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں -
 ۲۳۔ سواد بن غزیہ بن وہب الانصاری -
 ۲۴۔ سویط بن سعد العبدری -
 ۲۵۔ سهل بن حنیف بن واہب -
 ۲۶۔ سهل بن عتیق بن النعمان الانصاری - ابو معشر کہتے ہیں یہ سهل بن عبیدہ ہیں، لیکن
 یہ غلط ہے -
 ۲۷۔ سهل بن قیس الانصاری -
 ۲۸۔ سهل بن رافع الانصاری -

الشین

- ۱۔ شجاع بن وہب بن ربیعہ -
 ۲۔ شماس بن عثمان المخزومی -

الصاد

- ۱۔ صالح شقران (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم)
- ۲۔ صفوان بن وہب (سیل کے بھائی، ان کی نسبت ان کی مال "بیضا" کی طرف ہے۔
- ۳۔ صہیب بن سنان۔

الضاد

- ۱۔ الضحاک بن عبد عمرو الانصاری۔
- ۲۔ ضمہ بن عمرو الانصاری۔

الطاء

- ۱۔ الطفیل بن الحارث بن المطلب۔
- ۲۔ طلیب بن عمرو بن وہب۔ واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن اسحاق، ابن عقبہ اور ابو معشر نے ذکر نہیں کیا۔
- ۳۔ طلحہ بن عبید اللہ الیتمی۔ سعید بن زید کے ذکر میں گزر چکا کہ یہ سراغ رسانی کی ڈیوٹی پر تھے اور انھیں باقاعدہ غنیمت میں حصہ ملا تھا۔

العين

- ۱۔ عاصم بن ثابت بن الاقلج۔
- ۲۔ عاصم بن عدی بن الجعد۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے لیکن آپ نے انھیں اہل قبا اور اہل عالیہ پر امیر مقرر کر دیا، اور انھیں باقاعدہ حصہ و اجر سے سرفراز فرمایا۔
- ۳۔ عاصم بن العکبر المزنی۔

- ۴ - عاصم بن قیس بن ثابت الانصاری -
- ۵ - عاقل بن البکیر -
- ۶ - عامر بن اُمیہ بن زید الانصاری -
- ۷ - عامر بن البکیر -
- ۸ - عامر بن ربیعہ العدوی -
- ۹ - عامر بن سلمہ الانصاری -
- ۱۰ - عامر بن عبد اللہ ابو عیینہ بن الجراح -
- ۱۱ - عامر بن عوف بن حارثہ الانصاری - (ابو نعیم انھیں بدری کہتے ہیں)
- ۱۲ - عامر بن محمد بن الحارث -
- ۱۳ - عائذ بن معص بن قیس الانصاری -
- ۱۴ - عباد بن بشر بن وقش اوسی -
- ۱۵ - عباد بن قیس بن عامر الانصاری -
- ۱۶ - عباد بن الحشیش بن عمرو الانصاری - (ابن اسحاق اور ابو معشر کی روایت کے مطابق عبادہ اور واقدی اور ابن عمارہ کے بقول "عبیدہ" ہے) -
- ۱۷ - عبادہ بن الصامت الانصاری - بدر کی حاضری کے سلسلے میں اختلاف ہے -
- ۱۸ - عبادہ بن قیس بن کعب الانصاری (ابو نعیم نے انھیں بدری کہا ہے)
- ۱۹ - عبادہ بن قیس بن عبد الانصاری
- ۲۰ - عبد اللہ بن انیس الجہتی
- ۲۱ - عبید اللہ بن جبیر (نوات کے بھائی)
- ۲۲ - عبد اللہ بن جحش الاسدی - (حضرت زینب ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی)
- ۲۳ - عبد اللہ بن حذاقہ السہمی (بدر کی حاضری مختلف فیہ ہے)
- ۲۴ - عبد اللہ بن خنیسہ بن قیس - (صرف ابن عمارہ نے ذکر کیا)
- ۲۵ - عبد اللہ بن زید - (صاحب الاذان - جن کے خواب سے اذان کا مسئلہ حل ہوا)

- ۲۶۔ عبد اللہ بن سراقہ بن المعتمر (صرف ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے)
- ۲۷۔ عبد اللہ بن سعد بن خثیمہ الاوسی (بدر کی حاضری مختلف فیہ ہے)
- ۲۸۔ عبد اللہ بن سہیل بن زید الانصاری -
- ۲۹۔ عبد اللہ بن سہیل بن عمرو (یہ مشرکوں کے ساتھ آئے لیکن مسلمانوں سے مل گئے اور مسلمان ہو گئے)
- ۳۰۔ عبد اللہ بن عبد الاسد الوسلمہ -
- ۳۱۔ عبد اللہ بن عبس الانصاری -
- ۳۲۔ عبد اللہ بن عثمان ابو بکر صدیق اکبر
- ۳۳۔ عبد اللہ بن عرفجہ الانصاری (ابو نعیم کی روایت کے مطابق بدری ہیں)
- ۳۴۔ عبد اللہ بن قیس بن خلدہ الخزرجی
- ۳۵۔ عبد اللہ بن کعب بن زید الانصاری — ابو نعیم بدری کہتے ہیں، ان کو نبی کریم علیہ السلام نے اپنی دوستی میں لے لیا اور بدر کے دن مال غنیمت کا محافظ بنایا -
- ۳۶۔ عبد اللہ بن محرز بن عبد العزی
- ۳۷۔ عبد اللہ بن منطعون عثمان الجہنی کے بھائی -
- ۳۸۔ عبد اللہ بن مسعود المثلی
- ۳۹۔ عبد اللہ بن نعمان بن بلذمر — بلذمر الانصاری کی بھی روایت ہے -
- ۴۰۔ عبد الرحمن بن حنظل ابو عبس الانصاری -
- ۴۱۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ثعلبہ ابو عقیل الانصاری -
- ۴۲۔ عبد الرحمن بن عوف الزہری -
- ۴۳۔ عبد ربیع بن حنظل — حق الانصاری، کہا جاتا ہے -
- ۴۴۔ عبید بن اوس بن مالک الظفری — ابو معشر کے سوا باقیوں نے بدری شمار کیا ہے -
- ابو معشر کا انکار اس کی غلطی ہے -
- ۴۵۔ عبید بن ثعلبہ الانصاری (ابو نعیم کے بقول بدری ہیں)

- ۴۶۔ عبید بن زید بن عامر الانصاری ۔
 ۴۷۔ عبید بن ابی عبید الانصاری ۔
 ۴۸۔ عبس بن عامر بن عدی الانصاری ۔
 ۴۹۔ عقبہ بن ربیعہ بن خالد الانصاری ۔
 ۵۰۔ عقبہ بن زید بن عامر ۔
 ۵۱۔ عقبہ بن عبد اللہ بن صخر الانصاری ۔
 ۵۲۔ عقبہ بن غزوہ بن جابر ۔
 ۵۳۔ عثیک بن النہمان ۔ ابو الہیثم کے بھائی ۔ بعض نے ان کا نام "عبید" لکھا ہے ۔
 ۵۴۔ عثمان بن عفان ۔ انھیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان کی اہلیہ محترمہ) کی بیماری کے سبب مدینہ منورہ میں چھوڑا ۔ انھیں مالِ غنیمت کے حصے سے نوازا ۔ اجرو صبر کی خوش خبری دی ۔ گویا ایسے ہی جیسے موجود ہوں ۔
 ۵۵۔ عثمان بن مظعون الجہمی ۔
 ۵۶۔ عدی بن ابی الرغباۃ الجہمی ۔
 ۵۷۔ عصمہ بن الحصین بن برہہ الانصاری ۔ ابن عمارہ اور واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے ۔ ابن اسحاق اور ابو معشر نے ذکر نہیں کیا ۔
 ۵۸۔ عصیمہ ۔ بنو اسد بن خزیمہ میں سے ہیں ۔ انصار کے حلیف ۔
 ۵۹۔ عصیمہ ۔ اشجع کے حلیف ، ابن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا ۔ ابن اسحاق ، ابو معشر ، واقدی اور ابن عمارہ نے ذکر کیا ہے ۔
 ۶۰۔ عقبہ بن عامر بن ثابی الانصاری ۔
 ۶۱۔ عقبہ بن عمرو ابو مسعود البدری ۔ شعبہ ، حکم سے روایت کرتے ہیں کہ ابو مسعود بدری ہیں ، بخاری میں اس پر سند و دلیل موجود ہے ۔ امام مسلم نے کفایت کے حوالے سے ذکر کیا اور لکھا ہے کہ وہ بدری ہیں ۔ اکثر حضرات کی یہی رائے ہے ۔ ایک روایت

اس کے خلاف ہے اس میں ہے کہ یہ بدر کے کنوئیں پر تو آئے لیکن بدر میں شریک نہیں ہوئے۔

- ۶۲۔ عقبہ بن وہب بن کلدہ الانصاری۔
- ۶۳۔ عقبہ بن وہب بن ربیعہ الاسدی۔
- ۶۴۔ عکاشہ بن محسن الاسدی۔
- ۶۵۔ علی بن ابی طالب ابو الحسن الماشی۔
- ۶۶۔ عمار بن یاسر۔
- ۶۷۔ عمر بن الخطاب ابو حفص العدوی۔
- ۶۸۔ عمرو بن ایاس بن زید الانصاری۔
- ۶۹۔ عمرو بن ثعلبہ بن وہب الانصاری۔
- ۷۰۔ عمرو بن خارجه الخجاری — ابو نعیم انھیں بدری کہتے ہیں۔
- ۷۱۔ عمرو بن طلحہ بن زید الانصاری — ابن عقبہ کے سوا ان کا سب نے ذکر کیا ہے۔
- ۷۲۔ عمرو بن سراقہ بن المعتمر العدوی۔
- ۷۳۔ عمرو بن قیس بن زیاد الخزرجی — ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا البتہ ابو معشر، ابن عمارہ اور واقدی نے ذکر کیا ہے۔
- ۷۴۔ عمرو بن معاذ — حضرت سعد بن معاذ کے بھائی۔
- ۷۵۔ عمرو بن ابی عمرو بن غبہ الفہری — ابو معشر اور واقدی نے تو ان کا ذکر کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ان کا نام عمرو بن الحارث ہے، شاید ابو عمرو کا نام حارث ہو اور ابن اسحاق نے ان کی کنیت ذکر نہ کی ہو۔
- ۷۶۔ عمرو بن ابی السرح بن ربیعہ الفہری — ابو عقبہ، ابن اسحاق اور ابن العلی کی اسی طرح کی روایت ہے لیکن ابو معشر اور واقدی کہتے ہیں کہ ان کا نام "معمر" ہے۔
- ۷۷۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ الانصاری۔
- ۷۸۔ عمیر بن حرام بن عمرو الانصاری۔

۷۹۔ غیر بن حرام بن عمرو الانصاری۔ واقدی اور ابن عمارہ کی روایت یہ ہے کہ یہ بدری ہیں۔ ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابو معشر ذکر نہیں کرتے۔

۸۰۔ غیر بن عوف۔ سہیل بن عمر کے خادم۔ ابن عقبہ، واقدی، ابو معشر کی یہی روایت ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان کا نام "عمرو" ہے۔

۸۱۔ غیر بن سعید بن الازعر۔ ابن اسحاق ہی نے ان کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ نام "عمرو" ہے دارقطنی بھی یہی کہتے ہیں۔

۸۲۔ غنرہ بن عمرو۔ سلیم بن عمرو ابن حدیدہ کے خادم۔

۸۳۔ عوف بن اثاثہ بن عباد۔ مسطح ہی ہیں۔

۸۴۔ عوف بن الحارث۔ ان کا تعارف ان کی والدہ "عفرا" کے نام سے ہے۔

۸۵۔ عویہ بن اشقر الانصاری۔ ابو نعیم انھیں بدری کہتے ہیں۔

۸۶۔ عویم بن ساعدہ بن عائش الانصاری۔

۸۷۔ عیاض بن زہیر بن ابی شداد الفہری۔

الغین

۱۔ غنام ابو جوس بن غنام۔

الفاء

۱۔ الفاکہ بن بشر بن الفاکہ الانصاری۔ واقدی "ابن نضر" کہتے ہیں۔

القاف

۱۔ قدامہ بن منطعون۔ عثمان بن منطعون کے بھائی۔

۲۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ الانصاری۔

۳۔ قیس بن عمرو بن قیس الخزرجی۔ ابو معشر، واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق نے

ذکر نہیں کیا۔

- ۴۔ قیس بن محسن بن خالد الانصاری — اکثر حضرات یہی نام لکھتے ہیں۔ ابن عمارہ قیس بن حصین کہتے ہیں۔
- ۵۔ قیس بن مخلد بن ثعلبہ الانصاری۔

الکاف

- ۱۔ کعب بن حمار الجہنی — انھیں ابن حجاز بھی کہتے ہیں۔ (ابن سعد ج ۲، ص ۱۵۴)
- ۲۔ کعب بن زید بن قیس الانصاری۔
- ۳۔ کعب بن عمرو ابوالیسر الخزرجی۔

حرف المیم

- ۱۔ مالک بن الیقمان ابوالیشم الانصاری۔
- ۲۔ مالک بن ثابت المزنی — اپنی والدہ ”تمیلہ“ کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔
- ۳۔ مالک بن الاشتم بن مر ضحہ۔
- ۴۔ مالک بن رافع الزرقی — رفاعہ کے بھائی — ابونعیم نے انھیں بدری کہا۔
- ۵۔ مالک بن ربیعہ ابواسید الساعدی۔
- ۶۔ مالک بن عمرو — ثقف کے بھائی۔
- ۷۔ مالک بن عمرو بن ثابت ابوحنہ — ایک روایت ”ابوجہ البدری“ ہے۔
- ۸۔ مالک بن ابی خولی — ان کا نام عمرو بن خیشمہ ہے۔
- ۹۔ مالک بن مسعود الانصاری۔
- ۱۰۔ مالک بن قدامہ الانصاری۔
- ۱۱۔ مبشر بن عبدالمعذر الانصاری۔
- ۱۲۔ المجذر بن زیاد البلوئی — المجذر کا نام عبد اللہ ہے۔

- ۱۳۔ محرز بن نضلہ بن عبد اللہ الاسدی ۔
 ۱۴۔ محرز بن عامر بن مالک النجاری ۔
 ۱۵۔ مدلاج بن عمرو ۔ ایک روایت میں نام "مدلج" ہے ۔ ابن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا ۔ ابن اسحاق ، واقدی اور ابو معشر نے کیا ہے ۔
 ۱۶۔ مرہ بن الحباب بن عدی ۔ دارقطنی نے ابن السکیتی سے روایت کی کہ یہ بدری ہیں ۔
 ۱۷۔ مسعود بن اوس بن زید بن اصرم ۔ واقدی ، ابن عمارہ نے ذکر کیا ہے ۔ ابن اسحاق اور ابو معشر نے نہیں کیا ۔
 ۱۸۔ مسعود بن خلدہ بن عامر الزرقی ۔
 ۱۹۔ مسعود بن الربیع ۔ ابن ربیعہ بن عمر القاری ۔
 ۲۰۔ مسعود بن سعد ۔ ایک روایت کے بقول ابن عبد سعد الحارثی نام ہے ۔
 ۲۱۔ مسعود بن سعد بن قیس الزرقی ۔
 ۲۲۔ مصعب بن عمیر بن ہاشم القرشی (علم دار رسول علیہ الصلاۃ والسلام فی بدر واحد)
 ۲۳۔ معاذ بن الحارث بن رفاعہ ۔ معروف ابن عفرۃ
 ۲۴۔ معاذ بن عمرو بن الجموع الخولانی ۔
 ۲۵۔ معاذ بن ماغص بن قیس الانصاری ۔
 ۲۶۔ معبد بن عبادہ بن قشعر ابو حمیضہ ۔ ابو معشر ، ابو عیینہ کہتے ہیں اور بعض حضرات معبد بن عبادہ بن قشیر کہتے ہیں ۔
 ۲۷۔ معبد بن قیس بن صخر الانصاری ۔
 ۲۸۔ معتب بن عبید الانصاری ۔ واقدی ایسے ہی کہتے ہیں اور ابن اسحاق معتب بن عبدہ قرار دیتے ہیں ۔
 ۲۹۔ معتب بن عوف ۔ معروف بہ معتب بن حمراۃ
 ۳۰۔ معتب بن قشیر بن خلیل الانصاری ۔
 ۳۱۔ معقل بن المنذر بن سرح الانصاری
 ۳۲۔ معمر بن الحارث الحمی ۔

- ۳۳۔ معن بن عدی بن الجعد بن العجلان ۔
 ۳۴۔ معوذ بن الحارث ۔ اپنی والدہ عفرہ کے حوالے سے معروف ہیں ۔
 ۳۵۔ معوذ بن عمرو بن الجموح ۔ ابن عقبہ، ابی معشر اور واقدی کی روایت میں بدری ہیں ۔ ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا ۔
 ۳۶۔ ملیل بن ویرہ بن خالد الانصاری ۔
 ۳۷۔ المنذر بن عمرو بن خنیس الانصاری ۔
 ۳۸۔ المنذر بن قدامہ الاوسی ۔ مالک کے بھائی ۔
 ۳۹۔ المنذر بن محمد بن عقبہ الاوسی ۔
 ۴۰۔ مہجع بن صالح ۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ۔

النون

- ۱۔ نصر بن الحارث بن عبد رزاح القطری ۔ ابن اسحاق ان کا نام ”نمیر“ کہتے ہیں ۔
 باقی سب ”نصر“ ۔
 ۲۔ النعمان بن ثابت البوضیاح ۔
 ۳۔ النعمان بن سنان ۔ بنو عبید بن عدی کے خادم ۔
 ۴۔ النعمان بن عبد عمرو النجاری ۔
 ۵۔ النعمان بن عمرو بن رفاعہ النجاری ۔
 ۶۔ النعمان بن عقر ۔ ابن عقر بھی کہا گیا ہے ۔
 ۷۔ النعمان بن مالک بن ثعلبہ بن وعد ۔ ابن قوئل کے نام سے معروف ہیں ۔ ابن عمارہ کہتے ہیں کہ بدری بزرگ اصل میں ”النعمان الاعرج“ ہیں اور وہ ابن مالک بن ثعلبہ بن احرم ہیں ۔
 ۸۔ النعمان بن ابی خزیمہ ۔ خزیمہ الانصاری بھی کہا گیا ہے ۔
 ۹۔ توئل بن عبد اللہ نضلہ الانصاری ۔

الواو

- ۱ - واقد بن عبد اللہ حلیف بنی عدی -
- ۲ - ذریعہ بن عمرو الجہن - ابن اسحاق، واقدی نے ایسے ہی کہا ہے - ابو معشر "رفاعہ" کہتے ہیں -
- ۳ - ورقہ بن الیاس الانصاری - ورقہ یا وزقہ بھی روایات میں آتا ہے -
- ۴ - وہب بن سعد ابی سرح - ابن عقبہ، ابی معشر، واقدی نے انھیں بدری شمار کیا ہے - ابن اسحاق نے نہیں کیا -
- ۵ - وہب بن محسن البوسنان الاسدی - عکاشہ کے بھائی -

الہاء

- ۱ - ہبیل بن وبراہ الانصاری - وارقطنی نے حضرت غزوہ سے نقل کیا -
- ۲ - ہشام بن عقبہ بن ربیعہ - حذیفہ کے والد - ہیشم بھی ان کا نام لکھا ہے -
- ۳ - ہلال بن المعلی بن لوزان الانصاری - ابو معشر، ابن عقبہ، واقدی، ابن عمارہ انھیں بدری کہتے ہیں ابن اسحاق نے نہیں -

الیاء

- ۱ - یزید بن المحارث بن قیس - ابن فہم کا معرب ہے -
- ۲ - یزید بن رقیش بن رباب -
- ۳ - یزید بن المرزبن بن قیس الانصاری - ابو معشر کے سوا سب نے ان کا ذکر کیا ہے -
- ۴ - یزید بن المنذر بن سرح الانصاری -

اپنی کنیت سے مشہور حضرات

- ۱۔ ابوالحمرؓ - الحارث رفاعہ کے خادم۔
 - ۲۔ ابو خزیمہ بن اوس بن زید - مسعود بن اوس کے بھائی۔
 - ۳۔ ابوسبرہ بن الحارثم۔
 - ۴۔ ابومیل بن الازہر۔
- ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بدری ہونے کا علم ہو سکا ہے، اختلاف بھی ہے اور اس کا ساتھ ساتھ مذکورہ بھی ہے۔
- بدری کہتے ہیں؟ حضرت براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول بدر میں اصحاب رسول، طالوت کی فوج کے برابر تھے جن کا مقابلہ جالوت سے ہوا۔ وہ ۹۱ تھے (بخاری)
- محمد بن سعد کے بقول قریشی مہاجرین، ان کے حلیف خادم وغیرہ بدر میں ابن اسحاق کی گنتی میں ۳۸۰ ہیں۔ واقدی کی گنتی میں ۳۸۵ - اوس قبیلے کے شرکا شخصیں غنیمت سے حصہ ملا اور اجر کی خوش خبری دی گئی وہ موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کی گنتی میں ۶۳ ہیں، ابن اسحاق اور ابی معشر کے بقول ۶۱ ہیں۔ ابو خزیمہ شریک ہوئے وہ واقدی کے بقول ۱۷۰ ہیں جب کہ ابن اسحاق کے بقول ۱۷۰ - تمام مہاجرین و انصار جو شریک بدر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں غنیمت میں شریک کیا اور اجر کی بشارت دی وہ ابن اسحاق کے بقول ۳۱۷ ہیں - ابی معشر اور واقدی کے بقول ۳۱۳ ہیں اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت سے ۳۱۶ (واللہ تعالیٰ اعلم)

بدر کے خوش قسمت شہداء

- بقول ابن اسحاق، بدر کے دن ۱۱ حضرات شہید ہوئے - ۴ قریشی یعنی بجمع - (پہلے شہید) عیمربن ابی وقاش - ذوالشمالین - ابن عبد عمرو اور عاقل بن البکیر - اور سات انصاری بزرگ ہیں -

- ۱۔ سعد بن خیشمہ -
 - ۲۔ یزید بن الحارث -
 - ۳۔ مبشر بن عبد المنذر -
 - ۴۔ ہلال بن المغلی -
 - ۵۔ عوف -
 - ۶۔ معوذ - ہردو "عفر" کے صاحب زادے ہیں -
 - ۷۔ حارث بن سراقہ -
- رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین -

حواشی

۱۔ بیہقی فی دلائل النبوة ج: ۲، ص: ۱۱۹

اس میں شک نہیں کہ نبوت کا بوجھ بہت بخاری ہے اور اس کی شان بہت زیادہ ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ لطف و مہربانی فرمانے والے ہیں، انسان کی کمزور حالت سے باخبر ہیں اس لیے اپنے بنی کو اس کا بوجھ اٹھانے کی غرض سے تدریجاً تیار فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم (بعثت کے بعد) ۱۵ برس مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ بعض آوازیں سنتے اور روشنی دیکھتے، یہ سلسلہ سات برس جاری رہا لیکن آپ نے ظاہری طور پر کوئی چیز نہیں دیکھی۔ آٹھ برس آپ کی طرف وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ دس برس مدینہ منورہ میں مقیم پذیر رہے۔

خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ”میں مکہ معظمہ میں اُس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔ میں اب بھی اسے پہچان سکتا ہوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وحی کے سلسلے میں جو چیز سب سے پہلے نصیب ہوئی وہ سوتے میں سنے خواب تھے۔ آپ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح سامنے آجاتی (بخاری بدء الوحی) اس لیے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جبریل امین علیہ السلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز دی تو یہ معاملہ آپ سے غار حرا میں ان کی گفتگو سے قبل کا ہوگا۔ ابن ابی نعیم کی وجہ سے اس کی سند کمزور ہے، اس لیے یہ کہا گیا کہ اگر ایسا ثابت ہو جائے تو یہ ان دوسرے واقعات کی مانند ہوگا جو بخاری و مسلم سے ثابت ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کو جبریل امین کی ملاقات سے قبل وحی کے لیے بتدریج تیار کیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۲۷ یہاں ابن لیسع نے ابوالاسود سے اور انھوں نے حضرت عروہ سے وہ بات ذکر نہیں کی جس کا ذکر امام زہری نے حضرت خدیجہ طاہرہ کے قبول اسلام کے سلسلے میں کیا ہے (دیکھیں دلائل النبوة للبیہقی ج: ۱، ص ۴۰۶) اسی لیے ہم نے اس کو متن سے ساقط کر دیا ہے۔ وہ قول یہ ہے۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ پہلی خاتون (پہلا انسان ہیں) جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور صلاۃ کے فرض ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ کے رسول کی تصدیق کی۔ اس روایت میں بعض الفاظ زیادہ ہیں اور بعض محذوف اور بعض الفاظ مختلف ہیں جیسا کہ صحیح بخاری باب ”بدء الوحی“ (پہلی ہی روایت) میں آیا ہے۔

۲۸ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ایوداؤد طیاسی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک پتھر تھا جو بعثت کے دور کی راتوں میں مجھے سلام کرتا، اگر میں اُس کے پاس سے اب گذروں تو اب بھی اسے پہچان لوں گا۔ البدایہ والنہایہ ج: ۳، ص ۱۶

۲۹ زید بن عمرو بن نفیل اور دین صحیح کی تلاش کے سلسلے میں ان کی داستان کے متعلق دیکھیں (بخاری، کتاب المناقب ج: ۴، ص ۳۲-۳۳ مطبوعہ استنبول) اس میں ہے کہ زید شام آئے، مقصد دین کی تلاش تھی۔ ایک یہودی عالم سے وہ ملے اور اس سے ان کے دین کے متعلق پوچھا اور کہا کہ

پس تو مجھے اس سلسلے میں باخبر کر، اس نے کہا کہ تو اس وقت تک ہمارے دین میں نہیں آسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے غضب سے (جو ہم پر نازل ہوا) اپنا حصہ نہ لے لے، زید نے کہا کہ نہ تو میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے راہ فرار اختیار کر سکتا ہوں اور نہ

ہی اس کے تجمل کی بات کرتا ہوں اور نہ میرے اندر اس کی استطاعت ہے، کیا تیرے لیے ممکن ہے کہ تو اس دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کی مجھے رہنمائی کرے۔۔۔۔۔؟

سبحان اللہ تعالیٰ، کیا خوب اُن کی عقل تھی اور کتنی صحیح اُن کی فطرت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے بالکل سچ فرمایا کہ:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ،

۵۰ فی دلائل النبوة للبيهقي: دعاء: والتصحيح من البدايه والنهايه ج: ۳

ص: ۱۲۰

۵۱ دلائل النبوة للبيهقي ج: ۱، ص: ۳۹۸-۴۰۱۔ یہ زہری سے موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے۔ پھر انھوں نے اس روایت کے آخر میں کہا۔ پس جبریل امین نے پانی کا ایک چشمہ کھولا اور وضو کیا۔ حضور علیہ السلام ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جبریل نے اپنے چہرے کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر بیت اللہ کی طرف توجہ کر کے ۲ رکعت ادا کیں۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح کیا جس طرح جبریل امین نے کیا (ابن ابی عمیر نے ابوالاسود سے اور انھوں نے حضرت عروہ سے اس واقعے کو اسی طرح نقل کیا، البتہ اس میں کچھ زیادہ بھی ہے)۔ سند یوں ہے۔

اخبرنا بذلك ابو المحسين بن الفضل — عبد الله بن جعفر — يعقوب بن سفيان — عمرو بن خالد وحسان بن عبد الله — ابن لهيعة — ابو عبد الله الحافظ — ابو جعفر البغدادي — ابو علاشه — محمد بن عمرو بن خالد — محمد بن خالد — خالد — ابن لهيعة — ابوالاسود — عروہ —

۵۲ حیات عن ابی اسامہ، عن الحسن بن موسیٰ عن ابی امیہ عن عقیل بن خالد عن الزہری عن عروہ عن اسامہ عن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ ابتدا میں جب رسول اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل نے تشریف لا کر آپ کو وضو سکھایا۔ وضو سے فراغت کے بعد پانی کا ایک چلو لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکا۔

(روض الائف سبیلی ج: ۱، ص: ۱۶۲)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ جو نبی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام پر نماز فرض ہوئی، جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ کی ایک بلند جگہ میں آپ کے پاس آئے تو ایک وادی کے عقب میں آپ کو لے گئے۔ وہاں سے چشمہ پھوٹا اس سے جبریل نے وضو کیا۔ رسول مکرم انھیں دیکھ رہے تھے۔ مقصد آپ کو وضو کا طریقہ سکھانا تھا چنانچہ اسی طرح آپ نے وضو کیا، پھر جبریل امین آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ سے مل کر نماز ادا کی، پھر وہ لوٹ گئے۔

۵۵ حاقظ ابن عبد البر سے یہ عنوان لیا گیا۔ (دیکھیں الدرر ص: ۳۸)

۵۹ ہجرت حبشہ کے سلسلے میں ابن ہشام ج: ۱، ص: ۲۴۴، ابن عبد البر ص: ۵۰۰۔ ابن حزم ص: ۵۵ میں دیکھیں۔

حبشہ کی ہجرت دوم مرتبہ ہوئی۔ ابن سید الناس فرماتے ہیں (ج: ۱، ص: ۱۱۶) کہ پہلی مرتبہ صحابہ، حبشہ کو نبوت کے پانچویں سال رحیب کے مہینے میں گئے۔ مرد ۱۲، اور عورتیں ۴ تھیں۔ حضرت عروہ سے ابوالاسود کے بقول ۱۱ مرد، اور ۴ عورتیں تھیں۔ ابن اسحاق ۴ عورتوں اور ۱۰ مردوں کا ذکر کرتے ہیں۔ (ج: ۱، ص: ۲۲-۳۲) مزید تفصیل نہایت الارب (ج: ۱۶، ۳۳-۲۳۵) ابن سید الناس فی عیون الاثر ج: ۱، ص: ۱۱۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۱۰ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حبیب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سورہ نجم کی آیت سجدہ پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک شخص (ولید) کے، اُس نے مٹی اٹھا کر سجدہ کر لیا (بخاری تفسیر النجم - فتح الباری ج: ۱، ص: ۱۴-۶۱۵) اس سجدے کا سبب قرآن عزیز کی تاثیر ہے (اس سلسلے میں سید قطب کی تفسیر فی ظلال القرآن ص: ۲۰-۳۴۲ ملاحظہ فرمائیں)

اس قصے کو بہت سے مفسرین اور محدثین نے مختلف حوالوں اور طریقوں سے نقل کیا۔ لیکن خود ابن ابی نعیم کی روایت میں تناقض ہے، کہ شیطان نے یہ کلمات کہے تو مشرکوں نے سنے مسلمانوں نے نہیں۔ مشرک اپنی جگہ مطمئن تھے اور اس بات کا خوب چرچا ہوا حتیٰ کہ یہ بات حبشہ پہنچی تو عثمان بن مظعون جلدی سے واپس لوٹے، اسی شام جبریل کی آمد پر رسول اکرمؐ نے شکایت کی تو انھوں نے برأت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ کلمات من جانب اللہ نہیں، یہ صورت حال حضور علیہ السلام کے لیے وجہ تکلیف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سورہ حج کی آیت ۵۲۔ اسی موقع پر نازل ہوئی۔

مزید اس پر غور فرمائیں کہ ہجرت حبشہ سن ۵ نبوت میں ہوئی۔ مدینہ منورہ کی ہجرت سے قبل، اور ابن ابی نعیم کے بقول یہ پریشانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس موقع پر ہوئی جب سورہ حج کی آیت ۵۲ نازل ہوئی جب کہ اتفاق اس پر ہے کہ سورہ حج تو مدنی سورہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ثلاث الضم ایق العلی کے قصے میں نازل شدہ ہے۔ یہ اور اس قسم کے تناقضات بہت ہیں۔

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسول کے متعلق عادۃً اور عقلاً ایسا محال ہے کہ آپ قرآن پڑھتے پڑھتے معاذ اللہ غیر قرآن ساتھ خلط کر دیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے خلاف ہے جس کا ذکر سورہ قیامہ میں ہے کہ ”اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھنا ہمارا کام ہے“ ساتھ ہی سورہ الحاقہ کی آیات ۴۴ تا ۴۶ میں اس پر سخت وعید ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ دوسرا کلام ملائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ نہ سکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے ایسا کس طرح ممکن ہے؟

شیخ ناصر الدین البانی نے بڑے تفحص کے ساتھ اس واقعہ سے متعلق جملہ روایات جمع کیں اور چھان چھٹک کر کے ان کے باطل ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ (از مترجم)

بہر حال یہ واقعہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا نبی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ قرآن میں غیر قرآن ملا دے۔ وہ کیا کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ایسا کب کرنے دیں گے؟ ایسا ہو جائے لا ینفک اللہ تعالیٰ تو وعدہ عصمت نہایت

کے ساتھ ساتھ خود قرآن کی حقانیت مشکوک ہو جائے۔
 حالات کی صحیح نقاب کشائی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی ص ۴۳۸ اور
 ص ۶۸۳ ملاحظہ فرمائیں۔ (احقر علوی)

۱۱ قریش مکہ کے اس وفد کے سلسلے میں صحیح روایات موجود ہیں۔ مثلاً ام المؤمنین حضرت ام سلمہ
 رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جو خود مہاجرین میں شامل تھیں۔ ان کی روایت میں عمارہ کے
 بجائے عبد اللہ بن ابی ربیعہ کا ذکر ہے۔ دوسرا نام بہر حال عمرو بن عاص کا ہے۔ بعض روایات
 سے قریشی وفد کا دوبار علم ہوتا ہے۔ ایک تو یہی وفد ہے۔ دوسرا وفد بہت دنوں بعد
 یعنی ہجرت رسول علیہ السلام کے بعد بدر کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد بھیجا گیا۔
 (ابن اسحاق ج ۱، ص ۱۱، ۳۴۸-۳۴۹، اور الدرر فی المغازی والسیر ص ۴۰) الدرر میں ہے
 کہ بدر کی شکست اور بہت سے صفت اول کے قریش کے قتل کے بعد عمرو بن العاص اور
 عبد اللہ بن ربیعہ کو بھیجا لیکن دوسرے وفد کا معاملہ قرین فہم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲ ہجرت سے قبل موسم حج میں انصار کے جن حضرات نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و
 اصحابہ وسلم سے ملاقات کی، ان کے ناموں وغیرہ کے سلسلے میں کچھ اختلافات ہیں۔
 ابن اسحاق نے (ج ۱، ص ۲۹-۴۳ میں) پہلی مرتبہ قبیلہ خزرج کے چھ حضرات کا ذکر
 کیا یعنی (۱) اسعد بن زرارہ بن عدس۔ (۲) ابو امامہ (۳) عوف بن الحارث بن رفاعہ۔ (۴) ابن عفران
 (۵) رافع بن مالک بن العجلان (۶) قطیبہ بن عامر بن حدیدہ (۷) عقیبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام
 (۸) جابر بن عبد اللہ بن رعماب بن النعمان۔ اور یہ چھ کے چھ حضرات اللہ تعالیٰ کی توفیق و
 فضل سے مسلمان ہو گئے۔

آئندہ سال اسی موسم میں انصار کے ۱۲ حضرات آئے، انھوں نے حضور اقدس سے عقیبہ
 میں ہی ملاقات کی، اس کو ”عقیبہ اولیٰ“ کہا جاتا ہے۔ گویا اس سے قبل کے چھ حضرات کا
 معاملہ بقول ”صاحب سیرت النبی“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولانا شبلی نعمانی مرحوم مدینہ منورہ

میں اسلام کی ابتدا کلبے (- علوی)

ان حضرات نے حضور اقدس سے ان شرائط پر بیعت کی جن شرائط کا سورہ ممتحنہ میں عورتوں کی بیعت کے ضمن میں ذکر ہے ، یہ بیعت فرضیت جنگ سے قبل کی ہے ۔ (ابن ہشام ج ۱ ، ص ۱۳۱) -

ابن اسحاق نے ان بارہ حضرات کے نام یہ بتلائے ہیں ۔ (۱) اسعد بن زرارہ بن عدس ۔ (۲) عوف بن الحارث بن رفاعہ (۳) معاذ بن الحارث بن رفاعہ (دونوں عفرات کے بیٹے) (۴) رافع بن مالک بن العجلان (۵) ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن محمد بن عامر بن ذریق (۶) عبادہ بن الصامت بن قیس بن اہرم (۷) ابو عبد الرحمن وزید بن ثعلبہ بن خزیمہ بن اہرم (۸) العباس بن عبادہ بن فضلہ بن مالک بن العجلان (۹) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام (۱۰) قطیبہ بن عامر بن حدیدہ یہ سب قبیلہ خزرج کے افراد تھے ۔ (۱۱) ابو الہیثم بن الہیثم ، ان کا نام مالک ہے ۔ (۱۲) عویمر بن ساعدہ ۔ یہ دونوں قبیلہ اوس سے متعلق تھے ۔ (ابن ہشام ج ۱ ، ص ۱۳۱ - ۱۳۲) اس سے بعد ابن اسحاق نے ج ۱ ، ص ۱۳۲ میں " العقیدہ الثانیہ " کا ذکر کیا ۔ ان حضرات کی تعداد ۳۷ مرد اور ۲ عورتوں پر مشتمل تھی ۔ اکثر ارباب سیرت نے " عقیدہ " کی بیعت کے ضمن میں انہی دو (۱۲ اور ۵) افراد کی بیعت (۱۲) کا ذکر کیا ہے ۔ بعض نے تین مرتبہ کا ذکر کیا یعنی ۱۲ ، ۴ اور ۵ افراد کا ۔

مولانا شبلی نے تو پہلے سال (سن ۱۱ جوت) کو حضرت نبی کریم اور ارباب مدینہ کے باہمی رابطے سے تعبیر کیا ، باقی دو سال (سن ۱۲ ، سن ۱۳ نبوت) کو " بیعت عقبہ اولی ، ثانیہ " بتلایا ۔ بعض حضرات نے اور تعبیرات پیش کیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ تفصیلات اہمات کتب سیرت میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۳۷ مسند احمد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ ایک رات قریش نے مشورہ کیا ، بعض نے تو کہا کہ صبح کے وقت انھیں مضبوط یا نڈھ دو ، بعض نے قتل اور بعض نے نکالے جانے کا مشورہ دیا ، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مطلع کر دیا ، چنانچہ اُس رات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بستر پر

سو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل کر غار ثور پہنچ گئے۔ مشرک ادا کو گویا حضرت علی کا پہرہ دیتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ حضور کا پہرہ دے رہے ہیں۔ صبح کے وقت وہ آپ پر ٹوٹ پڑتا چاہتے تھے کہ انھوں نے ناگماں آپ کے بجائے حضرت علی کو دیکھا، اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر ان پر الٹ دی۔ اب حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کے رفیق کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ مجھے کیا معلوم؟ یہ شرمندہ ہو کر تلاش میں نکلے تو پہاڑ تک پہنچ گئے اور اس پر چڑھ گئے لیکن انھوں نے پہاڑ کے دروازے پر لکڑی کا جالادیکھا تو کہنے لگے کہ یہاں کوئی داخل ہوا ہوتا تو لکڑی کا جالانہ ہوتا۔ حضور اقدس اس میں تین رات مقیم رہے۔ امام ابن کثیر اس کی سند حسن بتلاتے ہیں (البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۱۸۳)

۱۲۲ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش الاسدی کو ”بدر الاولیٰ“ سے واپسی پر رجب میں ۸ ہجری کے ساتھ بھیجا۔ ایک خط تحریر کر کے فرمایا کہ دو دن سفر کر کے پھر اسے کھولنا۔ انھوں نے دو دن کے بعد جو کھولا تو اس میں تھا ”کہ حبیب میرا خط دیکھو تو مکہ اور طائف کے درمیان اترنا اور قریش کی گھات میں بیٹھ جانا۔“ جب یہ حضرات وادی میں اترے تو قریش کا ایک قافلہ گزرا جس میں عمرو بن الحضرمی بھی تھا۔ اس کو واقعہ بن عبد اللہ القیمی نے تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو قیدی بنا لیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۲۲۹)

۱۲۳ اس سلسلے میں امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل النبوة ج ۲، ص ۳۹۲ میں خاصی تفصیلاً فراہم کی ہیں۔

۱۲۴ اس سے متصل آگے ترجمہ یہ ہے۔
گویا وہ ہانکے جلتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے، اور جس وقت تم سے وعدہ کرتا

اللہ تعالیٰ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے، سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے برط کافروں کی تاکہ سچا کر سے سچ کو اور جھوٹا برص نے جھوٹ کو اور اگرچہ ناراض ہوں گے گار۔
 ۱۷۰ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اور یہ تو دی اللہ تعالیٰ نے فقط خوش خبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور (حقیقی) مدد نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ایسے شک اللہ تعالیٰ زور آور ہے۔ حکمت والا۔

۱۷۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

ابن ہشام ج: ۱، ص: ۷۰۶ - ۷۰۷ - الواقدی ص: ۱۵۲ - ۱۷۲ - البخاری

کتاب المغازی - ابن حجر: فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۹ - ۳۲۸ -

ابن عبد البر ص: ۱۲۱ - ۱۳۸ - ابن حزم ص: ۱۱۴ - ۱۴۶

ابن سید الناس ج: ۱، ص: ۸۳ - ۲۷۲

ابن جوزی فی تلخیص قوم اہل الاثر ص: ۳۷ - ۴۲۴ (حروف تہجی کے اعتبار سے)

حضرات بدرین کے اسما کے سلسلے میں ارباب سیرت ۹۰٪ تو متفق ہیں۔ کچھ کو اختلاف بھی ہے۔

ابن اسحاق ۳۱۴ کہتے ہیں جن میں سے ۸۳ مہاجرین تھے ۶۱ اوس کے، خزرج کے

۱۷۰ (کل ۳۱۴)

امام بخاری کتاب المغازی میں حضرت امیر الرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے ۳۱۰ سے کچھ

ادب فرماتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ریاست پٹیا لہ کے جج اور معروف عالم مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

کی اس موضوع پر مستقل کتاب اصحاب بدر کے نام سے موجود ہے (احقر علوی)

۱۹ منافق بلکہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ حتیٰ کہ ایک موقع پر اسلام اور رسولِ محترم کی غیرت کھا کر اپنے باپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس سے انھیں منع کیا۔ بدر کے قیدیوں میں رسولِ اکرم کے چچا عباس کے لیے قد کے سبب ابن ابی نے اپنا کرتا انھیں دیا، اس احسان کے جواب میں رسولِ محترم نے اس کی موت پر اپنا کرتہ اس کے کفن کے لیے دیا، جنازے میں شرکت فرمائی گو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ ہو آپ ستر باران کے لیے استغفار کریں، اللہ تعالیٰ اسے اور اس قماش کے لوگوں کو معاف نہ کرے گا۔ منافقین کے سلسلے میں سورۃ المنافقون، سورۃ بقرہ، سورۃ النساء وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

(احقر علوی غفر اللہ لوالدہ ولجميع اخوانہ)

۲۰ جیسا کہ گذر چکا شرکائے بدر کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ ان حضرات کے اسمائے مبارکہ مختلف قدیم اور بنیادی کتب میں بکھرے ہوئے ہیں۔ زیر ترجمہ کتاب کے مرتب نے حضرت عذرہ کے حوالے سے آنے والے نام جمع کر دیے ہیں۔ کچھ مزید متصل ہی نام آگے آرہے ہیں جب کہ الحاقات کے باب میں مزید نام آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(احقر علوی غفر لہ لوالدہ ولاخوانہ جميعا)

۲۱ یہ غزوہ ذوالحجہ میں بدر کے ۲ ماہ بعد پیش آیا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پر حکمران مقرر فرمایا۔

تفصیل — ابن ہشام ج: ۲، ص: ۴۴-۴۵، ابن سعد ج: ۲، ص: ۲۰-۲۱
واقعی ص: ۲-۱۸۱ — ابن عبدالبر ص: ۴۷-۱۴۸ — ابن سید الناس ج: ۱، ص: ۲۴۲
دلائل النبوة وبقی ج: ۲، ص: ۳۳۳

۵۲ تفصیل دیکھیں :

ابن ہشام ج ۳، ص ۵۱-۵۲ - الواقدی ص ۱۸۴ - ابن سعد ج ۱، ص ۲۱-۲۲
 البخاری کتاب المغازی، مسلم کتاب الجہاد، الطبری ج ۲، ص ۸۷-۸۸، ۴۹۱
 مشرکین کی بدر میں شکست پر یہ نامور یہودی کہنے لگا کہ ”ابرجا تازندہ ربنے سے
 بہتر ہے۔“ پھر مکہ چلا گیا، خوب رویا، اشعار میں مرثیے پڑھے، اور ان لوگوں کو حضور
 اقدس سے مزید جنگ پر آمادہ کرنے کی سعی کی۔

ابن سعد کے بقول قتل کی تاریخ، ہجرت سے ۲۵ ویں مہینے ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ
 کی رات ہے۔ ج ۱، ص ۲۱

۵۳ غزوہ بنی النضیر کے سلسلے میں تفصیلات - ابن ہشام ج ۳، ص ۱۹۰، واقدی ص ۲۴۲
 البخاری کتاب المغازی - الطبری ج ۲، ص ۵۵۰ - ابن عبد البر ص ۱۷۷، ۱۷۸
 ابن حزم ص ۱۸۱ - حضرت عروہ کے بقول واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد یہ قصہ پیش آیا -
 بخاری - کتاب المغازی -

الموثائق السیاسیہ ص ۲۶۶ میں ہے کہ عمرو بن امیہ نے بنو کلاب کے دو اشخاص کو قتل کر دیا۔
 بنو کلاب کا حضور اقدس سے معاہدہ دوستی تھا جس کا اسے علم نہ تھا۔ حضور اقدس کو علم ہوا تو آپ
 نے شدید ناراضی کا اظہار فرمایا اور میثاق مدینہ کے تحت یہودی النضیر کے پاس دیت کے سلسلے میں
 تشریف لے گئے۔ انھوں نے اور ہی کر توت کی کہ آپ کو قتل کر دینا چاہا۔

۵۴ تفصیل : ابن ہشام ج ۳، ص ۶۰ - ابن حزم ص ۱۵۶ - الواقدی ص ۶۶ - ۶۷

ابن سید الناس ج ۲، ص ۲ - البخاری : باب المغازی - مسلم : باب الجہاد -
 الطبری ج ۲، ص ۴۹۹ - ابن اسحق کے بقول اس کی تاریخ شوال ۳ھ ہے۔
 (ج ۳، ص ۶۰) حافظ ابن حجر عسقلانی کے بقول بدر کے بعد قریش نے اس ہزیمت
 کے بدلے کے لیے عرب بھر سے حتی الامکان لشکر فراہم کر کے سردار قریش ابوسفیان کی
 قیادت میں پڑھائی کا اہتمام کیا۔ فتح الباری ج ۲، ص ۷۷-۷۸

۲۵ تفصیل: ابن ہشام ج: ۳، ص: ۲۲ - ۱۲۷ - الواقدی ص: ۳۰ - ۳۰۷ -
ابن سید الناس ص: ۶۱ - ۱۶۵

۲۶ تفصیل: ابن ہشام ج: ۳، ص: ۱۰۱ - واقدی ص: ۳۳۷ - طبری ج: ۲، ص: ۵۲۲ -
ابن حزم ص: ۱۷۵ وغیرہ -

۲۷ ابن ہشام ج: ۳، ص: ۱۶۹ - واقدی ص: ۳۵۷ - بخاری باب المغازی - ابن
حزم ص: ۱۷۶ - ابن عبد البر ص: ۱۶۸ - ابن سید الناس ج: ۲، ص: ۴۰ -
ابن اسحاق ج: ۳، ص: ۱۶۹ کے بقول یہ تین ہجری کا قصہ ہے - احد کے بعد آپ کے
پاس ”عقل الغادة“ کے لوگ آئے تاکہ ان کے ساتھ بعض اصحاب کو دین فہمی کے لیے
بھیجا جائے - آپ نے مرثد ابن مرثد القندی، خالد بن یحییٰ اللیثی، عاصم بن ثابت بن
ابی الاقلح، خبیب بن عدی، زید بن الدثنه اور عبد اللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو
بھیج دیا - پھر انھوں نے جس طرح غداری کی وہ معروف واقعہ ہے - واقدی کے بقول
یہ سات حضرات تھے - اس میں معتب بن عبید کا اضافہ ہے - ایک روایت کے بقول
دس حضرات تھے جن کے امیر مرثد بن ابی مرثد تھے - بہر حال ان کا پروگرام پہلے ہی یہ تھا کہ
دعوت دین و تعلیم قرآن کے نام پر صحابہ کو لایا جائے پھر انھیں قتل کر دیا جائے تاکہ سفیان
بن خالد کا قصاص لیا جاسکے - آخر انھوں نے بعض کو شہید کیا - بعض کو قریش مکہ کے
ہاتھ فروخت کر دیا -

امام بخاری بھی دس حضرات کہتے ہیں (کتاب المغازی) ان کے بقول امیر عاصم بن
ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے - (واللہ تعالیٰ اعلم)

۲۸ اس غزوے کے تفصیلی حالات سیرت کی متداول کتابوں میں ہیں - نیز امام بخاری رحمہ اللہ
تعالیٰ نے کتاب المغازی میں اس کا ذکر کیا ہے - ابن اسحاق کے بقول اس کی تاریخ غزوہ ہے

احد سے ۴ ماہ بعد صفر کے مہینے میں ہے۔ (رج: ۳، ص: ۱۳۱)

عامر بن الطفیل رئیس المشرکین رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تین باتوں میں سے ایک کر لیں۔ اور مجھ سے بات چلی کر لیں۔ ان تینوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ مجھے اپنا خلیفہ اور جانشین بنادیں۔ یا پھر میں اہل غطفان کے ہزار ہا ہزار لوگوں کے ساتھ مل کر آپ سے جنگ کروں گا (بخاری کتاب المغازی) اس کے بعد اس کا چچا ابوہریرہ بن مالک آیا، حضور اقدس نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوت قبول نہیں کی لیکن ایسے بعد کا بھی اظہار نہیں کیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اپنے کچھ لوگ اہل نجد کی اصلاح کے لیے بھیج دیں تو امید ہے کہ وہ آپ کی دعوت قبول کر لیں گے۔ آپ نے اہل نجد کے معاملے میں اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا تو اس نے ہر طرح کی ذمہ داری لی۔ قصہ مختصر یہ کہ آپ نے ستر انصار ان کے ہمراہ بھیج دیے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول انھیں اُس دور میں "قرار" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بہت عالی قدر اور عابد و زاہد قسم کے لوگ تھے (بخاری المغازی) المنذر بن عمرو سواروں کے ساتھ بھیجے گئے (بخاری کتاب الجہاد) اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے قبل عامر بن طفیل سے ان کا آئنا سامنا ہو گیا۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفقا سے کہا کہ تم قریب رہو پہلے میں تنہا جاتا ہوں، میرے ساتھ امن کا معاملہ ہوا تو ٹھیک ورنہ تم تو محفوظ رہو گے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہمیں اجازت اور پروانہ امن دیتے ہو کہ میں رسولِ محترم کا پیغام رسالت پہنچاؤں اور لوگوں کو دعوت دوں۔ وہ ان سے بات چیت کرتا رہا۔ اس کو بتلا بھی دیا کہ ہمارا قصد اور جگہ کا ہے۔ لیکن اس نے ان حضرات کو شہید کر دیا۔ اسی سلسلے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوتِ ناظمہ پڑھی۔

۲۹ احد کے دن ابوسفیان نے اگلے سال حضور اقدس کو پھر بدر کے مقام پر ملنے کو لکھا جس کے سبب حضور اقدس اجاب سمیت تشریف لے گئے۔ آٹھ دن رات وہاں قیام فرمایا اور ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے۔ یہ واقعہ شعبان ۴ھ کا ہے۔ تفصیلات

ابن ہشام ج ۳، ص ۲۰۹ - ابن عبد البر ص ۱۷۷ - ابن حزم ص ۱۸۴ -
ابن سید الناس ج ۲، ص ۵۳ - ۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ خندق کی لڑائی ۶ھ یا ۵ھ میں ہوئی۔ اس اختلاف کا سبب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فتح الباری میں تفصیل سے ذکر کیا ہے (ج ۱، ص ۳۹۳) صحیح بات یہ ہے کہ
اس کا سن ۵ھ ہے۔ بنو نضیر کے قصے کے بعد مختلف یہودی سردار مختلف قبائل کے
پاس جا جا کر انھیں حضور اقدس سے جنگ کرنے کو بھڑکاتے رہے۔ مثلاً جی بن اخطب
قریش کے پاس گیا۔ کنانہ بن الریح بنو غطفان کے پاس پہنچا۔ اور پھر ہر ایک نے اپنے اپنے
حلیف قبائل کو لکھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام الاحزاب رکھا۔ دفاعی نقطہ
نظر سے حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے حضور اقدس نے خندق کھودی، اس لیے
اس کا نام خندق بھی ہوا۔

تفصیل البخاری المفازی، مسلم الجہاد - ابن حزم ص ۱۸۵ - ابن عبد البر ص ۱۷۰
ابن ہشام ج ۳، ص ۲۱۴ وغیرہ میں دیکھیں۔

۳۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۰ x ۱۰ کا ٹکڑا کھدائی کے لیے دس دس
حضرات کے سپرد کر دیا تھا (فتح الباری ج ۱، ص ۳۹۷)
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول، ”ہم خندق کی کھدائی میں مشغول تھے تو ایک
سخت پتھر آگیا جو ہمارے بس میں نہ تھا۔ رسول محترم نے کدال لے کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا“
حضرت جابر کے بقول ”تین دن اس طرح گزرے کہ ہم نے کچھ کھایا نہیں۔“ اسی طرح کی روایت
حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ آپ نے چٹان تین ضربوں سے توڑی، پہلی پر
فرمایا، اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے مجھے شام کی کنجیاں عطا فرمادی ہیں۔ میں اس وقت اس سے
سُرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ دوسری ضرب پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فارس (ایران) کی کنجیاں بخش دی
ہیں۔ مدائن کے سفید محلات میں دیکھ رہا ہوں، اور تیسری ضرب پر فرمایا کہ اللہ رب العزت
نے یمن کی چابیاں مجھے عنایت فرمادی ہیں۔ میں اس جگہ کھڑا ہوا صنعا کے دروازے

۳۲ تفصیل ابن ہشام ج: ۴، ص: ۱۸۰-۱۸۹ - دلائل النبوة (لابی تعیم ج: ۲، ص: ۱۷۲) میں اُسیر کا نام بشر بن رازم ہے۔ ابن سعد کے بقول ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد اُسیر بن رازم یہود کا امیر مقرر ہوا۔ وہ قبیلہ بنو غطفان وغیرہ میں بھاگ دوڑ کرتا رہا اور حضور اقدس کے ساتھ جنگ کے لیے انھیں جمع کرنے کی تدلییر سوچتا رہا۔ حضور اقدس تک خبر پہنچی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تین حضرات کے ساتھ رمضان میں خفیہ سفر کر کے حالات کا جائزہ لیا۔ پھر بار دگر تیس حضرات کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ اس کی سرکوبی کو تشریف لے گئے۔

۳۳ اس سلسلے میں تفصیل بخاری کی ابتدا میں ہی یدّ الوجی کے باب میں موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے شاہانِ عالم کو خطوط لکھے یہ ۶ھ کے آخر کا قصہ ہے۔ اس موقع پر یہ واقعہ پیش آیا۔

۳۴ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۳۷۴ - مستدرک ج: ۳، ص: ۱۳۶ - ابن سید الناس ج: ۲، ص: ۱۲۲ - البدایہ والنہایہ ج: ۴، ص: ۹۰-۹۱ - مستدرک میں ہے کہ اُس نے رسول اکرم سے بات چیت کے بعد اسلام قبول کر لیا تو بکریوں کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ مختلف لوگوں کی ہیں۔ کسی کی ایک، کسی کی دو۔ آپ کی ہدایت پر اُس نے لکریوں یا مٹی کی مٹھی ان کی طرف پھینکی تو وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئیں۔ اور وہ ساتھ ہی جنگ میں صف اول میں جا کھڑا ہوا۔ ایک تیر لگا شہید ہو گیا۔ حضور اقدس نے اسے اپنے خیمے میں منگوا لیا۔ اُس نے ایک بھی سجدہ نہ کیا، ایک بھی نماز نہ پڑھی۔ حضور اقدس نے فرمایا تمھارے اس نئے ساتھی کا اسلام خوب ہے۔ میں اس کی لاش پر آیا تو دو جویر کھڑی نظر آئیں (مستدرک ج: ۲، ص: ۱۳۶)

سیرت و معازمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلات
 کو محفوظ کرنے اور انھیں مضبوط تحریر میں لانے کا سلسلہ
 پہلی صدی ہجری یعنی عہد صحابہ کرام ہی میں شروع ہو
 گیا تھا۔ اس سلسلے کی زنجیر دکتب میں حضرت عمرو
 بن زبیر کی کتاب "معازمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"
 کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت عمرو بن زبیر
 اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ انھوں
 نے مدینہ منورہ میں بہت سے جلیل اعتبار صحابہ اور
 تابعین سے علم کی تحصیل کی۔ امام ابن شیر کے بقول وہ
 فقیہ، عالم، حافظ حدیث اور معازمی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ثقہ اور مستند عالم تھے۔ آپ پہلے
 شخص تھے جنھوں نے سیرت و معازمی سے متعلق
 کتاب لکھی۔ ان کا شمار چند سرکردہ فقہاء میں ہوتا تھا
 اور صحابہ ان سے دینی مسائل پوچھتے تھے۔

استاد حدیث ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اس
 کتاب کو نہایت محنت و جانفشانی سے مرتب کیا ہے اور
 اس پر مضبوط مقدمہ اور حواشی تحریر کیے ہیں۔ پیش نظر
 اردو ترجمہ مولانا سعید الرحمن علومی کی کاوشوں کا ثمر
 ہے اور اس کی اشاعت ادارہ ثقافت اسلامیہ کے لیے
 باعث سعادت ہے۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی

۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء کو ضلع عطسم گڑھ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں
سے ۱۹۵۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں انھوں نے
جامعہ ازہر سے عربی زبان میں درجہ تخصص حاصل کیا۔ اس
کے بعد وہ قطر چلے گئے، جہاں پہلے وہ غیر عرب طلباء کو
عربی کی تدریس پر مامور ہوئے اور پھر قطر کی سبکداری
میں لائبریرین کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔
۱۹۶۴ء میں پی ایچ ڈی کے لیے کیسبرج چلے گئے جہاں
انھوں نے "Studies in Early Hadith Literature"

کے موضوع پر مقالہ لکھا۔ اس دوران پروفیسر آبرہی سے
ان کا قریبی تعلق رہا۔ علم حدیث ان کی تحقیقات کا حصہ
موضوع ہے۔ ان نوں نے ریاض نوینورسٹی سے منسلک ہیں
پی ایچ ڈی کے مقالے کے علاوہ ان کی تالیفات میں
حیثیت اہم ہیں :

۱۔ تحقیق صحیح ابن خزمیہ (جلد اول تا رابع)

۲۔ تحقیق اسل لابن السدینی

۳۔ دراسات فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینہ

۴۔ کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ منہج لنت عند المحدثین مع تحقیق کتاب التیسیر

INSTITUTE OF ISLAMIC CULTURE
LAHORE PAKISTAN

